وسائل الوصول إلى شمائل الرسول ﷺ

تالیف

إمام أجل یوسف بن إسماعیل النبہانی (م۱۳۵۰ھ)

مترجم: مفتی احمد ادیب المصباحی

ادبستان نوابیہ عزیزیہ
پبلیکیشنز

وسائل الوصول
الیٰ شمائل الرسول

مؤلف:

امام اجل یوسف بن اسماعیل النبهاني

مترجم:

مفتی احمد ادیب المصباحی

ناشر

دبستان نوابیہ عزیزیہ پبلیکیشنز

dabistanenawwabiya@gmail.com

نام کتاب: وسائل الوصول الی شمائل الرسول
مؤلف: امام اجل یوسف بن اسماعیل النبہانی
مترجم: مفتی احمد ادیب المصباحی
حرف کار: وقار نوری نوابی
سرِ ورق : آصف عزیزی نوابی
سن اشاعت: ۱۴۴۷ھ/2026ء
صفحات: 304
تعداد: 500

ناشر
دبستان نوابیہ عزیزیہ پبلیکیشنز
dabistanenawwabiya@gmail.com

ملنے کا پتہ
آستانۂ عالیہ نوابیہ، قاضی پور شریف، پوسٹ منڈوہ، ضلع فتح پور ہسوہ
یو۔ پی (انڈیا) پن کوڈ 212653
احمد ادیب مصباحی
غوثیہ، سرائے عاقل کوشامبی۔212216
برائے رابطہ:
9793207194/91+8866222412/91+9426268823
91+9415494492/91+9726880001

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست کتاب

شرفِ انتساب

☆ یہ ادنیٰ سا علمی نذرانہ

☆ اُس ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہے، جو سراپا رحمت، مرکزِ کائنات، اور باعثِ تخلیقِ عالمین ہیں۔ جن کی زبانِ مبارک سے نکلا ہوا ہر لفظ ہدایت، حکمت اور نور کا سرچشمہ ہے۔

☆ یہ ہدیہ اُن اہلِ بیتِ اطہار کے حضور ہے

جنہوں نے صبر ووفا، زہدوتقویٰ، اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلیٰ معیار قائم کیا، اور جن کے دامن سے علم، عمل اور روحانیت کے چشمے پھوٹے۔

☆ یہ انتساب اُن مقدس صحابہ کے نام

جنہوں نے شب وروز سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں بیٹھ کر علمِ نبوت کو اپنے سینوں میں محفوظ کیا، جن کی زندگیاں قرآنِ ناطق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عملی نمونے ہیں،

اور جن کی فداکاریوں سے دین ہم تک پہنچا۔

☆ یہ نذرانہ اُن محدثینِ عظام رحمہم اللہ کو بھی پیش ہے

جنہوں نے ذخیرۂ حدیث کو ترتیب وتدوین، تحقیق وتنقید، اور فہم وتدبر کے ذریعے عہد بہ عہد محفوظ رکھا، اور جن کی علمی امانت آج بھی سینوں کو منور کرتی ہے۔

اور یہ خراجِ عقیدت ہے

حضرت امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمہ اللہ کے حضور

جنہوں نے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، شمائلِ نبوی، اور دفاعِ دین میں ایسا گرانقدر سرمایہ چھوڑا جو رہتی دنیا تک اہلِ ایمان کے لیے روشنی کا منبع ہے۔

اور امامِ اہلِ سنّت، مجدّدِ ملت، **امام احمد رضا خان محدث بریلوی** رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

جنہوں نے علم وعمل، عشق وادب، اور ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا جو پرچم بلند کیا،

وہ قیامت تک اہلِ حق کے ہاتھوں میں رہے گا۔

آخر میں یہ عاجز، یہ نذرِ محبت

شمس العارفین، بدر الکاملین، فخر السالکین قدوۃ الواصلین، حضرت الحاج خواجہ صوفی

سید نواب علی شاہ حسنی عزیزی جہانگیری منعمی ابوالعلائی قادری چشتی نقشبندی سہروردی

قدس اللہ سرہ العزیز

اور اپنے جدِ امجد، عالمِ باعمل، حضرت مولانا حافظ **محمد مصلح الدین حبیبی قادری** رحمۃ اللہ علیہ

کے قدموں میں رکھتا ہے۔

جن کے اخلاص، للّٰہیت، اور دینی خدمات کا فیض نسلاً بعد نسلٍ جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا

فرمائے۔ آمین

گر قبول افتد زہے عز وشرف

احمد ادیب مصباحی

حرفِ تہنیت

شاعرِ جدّت طراز، سید الشعرا، نور الاصفیا، پیر طریقت، رہبر شریعت، یادگارِ مشائخِ اہلِ سنت، شہزادۂ حضور سید نوّاب علی شاہ علیہ الرحمۃ والرضوان

حضرت سید محمد نور الحسن نور نوّابی مدظلہ العالی

فنِ شمائلِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "وسائل الوصول الی شمائل الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" ایک ایسا علمی مرقع ہے جس میں مصنف نے متقدمین کی ضخیم اور کثیر الجلد تالیفات کے مضامین کو نہایت عرق ریزی کے ساتھ ایک مجلد میں یک جا کر دیا ہے۔ امام نبہانی کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے امام ترمذی، قاضی عیاض اور علامہ قسطلانی جیسے اکابرِ فن کے علمی بحار سے وہ لعل و جواہر منتخب کیے ہیں جو عشق و اتباع کے طالب کے لیے زادِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ کتاب اپنی ضخامت کے اعتبار سے جامع اور اپنے مواد کے اعتبار سے شمائلِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مستند مآخذ کا نچوڑ ہے، جسے امام نبہانی نے اپنے مخصوص دل نشیں اور عالمانہ اسلوب میں مرتب فرمایا ہے۔

عزیزم مفتی احمد ادیب مصباحی نے اس عظیم المرتبت کتاب کو اردو قالب میں ڈھال کر ایک ایسی علمی ضرورت کو پورا کیا ہے جس کی تشنگی ایک عرصے سے محسوس کی جا رہی تھی۔ موصوف کا ترجمہ محض لفظی منتقلی نہیں بلکہ اصل کتاب کی روح اور اس کی علمی ثقاہت کا آئینہ دار ہے۔ انہوں نے ترجمے میں جس احتیاط، سلاست اور فنی بلوغت کا ثبوت دیا ہے، وہ ان کے تحقیقی ذوق اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ان کے قلبی لگاؤ کا بین ثبوت ہے۔ بالخصوص اردو زبان کی ادبی تمکنت و شائستگی کو برقرار رکھتے ہوئے عربی عبارات کے مفاہیم کو جس شگفتگی سے بیان کیا ہے، وہ قاری کو اصل کتاب کے علمی ماحول سے قریب تر کر

دیتا ہے۔ یہ محققانہ کاوش بلاشبہ اردو کے دینی وعلمی ذخیرے میں ایک گراں قدر اضافہ ہے اور طالبانِ راہِ حق کے لیے معرفتِ شمائل کا ایک معتبر ذریعہ ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اس خدمتِ جلیلہ کو مترجم کے لیے وسیلۂ نجات بنائے اور علمی حلقوں میں اسے شرفِ قبولیتِ عامہ عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید الأنبیاء والمرسلین وعلٰی آله الطیبین و اصحابه المکرمین۔

سید محمد نور الحسن نور نوّابی

شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی کا تعارف

آپ کا پورا نام: ناصرالدین، ابوالفتوح اورابوالمحاسن یوسف بن اسماعیل بن یوسف بن اسماعیل بن محمد بن ناصرالدین النَّبہانی۔

پیدائش ووفات: آپ کی پیدائش فلسطین کے علاقے اجزم میں (جواب حیفا، اسرائیل کے جنوب میں واقع ہے) جمعرات کے دن، سن ۱۲٦٥ھ/ ۱۸٤۹ء میں اور وفات بیروت میں ماہِ رمضان المبارک سن ۱۳٥۰ھ/ -۱۹۳۲ء میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً پچاسی (۸٥) سال تھی۔

ابتدائی زندگی اور تعلیم: امام نبہانی کی ابتدائی تعلیم ان کے والد، شیخ اسماعیل نبہانی کے زیرِ سایہ ہوئی، جنہوں نے آپ کو کم عمری میں قرآن مجید حفظ کروایا اور اسلامی فقہ کی بنیادی علوم کی تعلیم دی۔ ۱۷ سال کی عمر میں، ۱٦ مئی ۱۸٦٦ء کو، آپ کو مزید تعلیم کے لیے قاہرہ کی عظیم درسگاہ، جامعہ الازہر بھیجا گیا۔ آپ نے ۱۸۷۲ء میں الازہر سے فراغت حاصل کی، جہاں آپ نے شریعت کے علوم، فقہ، حدیث، اور دیگر دینی وشرعی مضامین میں سند حاصل کی۔ آپ نے الازہر کے ممتاز اساتذہ سے استفادہ کیا، بعض اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

شیخ ابراہیم السقا الشافعی شیخ محمد الدمنہوری الشافعی، شیخ ابراہیم الزروالخلیلی الشافعی، شیخ احمد الاجہوری الضریر الشافعی، شیخ عبدالہادی نجا الأبیاری الشافعی، شیخ احمد راضی الشرقاوی الشافعی، شیخ مصطفی الاشراقی، الشافعی شیخ صالح اجباوی الشافعی، شیخ محمد العشماوی الشافعی، شیخ محمد شمس الدین الانبابی الشافعی، شیخ عبدالرحمن الشربینی الشافعی، شیخ احمد البابی الحلبی الشافعی، شیخ شریف الحلبی الحنفی، شیخ فخرالدین الیانیوی الحنفی، شیخ عبدالقادر الرافعی الطرابلسی الحنفی، شیخ حسن العدوی المالکی، شیخ محمد روبہ المالکی، شیخ حسن الطویل المالکی، شیخ

محمد البیسیونی المالکی، شیخ یوسف البرقاوی الحنبلی۔

اللہ تعالیٰ ان تمام اکابر علما پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور انہیں امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا ألف ألف تحیۃ وسلام کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔

خاندان: امام نبہانی کے خاندان میں علم و فضل کی گہری روایت تھی۔ آپ کے والد اور والدہ دونوں علما میں سے تھے، اور آپ کے نواسے، شیخ تقی الدین نبہانی (۱۹۰۹ء/ ۱۹۷۷ء) نے بعد میں اسلامی سیاسی جماعت حزب التحریر کی بنیاد رکھی، جو عالمی سطح پر خلافت کے احیا کے لیے کام کرتی تھی۔

پیشہ ورانہ زندگی: الازہر سے فراغت کے بعد، امام نبہانی اپنے وطن اجزم واپس آئے اور عکّہ اور اجزم میں دینی کورسس پڑھانا شروع کیے۔ آپ نے متعدد بار بیروت اور دمشق کا سفر کیا، جہاں آپ نے اس وقت کے نامور علما سے ملاقاتیں کیں۔ بعد میں، آپ استنبول تشریف لے گئے، جہاں آپ نے عثمانی خلافت کے دارالحکومت میں ''جوانیب ایڈیٹوریل'' میں کئی سال خدمات انجام دیں۔ آپ نے لاذقیہ (شام۔فلسطین کے دریا کے کنارے) میں قاضی کے عہدے پر بھی کام کیا اور ۱۸۸۸ء میں بیروت میں چیف قاضی مقرر ہوئے۔ آپ کو عثمانی خلافت نے ''القدس'' کے مفتی کے عہدے پر بھی فائز کیا، جو آپ کی دینی خدمات اور علمی مقام کی عکاسی کرتا ہے۔

تصانیف اور دینی خدمات: آپ اپنے دور کے ممتاز سنی عالم اور تصوف کے عظیم داعی کے طور پر جانے جاتے ہیں، آپ کی تصانیف، شاعری، اور دینی خدمات نے نہ صرف آپ کے عہد بلکہ آنے والی نسلوں پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔ آپ نے دینِ اسلام کے مختلف علوم پر ساٹھ سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ کی یہ کتابیں مشرق و مغرب کے مختلف علاقوں میں شائع ہوئیں اور بہت مقبول ہوئیں۔ خصوصاً سیرتِ محمدی ﷺ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل پر جو خدمت آپ نے انجام دی، وہ اپنے وقت میں بے مثال تھی۔ آپ نے اپنی پوری زندگی محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم اور خدمتِ سیرت کے لیے وقف کر دی۔

آپ کی تصانیف میں سے بعض یہ ہیں:

وسائل الوصول الی شمائل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

اتحاف المسلم با تحاف الترھیب والترغیب من البخاری ومسلم۔

الاحادیث الاربعین فی أمثال أفصح العالمین۔

الأحادیث الأربعین فی فضائل سید المرسلین۔

أحادیث الأربعین فی وجوب طاعة أمیر المؤمنین۔

أحسن الوسائل فی نظم أسماء النبی الکامل۔

إرشاد الحیاری فی تحذیر المسلمین من مدارس النصاری

الأسالیب البدیعة فی فضل الصحابة وإقناع الشیعه۔

الأسمی فیما لمحمد من الاسما۔

أفضل الصلوات علی سید السادات۔

الأنوار المحمدیة، اختصر به المواھب اللدنیه للقسطلانی

الاستغاثة الکبری بأسماء اللہ الحسنی

البرھان المسدد فی إثبات نبوة محمد۔

التحذیر من اتخاذ الصور والتصویر۔

تھذیب النفوس فی ترتیب الدروس

توضیح دین الإسلام۔

جامع الصلوات۔

جامع کرامات الأولیاء

جواھر البحار فی فضائل النبی المختار

حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین۔

حزب الاستغاثات بسید السادات۔

حسن الشرعہ فی مشروعیۃ صلاۃ الظہر إذا تعددت الجمعہ

خلاصۃ الکلام فی ترجیح دین الاسلام۔

الرحمۃ المہداۃ فی فضل الصلاۃ

ریاض الجنۃ فی اذکار الکتاب والسنہ۔

السابقات الجیاد فی مدح سید العباد۔

سبیل النجاۃ فی الحب فی اللہ والبغض فی اللہ

سعادۃ الأنام فی اتباع دین الإسلام

سعادۃ الدارین فی الصلاۃ علی سید الکونین۔

سعادۃ المعاد فی موازنۃ بانت سعاد۔

الشرف المؤبد لآل محمد

شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق۔

صلوات الثناء علی سید الأنبیاء۔

طیبۃ القراء فی مدح الأنبیاء۔

العقود اللؤلؤیۃ فی المدائح المحمدیۃ۔

الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ إلی الجامع الصغیر

قرۃ العین من البیضاوی والجلالین

الفضائل المحمدیۃ

القصیدۃ الرائیۃ الصغری فی ذم البدعۃ (الوہابیہ) ومدح السنۃ الغراء

القصیدۃ الرائیۃ الکبری فی الکمالات الإلہیۃ والسیرۃ النبویۃ ووصف الملۃ الإسلامیۃ والملل الأخری

القول الحق فی مدائح خیر الخلق۔

کتاب الاربعین اربعین من أحادیث سید المرسلین۔

مثال فعل النبی

المجموعه النبهانیه فی المدائح النبویة

مختصر إرشاد الحیاری فی تحذیر المسلمین من مدارس النصاری

مفرج الکروب و مفرح القلوب۔

منتخب الصحیحین۔

نجوم المهتدین و رجوم المعتدین فی دلائل نبوة سید المرسلین۔

النظم البدیع فی مولد الشفیع۔

ہادی المرید إلی طرق الأسانید

ہمزیة الفیه

الورد الشافی من المورد الصافی۔

آپ کی تحریروں کا خاصہ ان کی ادبی خوب صورتی، احادیث کی صحت پر توجہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری محبت وعقیدت ہے۔ آپ نے نظم ونثر دونوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف کو اپنا محور بنایا۔

تصوف اور نظریات: امام نبہانی شافعی مسلک کے پیروکار اور تصوف کے عظیم داعی تھے۔ آپ نے تصوف کو شریعت کے دائرے میں رکھنے پر زور دیا اور اس حوالے سے امام غزالی کے مؤقف سے ہم آہنگی رکھی۔ آپ نے وہابی تحریک اور قاہرہ کے اصلاح پسند رہنماؤں، جیسے محمد عبدہ اور جمال الدین افغانی، کے نظریات کی مخالفت کی، کیونکہ آپ ان کے خیالات کو اسلام کے روایتی ڈھانچے کے لیے نقصان دہ سمجھتے تھے۔ آپ عثمانی خلافت کے زبردست حامی تھے اور اسے اسلامی اتحاد کا ضامن سمجھتے تھے۔

طریقہ تصوف میں کئی اکابرین سے فیض حاصل کیا، مثلاً:

طریقۂ ادریسیہ، حضرت شیخ اسماعیل النواب سے

طریقۂ شاذلیہ، حضرت محمد بن مسعود الفاسی اور نور الدین الیشرطی سے

طریقۂ نقشبندیہ، حضرت امداد اللہ الفاروقی، وغیاث الدین الاربلی سے

طریقۂ قادریہ، حضرت حسن بن ابو حلاوۃ الغزی سے

طریقۂ رفاعیہ، حضرت عبد القادر بن ابور باح الدجانی الیافی سے

طریقۂ خلوتیہ، حضرت حسن رضوان الصعیدی سے حاصل کیا۔

اثرات: آپ کی علمی، ادبی، اور روحانی خدمات نے ۱۹ویں اور ۲۰ ویں صدی کے تصوف اور سنیت پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ آپ کی کتب آج بھی عالمِ اسلام میں پڑھی اور پسند کی جاتی ہیں، اور آپ کے کام کے احیا کے لیے بیروت میں ''دار الامام یوسف النبہانی'' نامی اشاعتی ادارہ قائم کیا گیا، جو اپ کی کتب کو دوبارہ شائع کر رہا ہے۔

عرضِ مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی أکرمَ الوجودَ بحبیبه، وزیَّنَ الأکوانَ بشمائلِه وأخلاقِه، وجعلَه رحمةً للعالمین.و صلی اللّٰه علی سیدنا الزاہرِ فی سِرّه وعلانیتِه، الهادِی إلی رَبّه بأمرِه، الناسكِ فی عبادتِه وخدمتِه، الصادقِ فی وعدِه ووعیدِه، الثابتِ فی أمرِه وبیانِه، الکاملِ فی خَلقِه وخُلقِه، وعلی آله وصحبِه أجمعین، أما بعد۔

انسانیت کی رہنمائی کے لیے اللہ رب العزت نے اپنے حبیب، خاتم النبیین، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کائنات میں مبعوث فرمایا، جن کی ذاتِ گرامی ظاہری و باطنی کمالات کا سرچشمہ اور رحمتِ عالم کا مظہر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ انسانیت کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جبکہ آپ کے شمائلِ کریمہ ایک ایسی دل آویز تصویر پیش کرتے ہیں جو ہر مومن کے قلب و روح کو منور کرتی ہے۔ زیرِ نظر کتاب، "وسائل الوصول إلی شمائل الرسول ﷺ"، عظیم عالم، فاضل، اور عاشقِ رسول، امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمہ اللہ کی ایک شاہکار تصنیف ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائلِ کریمہ کو احادیث کی روشنی میں بیان کرتی ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ پیش کرنا ہمارے لیے باعثِ عزت وسعادت ہے۔

شمائلِ نبوی سے مراد وہ پاکیزہ اوصاف ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری حسن، باطنی کمالات، اور طرزِ زندگی کی عکاسی کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک، جو چودھویں رات کے چاند سے زیادہ نورانی تھا، گویا رحمتِ الٰہی کا عظیم مظہر تھا۔ آپ کی مسکراہٹ ایسی تھی کہ دشمن بھی آپ کے سامنے سرنگوں ہو جاتے، اور آپ کی نگاہِ

شفقت ہر دل کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔ آپ کا چلنا اس قدر باوقار تھا کہ زمین پر آپ کے قدموں کی چھاپ عاجزی اور سکون کی گواہی دیتی تھی۔ آپ کا لباس سادہ مگر پاکیزہ، آپ کی گفتگو نرم اور حکمت سے بھرپور، اور آپ کا کھانے پینے کا انداز ایسی قناعت کا نمونہ تھا جو دنیاوی زرق و برق سے بے نیازی کی تعلیم دیتا ہے۔ آپ کی گھریلو زندگی میں شفقت و محبت، آپ کی معاشرتی زندگی میں عدل وانصاف، اور آپ کی عبادات میں خشوع وخضوع کا وہ عالم تھا کہ ہر عمل رہتی دنیا تک کے لیے ایک روشن مثال بن گیا۔ یہ شمائل نہ صرف آپ کے جسمانی حسن کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ آپ کے باطنی کمالات رحمت، صبر، تواضع، سخاوت، اور تقویٰ کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائلِ کریمہ ہر مومن کے لیے ایک عظیم رہنما ہیں۔ آپ کی سادگی سے ہمیں دنیاوی نمود ونمائش سے بے رغبتی کا سبق ملتا ہے، آپ کی شفقت سے ہم معاشرتی رشتوں کو مضبوط بنانا سیکھتے ہیں، آپ کی عبادت سے ہمیں اللہ سے تعلق کی گہرائی معلوم ہوتی ہے، اور آپ کی روزمرہ کی عادات سے ہمیں ایک متوازن، باوقار، اور بامقصد زندگی گزارنے کا سلیقہ ملتا ہے، آپ کی گفتگو، جو ہمیشہ نرم، مختصر، اور حکمت سے بھرپور ہوتی تھی، ہمیں بولنے کا سلیقہ اور دوسروں کے جذبات کا احترام کرنا سکھاتی ہے۔ آپ کا گھریلو زندگی میں اہلِ خانہ کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کے ساتھ وقت گزارنا ہمیں خاندانی رشتوں کی اہمیت سے روشناس کراتا ہے یہ تمام شمائل، جو احادیثِ نبویہ سے ثابت ہیں، ہر دور کے انسان کے لیے ایک عملی نمونہ ہیں۔

"وسائل الوصول" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل کو احادیث کی روشنی میں اس انداز میں پیش کرتی ہے کہ قاری نہ صرف آپ کے اوصاف سے آگاہ ہوتا ہے بلکہ ان سے گہری محبت اور عقیدت بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہ کتاب مستند روایات سے ماخوذ ہے، اور اسے موضوعاتی ابواب میں ترتیب دیا گیا ہے تاکہ قاری کو شمائل کے مختلف پہلوؤں، حسنِ صورت، طرزِ معاشرت، عبادات، اور گھریلو زندگی کی جامع تصویر مل سکے۔ اس کتاب کے اردو ترجمے کا مقصد اردو زبان بولنے اور سمجھنے والے قارئین تک اس عظیم علمی وروحانی

خزانے کو پہنچانا ہے۔

ترجمے کے دوران اصل متن کی روح، عقیدت، اور ادبی خوبصورتی کو برقرار رکھنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ الفاظ کے درست انتخاب، اور بیان کی روانی پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ موجودہ دور کے قاری کے لیے زبان کو سادہ مگر معیاری رکھا گیا ہے، تاکہ یہ کتاب عام قاری سے لے کر اہلِ علم تک سب کے لیے قابلِ فہم اور دلچسپ ہو۔ یہ ترجمہ اہلِ علم، طلبہ، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کے لیے ایک بیش بہا تحفہ ہے۔

ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب قارئین کے دلوں میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید گہرا کرے گی اور انھیں حضور کے شمائل کریمہ سے بہرہ مند کرے گی۔ ان شاء اللہ

آخر میں قارئین سے التماس ہے کہ اس کتاب کے ترجمے وغیرہ میں کوئی خامی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح ہو سکے۔

عرض گزار

احمد ادیب مصباحی

کوشامبی، یو۔ پی

وسائل الوصول
الیٰ شمائل الرسول
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ

وسائل الوصول الی شمائل الرسول

صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم

مصنف کی جانب سے کتاب کی تمہید

اس میں دو تنبیہات ہیں

تنبیہ اوّل: لفظ ''شمائل'' کا معنی

''شمائل'' اصل میں اخلاق اور طبائع کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ''القاموس'' میں ہے: الشمال: الطبع، اور اس کی جمع شمائل ہے۔ ''لسان العرب'' میں بھی ایسا ہی ہے۔ اور اشعار سے بھی یہ معنی ثابت ہیں۔

محدثین کرام نے ''شمائل'' کا استعمال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ شریفہ کے لیے اصل معنی پر اور آپ کی ظاہری صورت کے اوصاف کے لیے مجازی طور پر استعمال کیا ہے۔

تنبیہ دوم: شمائل کو جمع کرنے کے مقاصد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائلِ مبارکہ کو جمع کرنے کا مقصد صرف یہ نہیں کہ ایک تاریخی علم حاصل کر لیا جائے جس کی طرف طبیعتیں مائل ہوں، دل جھک جائیں، محفلوں میں اس کا ذکر ہو، یا اسے کسی مقصد کے لیے بطور دلیل پیش کیا جائے، اور اس سے عام قسم کے فوائد اٹھائے جائیں۔

بلکہ اصل مقصد اس سے دین کے کچھ نہایت اہم اور بنیادی فوائد حاصل کرنا ہے۔

ان فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلند و برتر صفات اور حسین و پاکیزہ

شمائل سے روحانی لذت اور حلاوت حاصل ہو۔

ایک یہ کہ آپ ﷺ کی کامل صفات اور اعلیٰ اخلاق کا ذکر کر کے آپ ﷺ کی قربت اور آپ ﷺ کی محبت و رضامندی حاصل ہو، جیسے کوئی شاعر کسی کریم اور سخی شخص کے قریب ہونے کے لیے اس کی خوبصورت صفات اور عمدہ خصلتوں کا تذکرہ کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے شمائل کو جمع کرنا اور پھیلانا محض قصائد میں مدح کرنے سے زیادہ اعلیٰ اور افضل ہے، حالانکہ آپ ﷺ نے ان صحابہ کرام سے خوشی کا اظہار فرمایا جنہوں نے قصائد میں آپ ﷺ کی مدح کی، جیسے: حضرت حسان، حضرت عبد اللہ بن رواحہ، اور حضرت کعب بن زہیر، اور آپ ﷺ نے ان کی اس مدح پر انہیں انعام بھی عطا فرمایا۔

لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص آپ ﷺ کے شمائل کو جمع کرنے اور ان کو پھیلانے میں محنت کرے، آپ ﷺ اس سے بھی راضی ہوں گے۔

ان میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ کام دراصل آپ ﷺ کی جانب سے ہم پر کیے گئے احسانات کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیں گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کے نور تک پہنچایا، اور دائمی بدبختی سے نجات دے کر ابدی سعادت سے بہرہ مند کیا۔ یہ ایک ایسی عظیم نعمت ہے جس کا بدلہ دینا ممکن ہی نہیں، اور اس کا حقیقی بدلہ صرف اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہماری طرف سے سب سے بہتر بدلہ دے جو اس نے کسی بھی نبی کو اس امت کی طرف سے دیا ہو جس کی طرف وہ بھیجے گئے۔

کیونکہ آپ ﷺ ہی نے ہمیں ہلاکت سے نجات دی، اور ہمیں بہترین امت میں شامل کیا جو لوگوں کے لیے نکالی گئی۔ ہم اس دین کے پیروکار ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا اور جس پر اپنے فرشتوں کو بھی قائم کیا، اور اپنے خاص بندوں کو نوازا۔

ہم پر جو بھی نعمت، ظاہر یا پوشیدہ، ملی جس سے دین یا دنیا میں ہمیں کوئی بھلائی

حاصل ہوئی، یا کوئی برائی ہم سے ٹالی گئی یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے سبب سے ہے۔ آپ ہی وہ راہنما ہیں جو ہمیں اس بھلائی تک لے گئے، اور رشد و ہدایت کی طرف رہنمائی فرمائی۔

ان میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک شمائل کو جاننا لازمی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پیدا کرتا ہے، کیونکہ انسان فطری طور پر خوبصورت صفات اور ان کے حامل شخص سے محبت کرتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات سے بڑھ کر حسین اور کامل صفات کسی کی نہیں، لہٰذا جو شخص ان صفات کا مطالعہ کرے اور اس کے دل پر گمراہی کا قفل نہ لگا ہو وہ لازماً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یقینی محبت کرے گا۔ اور جتنا محبت میں اضافہ یا کمی ہوگی، ایمان میں بھی اسی کے مطابق اضافہ یا کمی ہوگی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا، ابدی سعادت، جنت کی نعمتیں اور اس کے درجات، سب کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی مقدار سے ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا غضب، ابدی بدبختی، جہنم کا عذاب اور اس کے درجے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی اور بغض کی مقدار کے مطابق ہوں گے۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبب ہے، اور اللہ کی محبت ہی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''کہہ دیجیے: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا'' [آل عمران:31]

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیدھی شریعت اور صراطِ مستقیم پر چلنے والوں میں شامل فرمائے، اور ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے تلے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبین کی جماعت میں جمع فرمائے۔

پہلا باب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسبِ مبارک اور اسماءِ شریفہ کے بیان میں

پہلی فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسبِ شریف کے بیان میں

حضور کا نسب یہ ہے: محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لُؤی بن غالب بن فِہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن اِلیاس بن مضر بن نزار بن معدّ بن عدنان۔

یہاں تک نسب میں تمام امت کا اتفاق ہے، اور اس کے بعد جو نسب حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کیا جاتا ہے، اس میں کوئی بات قابلِ اعتماد اور قطعی طور پر ثابت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنا نسب بیان فرماتے، تو معدّ بن عدنان سے آگے نہ جاتے، اور فرماتے: ''نسب بیان کرنے والے جھوٹ بولتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَقُرُونًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيرًا۔

ترجمہ: اور ان کے درمیان بہت سے زمانے گزر چکے۔ [الفرقان:38]

یقیناً یہ نسب سب سے زیادہ شرف و بزرگی والا نسب ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے سب سے بہتر مخلوق میں رکھا، پھر قبائل میں سے چناؤ کیا تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں رکھا، پھر خاندانوں میں سے چناؤ کیا تو مجھے سب سے بہتر خاندان میں رکھا، پس میں سب سے بہتر شخصیت اور سب سے بہتر خاندان والا ہوں۔

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا، اور اسماعیل کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو چنا، پھر بنی کنانہ میں سے قریش کو، پھر قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا، اور بنو ہاشم میں سے مجھے چنا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو منتخب کیا، اور ان میں سے بنی آدم کو منتخب فرمایا، اور بنی آدم میں سے عرب کو، عرب میں سے قریش کو، قریش میں سے بنو ہاشم کو، اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔ پس میں مسلسل بہترینوں سے منتخب کیا گیا ہوں۔

خبردار! جو شخص عرب سے محبت رکھتا ہے وہ دراصل میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے، اور جو عرب سے بغض رکھتا ہے وہ میری ذات سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔

دوسری فصل: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمائے مبارکہ

رسولِ اکرم، محسنِ عالم، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے اسمائے مبارکہ ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''التہذیب'' میں امام حافظ قاضی ابوبکر ابن العربی المالکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے، جو انہوں نے ''عارضۃ الأحوذی شرح الترمذی'' میں ذکر فرمایا کہ: ''بعض صوفیاء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار اسماء ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی ہزار اسماء ہیں۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میرے کئی نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں (یعنی جس کے ذریعے اللہ کفر کو مٹا دیتا ہے)، میں حاشر ہوں (یعنی وہ جس کے قدموں پر لوگ قیامت کے دن اکٹھے کیے جائیں گے)، اور میں عاقب ہوں (یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا)''۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا: ''میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں نبئ رحمت ہوں، میں نبئ توبہ ہوں، میں مُقفّٰی ہوں (یعنی پچھلے انبیاء کے بعد آنے والا)، میں حاشر ہوں، اور میں نبئ ملاحم ہوں (یعنی جنگوں والے نبی)۔''

لفظ ''مقفّی'' کا مطلب ہے: جو پچھلے انبیاء کے بعد آئے اور ان کا خاتم ہو

''ملاحم'' سے مراد جنگیں ہیں، اس نام میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلوار کے ساتھ مبعوث کیے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت نے جو جہاد کیا، ویسا کسی نبی اور اس کی

امت نے نہیں کیا۔

آپ کی امت کی کفار سے جنگیں دنیا بھر میں مختلف زمانوں میں جاری رہیں گی، حتیٰ کہ دجال سے بھی لڑیں گے۔

التہذیب میں لکھا ہے کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کومختلف اسماء سے یادفرمایا، مثلا

رسول، نبی، اُمّی، گواہ، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا، اللہ کی طرف بلانے والا، روشن چراغ، رؤوف، رحیم، یاد دلانے والا، اور اللہ نے آپ کو سراپا رحمت، نعمت اور ہدایت یافتہ بنانے والا کہا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’میرا نام قرآن میں محمد ہے، انجیل میں احمد، اورتورات میں ’’اُحید‘‘ ہے اور ’’احید‘‘ اس لیے کہا گیا کہ میں اپنی امت کو جہنم سے موڑنے والا ہوں۔

ابن عساکر نے مزید نام ذکر کیے ہیں، مثلا: ’’الفاتح، طٰہٰ، یٰسین، عبداللہ، خاتم الانبیاء۔

قسطلانی اور باجوری رحمہما اللہ نے لکھا ہے کہ حسین بن محمد دامغانی نے ’’شوق العروس وانس النفوس‘‘ میں حضرت کعب الاٗحبار سے نقل کیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختلف مخلوقات اور طبقات کے درمیان مختلف نام ہیں:

اہلِ جنت کے ہاں: عبدالکریم

اہلِ دوزخ کے ہاں: عبدالجبار

عرش کے پاس: عبدالحمید

فرشتوں میں: عبدالمجید

انبیاء میں: عبدالوہاب

شیاطین میں: عبدالقہار

جنات میں: عبدالرحیم

پہاڑوں میں: عبدالخالق

میدانوں میں: عبدالقادر

سمندروں میں: عبدالمہیمن

مچھلیوں میں: عبدالقدوس

حشرات میں: عبدالغیاث

درندوں میں: عبدالرزاق

جانوروں میں: عبدالسلام

چرندوں میں: عبدالمؤمن

پرندوں میں: عبدالغفار

تورات میں مُؤ ذمُؤ ذ

انجیل میں: طاب طاب

صحف میں: عاقب

زبور میں: فاروق

اللہ کے ہاں: طٰہٰ اور یٰسین

مومنین میں: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے، کیونکہ جنت کے وارثوں کے درمیان جنت تقسیم کرنے والے آپ ہیں۔

''مُؤذ مؤذ'' کے بارے میں امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں: ''طیب طیب''، یعنی پاکیزہ وخوشبودار۔ اور یہ ایک یہودی عالم سے منقول ہے جو مسلمان ہو چکا تھا۔

''فاروق'' کا مطلب ہے: حق وباطل میں فرق کرنے والا۔ اور یہی انجیل میں آئے

ہوئے نام ''بارقلیط'' کا مفہوم بھی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ''البہجۃ السنیۃ فی الأسماء النبویۃ'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں تقریباً پانچ سو اسمائے مبارکہ جمع کیے۔

قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''أحکام القرآن'' سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ کے جیسے ہزار نام ہیں، ویسے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی ہزار اسماء ہیں۔

فرمایا: یہ سب نام درحقیقت اوصاف ہیں، اور ہر وصف سے آپ کا ایک اسم بنتا ہے۔ان میں کچھ صفات خاص آپ کے ساتھ ہیں، اور کچھ عمومی ہیں۔

علامہ سخاوی، قاضی عیاض، ابن العربی، ابن سید الناس وغیرہ کے اقوال سے ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار سو سے زائد اسماء مختلف کتب میں مذکور ہیں۔

امام جزولی رحمہ اللہ نے ''دلائل الخیرات'' میں دو سو ایک نام ذکر کیے۔

امام نووی کے مطابق، آپ کی مشہور کنیت ابو القاسم ہے، اور جبریل علیہ السلام نے آپ کو" ابو ابراہیم " کے لقب سے بھی پکارا۔

آپ کا سب سے افضل نام ''محمد'' ہے۔

قسطلانی رحمۃ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تخلیق سے دو ہزار سال پہلے ہی آپ کو ''محمد'' کے نام سے نامزد فرما دیا تھا۔

ابن عساکر نے حضرت کعب الاحبار سے نقل کیا۔

آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے شیث کو وصیت کی: ''بیٹا! تم میرے بعد میرے جانشین ہو، تقویٰ کو لازم پکڑنا، جب بھی اللہ کا ذکر کرو، محمد کا ذکر ضرور ساتھ کرنا، کیونکہ میں نے اُن کا نام عرش کے ستون پر لکھا ہوا دیکھا، آسمانوں کی کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں محمد کا نام لکھا ہوا نہ ہو، جنت میں کوئی قصر یا حور نہیں جن پر محمد کا نام نہ ہو، شجرۃ طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے پتے، فرشتوں کی آنکھیں، اور آسمانی پردے.. ہر جگہ محمد کا نام لکھا ہوا پایا، اس لیے اس نام کا کثرت سے ذکر کیا کرو۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

أغرّ علیہ للنّبوّۃ خاتم... من اللہ من نور یلوح ویشہد

ترجمہ: نبوت کی مہر ان کے چہرے پر چمک رہی ہے جو اللہ کے نور سے روشن ہے۔

وضمّ الإلہ اسم النّبیّ إلی اسمہ... إذا قال فی الخمس المؤذّن: أشہد

اللہ نے اپنے نام کے ساتھ نبی کا نام ملا دیا، جب مؤذن اذان میں کہتا ہے: ”اشہد۔“

وشقّ لہ من اسمہ لیجلّہ... فذو العرش محمود وہذا محمّد

اللہ نے حضور کی تکریم کے لیے اپنے نام سے ان کا نام بنایا: وہ محمود ہے اور یہ محمد ہیں۔

رہا ”احمد“ تو اس کا مطلب ہے: سب سے زیادہ اللہ کی حمد کرنے والا۔

اس لیے آپ کا نام احمد رکھا گیا، کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آپ کو ایسے کلماتِ حمد ادا فرمائے گا جو کسی اور کو نہیں سکھائے گئے، آپ کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا، اور آپ کو مقامِ محمود عطا ہوگا۔

اسی لیے آپ کا نام احمد اور محمد رکھا گیا، کیونکہ آپ سب سے زیادہ حمد کرنے والے اور سب سے زیادہ قابلِ تعریف شخصیت ہیں۔

حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ: ”میں نے اپنی ذات پر عہد لیا ہے کہ جس شخص کا نام احمد یا محمد ہو، اُسے جہنم میں داخل نہیں کروں گا۔

دیلمی میں حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ”جس گھر کے دسترخوان پر محمد یا احمد نامی شخص ہو، اللہ تعالیٰ اُس گھر کو روزانہ دو مرتبہ پاک اور بابرکت بناتا ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

دوسرا باب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی ساخت اور اس سے متعلقہ صفات

پہلی فصل: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال اور مشابہ صفات کا بیان

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل ایمان لانے کے تقاضوں میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اس بات پر بھی ایمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ مبارک کی تخلیق اس انداز پر فرمائی کہ نہ آپ سے پہلے کسی انسان میں ایسا حُسن ظاہر ہوا، اور نہ آپ کے بعد ہوگا۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا

فهو الّذی تمّ معناه وصورته... ثمّ اصطفاه حبيبا بارئ النّسم

منزّه عن شريك فی محاسنه... فجوهر الحسن فيه غير منقسم

وہ ہستی جن کے ظاہر و باطن دونوں مکمل ہیں

پھر خالقِ ارواح نے انہیں اپنا محبوب چن لیا

ان کے حسن و جمال میں کوئی ان کا شریک نہیں

کیونکہ حسن کا جوہر ان میں مکمل طور پر جمع ہے، تقسیم نہیں ہوا۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکمل حُسن ہمیں ظاہر نہیں کیا گیا؛ اگر کیا جاتا تو ہماری آنکھیں اس کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی ساخت بہت حسین تھی۔

امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ بہت لمبے تھے اور نہ بالکل چھوٹے نہ آپ کا رنگ حد سے زیادہ سفید تھا اور نہ سانولا نہ آپ کے بال سخت گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیانہ قد والے تھے کشادہ سینہ اور چوڑے کندھوں والے اور آپ کے سر کے بال کانوں کی لَو تک پہنچتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں مضبوط اور بھاری تھے سر مبارک بڑا تھا جوڑ بڑے تھے سینے سے ناف تک باریک بالوں کی ایک لکیر تھی جب چلتے تو آگے کی طرف جھک کر چلتے گویا کسی اونچائی سے اتر رہے ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال تھوڑے گھنگریالے اور تھوڑے لہر دار تھے۔ نہ آپ کا چہرہ زیادہ بھرا ہوا تھا، نہ بالکل گول مٹول، مگر چہرے میں کچھ گولائی تھی رنگ سفید تھا جس میں قدرتی سرخی جھلکتی تھی آپ کی آنکھیں بڑی اور سیاہ پتلی والی تھیں پلکیں گھنی تھیں کندھے چوڑے تھے بدن پر غیر ضروری بال نہ تھے، لیکن سینے سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی ہاتھ اور پاؤں بھاری تھے۔

چلتے وقت گویا کسی بلندی سے اتر رہے ہوں جب رُخ پھیرتے تو پورے بدن کو موڑ کر پھیرتے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان نبوت کی مہر تھی۔ آپ آخری نبی تھے۔

آپ سب سے زیادہ کشادہ دل والے، سب سے زیادہ سچے، سب سے زیادہ نرم مزاج اور سب سے زیادہ عزت والے تھے۔ جو اچانک آپ کو دیکھتا وہ آپ کی ہیبت سے متاثر ہوتا، اور جو قریب ہو کر آپ کی صحبت اختیار کرتا وہ محبت میں گرفتار ہو جاتا۔ آپ کی صفات بیان کرنے والا کہتا کہ میں نے آپ جیسا دیکھا ہی نہیں، نہ آپ سے پہلے اور نہ بعد۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار نرم و ملائم تھے دہن کشادہ تھا پیٹ اور سینہ برابر تھے کندھوں اور بازوؤں اور سینے کے اوپر کے حصے پر بال تھے کلائیاں لمبی تھیں، ہتھیلی کشادہ تھی آنکھیں خاص انداز کی تھیں، آنکھوں کے کونے سرخ تھے ایڑیوں کا گوشت کم تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں، پلکیں لمبی تھیں، آنکھوں میں سرخی کی آمیزش تھی۔ ابرو کشیدہ تھے جن کے درمیان باریک سفید لکیر نمایاں تھی۔ آنکھیں سیاہ اور کشادہ تھیں۔ پلکوں کے بال اتنے زیادہ تھے کہ کبھی کبھی وہ آپس میں ملتے معلوم ہوتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر، ہاتھ اور پاؤں بڑے تھے رخسار نرم و ملائم تھے چہرہ نہ بالکل لمبا تھا نہ گول آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ حسین اور خوبصورت تھے درمیانے قد کے قریب قریب بلند قامت تھے کندھوں کے درمیان کشادگی تھی رخسار ہموار اور صاف بال کالے اور گھرے تھے آنکھوں میں قدرتی سرمگی تھی پلکیں لمبی تھیں جب چلتے تو پورے قدم زمین پر رکھتے، پاؤں کے تلوے بھرے ہوئے تھے جب آپ کپڑا اتارتے تو یوں لگتا گویا جسم مبارک، چاندی کی ڈلی ہے جب ہنستے تو ایسا لگتا جیسے روشنی پھوٹ رہی ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بازو اور پنڈلیاں مضبوط اور بھاری تھیں کلائیاں لمبی اور ہتھیلیاں کشادہ تھیں انگلیاں خوبصورت گویا چاندی کی سی لگتی تھیں جسم کا تناسب بہترین تھا عمر کے آخر میں جسم میں ذرا بھاری پن آ گیا تھا؛ لیکن اس کے باوجود گوشت متناسب اور بدن ٹھوس تھا عمر کا اثر ظاہر نہ ہوتا تھا آپ کا چہرہ سب سے زیادہ خوبصورت اور جسم سب سے زیادہ حسین تھا۔

آپ نہ بہت زیادہ لمبے تھے نہ بہت زیادہ چھوٹے، بلکہ درمیانے قد والے تھے۔ لیکن جب آپ کسی کے ساتھ چلتے تو وہ جتنا بھی لمبا ہو آپ سے چھوٹا نظر آتا، اور جب جدا ہوتا تو پھر لمبا معلوم ہونے لگتا۔

آپ فرمایا کرتے: ''سارا خیر درمیانے قد میں رکھا گیا ہے۔

ابن سبع نے ''الخصائص'' میں ذکر کیا کہ جب آپ بیٹھتے تو تمام بیٹھنے والوں میں آپ کے کندھے سب سے بلند نظر آتے۔

آپ نہایت پُرجلال اور عظمت والے تھے۔ آپ کا چہرہ چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

درمیانے قد سے تھوڑا بلند اور لمبے سے تھوڑا چھوٹے تھے سر بڑا تھا۔ بال ہلکے گھنگریالے تھے اگر مانگ نکالتے تو نکالتے ورنہ ایسے ہی رہنے دیتے بال کان کی لو تک ہوتے رنگ چمکدار سفید تھا پیشانی کشادہ تھی ابرو خمدار تھے؛ مگر آپس میں ملے ہوئے نہ تھے، ان کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ آنے پر نمایاں ہوتی تھی ناک سیدھی تھی، جس پر ہلکا نور چمکتا تھا جو غور سے نہ دیکھتا وہ سمجھتا کہ آپ کی ناک بلند ہے۔

آپ کی داڑھی گھنی تھی رخسار صاف تھے دہن کشادہ تھا دانت چمکدار تھے دانتوں میں ہلکی ہلکی کشادگی تھی گردن ایسی تھی جیسے چاندی کا صاف اور چمکدار ستون جسم کا تناسب بہترین تھا جسم بھرا ہوا اور مضبوط تھا پیٹ اور سینہ برابر تھے سینہ کشادہ تھا کندھوں کے درمیان فاصلہ زیادہ تھا جوڑ مضبوط تھے جب بدن کھلا ہوتا تو اس سے نور جھلکتا تھا سینہ اور پیٹ صاف تھے بازوؤں، کندھوں اور سینے کے اوپر کے حصے پر بال تھے کلائیاں لمبی تھیں ہتھیلیاں کشادہ، ہاتھ اور پاؤں مضبوط تھے انگلیاں دراز تھیں پاؤں کے تلوے گہرے اور زمین سے لگنے والے تھے، پانی ان پر ٹھہرتا نہ تھا جب چلتے تو مضبوطی سے قدم اٹھاتے چلنے میں وقار ہوتا، مگر رفتار میں تیزی ہوتی چلنے میں وسعت تھی چلتے ہوئے یوں لگتا گویا نشیب سے اتر رہے ہوں جب کسی طرف دیکھتے تو پورے بدن کے ساتھ متوجہ ہوتے نظریں نیچی رکھتے زیادہ تر زمین کی طرف دیکھتے آپ کی نظر غور و فکر والی تھی ساتھیوں کے پیچھے چلتے اور ملاقات کرنے والوں کو سلام میں پہل کرتے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کے دونوں دانتوں کے درمیان معمولی سا فاصلہ تھا، جب آپ گفتگو فرماتے تو ایسا محسوس ہوتا گویا آپ کے دانتوں کے درمیان سے نور نکل رہا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے زیادہ خوبصورت قدموں والے تھے۔

میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، اور میں آپ کی پاؤں کی شہادت کی انگلی کی لمبائی کو کبھی نہیں بھولی، وہ آپ کی باقی انگلیوں کے مقابلے میں لمبی تھی۔ اسے امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پنڈلیوں میں باریکی تھی، اور یہ باریکی پنڈلیوں میں پسندیدہ سمجھی جاتی ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا پتھروں سے قدم نکالتے ہوئے جا رہے ہوں، یا کسی نشیب سے اتر رہے ہوں، آپ قدم اٹھا کر رکھتے، اور وقار کے ساتھ نرم چال چلتے، مگر تکبر کے بغیر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چلتے تو پوری قوت اور مضبوطی کے ساتھ چلتے تھے، یعنی آپ کے اعضاء میں کمزوری یا سستی نہیں ہوتی تھی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تو آپ کے صحابہ آپ کے آگے آگے چلتے اور پیچھے آپ کے لیے جگہ خالی چھوڑ دیتے تاکہ فرشتے آپ کے پیچھے چلیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے ہوئے کبھی ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے۔

اگر چلتے ہوئے آپ کی چادر یا کپڑا درخت میں اٹک جاتا تو آپ مڑ کر نہیں دیکھتے تھے؛ بلکہ صحابہ اسے سنوار دیتے۔

چلتے ہوئے آپ کا انداز ایسا ہوتا گویا کسی چیز پر سہارا لیے ہوئے ہوں (یعنی وقار اور جلال کے ساتھ)۔

آپ کا چلنے کا انداز ایسا تھا جس سے معلوم ہوتا کہ آپ نہ عاجز ہیں نہ سست۔

کبھی ایسا نہیں ہوتا تھا کہ دو آدمی آپ کے بالکل پیچھے چلتے۔ اگر تین افراد ہوتے تو آپ درمیان میں چلتے، اور اگر زیادہ لوگ ہوتے تو آپ کسی کو آگے کر دیتے۔

جب آپ نعلین (جوتے) پہنتے تو دایاں جوتا پہلے پہنتے اور جب اتارتے تو بایاں پہلے اتارتے۔

جب مسجد میں داخل ہوتے تو دایاں پاؤں پہلے رکھتے۔
آپ کو ہر کام میں دائیں جانب سے شروع کرنا پسند تھا، خواہ لینا دینا ہو یا کوئی اور کام۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا، گویا سورج آپ کے چہرے میں چمک رہا ہو۔ اور میں نے کبھی کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ تیز چلنے والا نہیں دیکھا۔ ایسا لگتا تھا کہ زمین آپ کے لیے لپیٹی جا رہی ہے۔ ہم لوگ آپ کے ساتھ چلنے میں تھک جاتے تھے؛ لیکن آپ کو اس میں کوئی تکلف یا تھکاوٹ نہیں محسوس ہوتی تھی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور تھے۔ جب آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ چاند اور سورج کی طرح روشن اور گولائی لیے ہوئے تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں نے کبھی کسی کو لمبے بالوں اور سرخ لباس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کسی چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا، گویا سورج آپ کے چہرے میں رواں دواں ہو جب آپ ہنستے تو آپ کے دانتوں کی چمک دیواروں پر منعکس ہوتی۔
حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: دور سے دیکھنے پر سب سے زیادہ جاذبِ نظر اور قریب سے دیکھنے پر سب سے زیادہ خوبصورت اور حسین۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں نے ایک چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، آپ کے بدن پر سرخ چادر تھی۔ میں کبھی آپ

کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف؛ لیکن میرے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاند سے بھی زیادہ خوبصورت نظر آتے تھے۔

ایک شخص نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح چمکدار تھا؟

انہوں نے فرمایا: نہیں! بلکہ آپ کا چہرہ چاند کی طرح تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک روشن سفید (چمکدار گندمی) تھا، نہ زیادہ گورا کہ سفید چمڑی والے کی طرح ہو اور نہ ہی گہرا گندمی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جناب ابو طالب نے آپ کی شان میں کہا:

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الغَمَامُ بِوَجْهِهِ
ثِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلأَرَامِلِ

وہ روشن چہرہ والے ہیں، جن کے چہرے کی برکت سے بادل سے بارش مانگی جاتی ہے، وہ یتیموں کا سہارا اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ روشن سفید تھا، آپ کا پسینہ موتیوں جیسا معلوم ہوتا۔ جب آپ چلتے تو قدرے جھک کر وقار سے چلتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ حسین چہرے والے اور سب سے زیادہ منور تھے۔ آپ کا حال بیان کرنے والا ہر شخص یہی کہتا تھا کہ آپ کا چہرہ مکمل چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔

لوگ کہا کرتے تھے کہ آپ وہی ہیں جن کی تعریف ان کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان اشعار میں کی ہے

أَمِينٌ مُصَطفًى لِلْخَيْرِ يَدْعُو
كَضَوْءِ الْبَدْرِ زَايَلَهُ الغَمَامُ

امین اور چُنے ہوئے نبی ہیں، جو بھلائی کی طرف بلاتے ہیں، جیسے چودھویں کے

چاند کی روشنی جو بادلوں سے صاف ہو کر ظاہر ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفید تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چاندی سے ڈھالا گیا ہو۔ آپ کے بال ہلکے گھنگھریالے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سفید تھا، جو ہلکی سرخی لیے ہوئے تھا آپ کی آنکھوں کی پتلیاں گہری سیاہ تھیں، اور آپ کی پلکیں لمبی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ کے بندوں میں سب سے زیادہ خوبصورت گردن والے تھے آپ نہ لمبے کہ گردن لمبی معلوم ہو اور نہ چھوٹے کہ گردن چھوٹی لگے۔ آپ کی گردن کا وہ حصہ جو سورج اور ہوا کے سامنے آتا، ایسا لگتا تھا جیسے ''إبریق فضّۃ مشرّب ذہبا'' (چاندی کا آبخورہ جس میں سنہری جھلک ہو)، جو چاندی کی سفیدی اور سونے کی سرخی کے درمیان چمکتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ خوبصورت ہونٹ والے اور سب سے لطیف دہن والے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ کشادہ تھا، آپ کے بدن کے گوشت میں ایسا تناسب تھا کہ کوئی حصہ دوسرے پر غالب نہ تھا؛ جیسے آئینہ ہموار ہوتا ہے اور جیسے چاند کی سفیدی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیٹ پر تین نرم نرم تہیں تھیں جن میں سے ایک کو تہبند ڈھانپ لیتا تھا۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شکم مبارک کی طرف دیکھا تو ایسا لگتا جیسے تہہ در تہہ کاغذات رکھے ہوئے ہوں۔

حضرت محرش کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعرانہ سے رات کے وقت عمرہ ادا کیا۔ میں نے آپ کی پشت مبارک کی طرف دیکھا تو وہ چاندی کی ڈلی کی طرح چمک رہی تھی۔

کتاب ''المواہب'' میں مقاتل بن حیان کے حوالے سے ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: ''سن اور اطاعت کر اے پاکدامن کنواری کے بیٹے! میں نے تجھے بغیر باپ کے پیدا کیا تاکہ تجھے جہانوں کے لیے نشانی بناؤں۔ بس میری ہی عبادت کر اور مجھ پر ہی توکل کر۔ اہل سوران سے کہہ دے کہ میں اللہ ہوں، ہمیشہ زندہ رہنے والا، جو کبھی زائل نہ ہوگا۔ اور نبی اُمّی پر ایمان لے آؤ جو اونٹنی پر سوار ہوگا، صوفیانہ لباس پہنے ہوگا، سر پر عمامہ، پاؤں میں نعلین، ہاتھ میں عصا ہوگا۔ اس کے بال گھنگھریالے ہوں گے، پیشانی کشادہ ہوگی، دونوں بھنویں ملی ہوئی، پلکیں لمبی، آنکھیں بڑی اور سیاہ، ناک بلند، رخسار روشن، داڑھی گھنی، چہرے پر پسینہ موتیوں کی طرح چمکتا ہوگا، اور اس کے جسم سے مشک کی خوشبو آئے گی، اور اس کی گردن چاندی کے آبخورہ) کی طرح ہوگی۔

ابن الاثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھنوؤں کی صحیح صفت یہ ہے کہ وہ پوری تھیں، لیکن آپس میں ملی ہوئی نہ تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے:

الحمد لله الّذی سوّی خلقی فعدّله، وکرّم صورة وجهی فحسّنها، وجعلنی من المسلمین۔

ترجمہ: تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے میری تخلیق کو درست بنایا، میرے چہرے کو عزت دی اور خوبصورت بنایا، اور مجھے مسلمانوں میں شامل کیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آئینہ دیکھتے تو فرماتے

»الحمد لله الّذی حسّن خلقی وخلقی، وزان منّی ما شان من غیری.

ترجمہ: تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے میرے ظاہر و باطن کو خوبصورت بنایا اور میرے عیبوں کو چھپا دیا جو دوسروں میں ظاہر ہوتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے:

أشبه النّاس بآدم صلی اللہ علیہ وسلم، وکان أبی إبراہیم صلی اللہ علیہ وسلم أشبہ النّاس بی خلقا وخلقا

میں حضرت آدم علیہ السلام سے سب سے زیادہ مشابہ ہوں، اور میرے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام شکل وسیرت میں میرے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے تمام انبیاء دکھائے گئے؛ تو میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جسمانی ساخت“ قبیلہ شنوءہ ”کے آدمیوں جیسا تھا۔ اور میں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو دیکھا تو ان سے سب سے زیادہ مشابہ مجھے عروہ بن مسعود لگے۔ اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو ان سے سب سے زیادہ مشابہ مجھے خود اپنی ذات لگی۔ اور میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا تو ان سے سب سے زیادہ مشابہ دحیہ کلبی کو پایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک کشادہ تھی۔ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان خاتم النبوۃ تھا، جو دائیں کندھے کے قریب تھا۔ اس پر ایک سیاہ تِل تھا جس میں زردی کا شائبہ تھا اور اس کے گرد چند بال تھے جو گھوڑے کے ایال جیسے معلوم ہوتے تھے۔ یہ خاتم سرخ رنگ کا ایک گوشت ابھار تھا جو کبوتر کے انڈے کے برابر تھا۔

حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ آمد کے وقت ایک پلیٹ کھجور لے کر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دی۔ آپ نے پوچھا: یا سلمان.. ما ہذا؟ سلمان یہ کیا ہے؟

کہا: یہ صدقہ ہے، آپ اور آپ کے صحابہ کے لیے۔ آپ نے فرمایا:

ارفعها، فإنّا لا نأکل الصدقۃ۔ اسے اٹھالو، ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

چنانچہ حضرت سلمان نے وہ اٹھالیا۔

پھر دوسرے دن ویسی ہی ایک پلیٹ لے کر آئے اور عرض کیا: یہ آپ کے لیے ہدیہ

ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: أبسطوا۔ کھاؤ۔

پھر حضرت سلمان نے آپ کی پشت مبارک پر خاتم النبوۃ کو دیکھ لیا اور فوراً ایمان لے آئے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے یہودیوں کے غلام تھے۔ ان کے مالک نے شرط رکھی تھی کہ آپ ان کے لیے کھجور کے درخت لگائیں گے اور جب وہ درخت پھل دیں گے تو سلمان آزاد ہو جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے دستِ مبارک سے کھجور کے درخت لگائے، صرف ایک درخت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لگایا تھا، وہی درخت بار آور نہ ہو سکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما شأن ہذہ النخلۃ؟ اس درخت کو کیا ہوا؟

کہا گیا: اسے عمر نے لگایا ہے۔ آپ نے اس درخت کو اکھاڑا اور اپنے دستِ مبارک سے دوبارہ لگایا تو وہ بھی اسی سال پھل دینے لگا۔

دوسری فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بینائی اور سرمہ لگانا

حضور کی بینائی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بینائی کا یہ حال تھا کہ آپ رات کے اندھیرے میں بھی ایسے دیکھتے جیسے دن کی روشنی میں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پشت کی طرف صفوں میں لوگوں کو اسی طرح دیکھ لیتے جیسے سامنے دیکھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بینائی کی قوت کا یہ عالم تھا کہ آپ الثریا (ستاروں کا جھرمٹ) میں گیارہ ستارے دیکھتے تھے۔

الثریا: قمر کے منازل میں سے ایک منزل ہے، جس میں بہت سے ستارے ہیں۔ عام لوگ چھ یا سات تک ہی دیکھ سکتے ہیں۔ پورے بارہ ستارے صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی اندھیرے کمرے میں نہیں بیٹھتے تھے یہاں تک کہ چراغ روشن کر دیا جاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سبزہ اور بہتا ہوا پانی دیکھنا بہت پسند تھا۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الأترجّ (بڑا خوشبودار پھل) دیکھنا پسند تھا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرخ سیب دیکھنا پسند تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرمہ لگانے کا طریقہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سرمہ لگاتے تو دونوں آنکھوں میں دو دو سلائیاں ڈالتے اور ایک درمیان میں مشترک ہوتی، یعنی ہر آنکھ میں دو بار اور ایک دونوں آنکھ میں، اس طرح کل پانچ سلائیاں ہوتیں، اور یہ عدد وتر (طاق) ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سرمہ لگاتے تو ہمیشہ طاق عدد میں لگاتے، اور جب مٹی سے استنجا لیتے تو وہ بھی طاق عدد میں لیتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مستقل ایک سرمہ دانی تھی، جس سے ہر رات تین بار دائیں آنکھ میں اور تین بار بائیں آنکھ میں سرمہ لگاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سفر وحضر میں پانچ چیزیں ہمیشہ رہتی تھیں:

آئینہ

سرمہ دانی

کنگھی

مسواک

المدرک: (ایسا آلہ جو لوہے یا لکڑی کا بنا ہوتا تھا، کنگھے کے دانت کی شکل میں مگر لمبا، بالوں کے الجھنے پر استعمال کیا جاتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کتحلوا بالإثمد، فإنّہ یجلو البصر، وینبت الشّعر۔

ترجمہ: ''اثمد'' سرمہ لگاؤ، کیونکہ یہ نظر کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بال اگاتا ہے۔

امام الباجوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جن کی آنکھیں صحت مند ہوں۔ اور جو لوگ آنکھ کی بیماری میں مبتلا ہوں ان کے لیے ''اثمد'' نقصان دہ ہو سکتا ہے، کیونکہ ''اثمد'' ایک معدنی پتھر ہے جس کا معدن مشرق میں ہے، یہ کالا ہوتا ہے اور اس میں سرخی کی آمیزش ہوتی ہے۔

باجوری نے مزید لکھا کہ اگر کوئی شخص سرمہ لگانے کا عادی ہو تو ''اثمد'' اس کے لیے مفید ہے، لیکن اگر عادی نہ ہو تو اس سے آنکھ میں آشوب ہو سکتا ہے۔

تیسری فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں، ان کے سفید ہونے، خضاب اور اس سے متعلق امور کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال درمیانے تھے، نہ بالکل سیدھے اور نہ بہت زیادہ گھنگریالے، بلکہ ان دونوں کے درمیان تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بال کنگھی کرتے تو وہ یوں معلوم ہوتے جیسے ریت پر خوبصورت لہریں بنی ہوں۔ بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بالوں کی چار لٹیں بناتے، اس طرح کہ ہر کان کے اطراف میں دو دو لٹیں ہوتیں۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالوں کو صرف کانوں پر چھوڑ دیتے تو آپ کی رخساروں کی چمک دمک نظر آتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال نہ تو زیادہ لمبے تھے کہ جمہ کہلاتے اور نہ ہی بہت چھوٹے تھے کہ وفرۃ کہلاتے، بلکہ درمیانے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال اکثر اوقات شانوں تک آتے، اور کبھی کبھی صرف کانوں کی لو تک ہوتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بدن خوبصورت اور متناسب تھا، کندھوں کے درمیان فاصلہ زیادہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال کبھی شانوں تک، کبھی کان کی لو تک، اور کبھی دونوں کانوں کے درمیان درمیانی لمبائی تک ہوتے۔

شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بالوں کو سیدھا چھوڑتے تھے جیسا کہ اہل کتاب کرتے تھے، اور اس وقت کے مشرکین بالوں کے درمیان مانگ نکالتے تھے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پسند تھا کہ اہل کتاب کی موافقت کریں، جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہ ہو۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مانگ نکالنا شروع کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کے اگلے حصے کی داڑھی خوبصورت

تھی، جسے سبلہ کہتے ہیں داڑھی گھنی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داڑھی کو بڑھاتے اور مونچھیں تراشتے۔

کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داڑھی کی کچھ مقدار لمبائی اور چوڑائی سے تراشتے بھی تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اپنی داڑھی کو کنگھی کرتے تھے، اور مسواک اور کنگھی ہمیشہ ساتھ رکھتے جب آئینے میں دیکھتے تو اپنی داڑھی کو سنوارتے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی معاملے کی فکر ہوتی تو آپ اپنی داڑھی کو بار بار ہاتھ لگاتے۔ اور جب شدید غم لاحق ہوتا تو اپنی داڑھی کو ہاتھ میں لے کر غور سے دیکھتے۔

وضو کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی داڑھی کے اندر پانی پہنچانے کا خاص اہتمام فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اپنے سر میں تیل لگاتے، داڑھی سنوارتے اور سر پر قناع (ڈھانپنے والا کپڑا) رکھتے تاکہ تیل کپڑوں یا عمامہ کو خراب نہ کرے جب آپ تیل لگاتے تو بائیں ہاتھ میں تیل لے کر پہلے ابرو، پھر آنکھوں، پھر سر پر لگاتے۔

آپ کو اپنے تمام کاموں میں دائیں جانب سے ابتدا کرنا پسند تھا، چاہے وہ وضو کرنا ہو، کنگھی کرنا ہو، جوتے پہننا ہو، یا کوئی اور کام۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بائیں ہاتھ کو بیت الخلا اور دوسری ناگوار چیزوں کے لیے اور دائیں ہاتھ کو کھانے، پینے، وضو، لباس پہننے، لین دین اور ہر پاکیزہ کام کے لیے مخصوص رکھتے تھے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیٹتے تو دائیں کروٹ قبلہ رخ لیٹتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: "میں حالتِ حیض میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک میں کنگھی کرتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بال بناتے اور کبھی چھوڑ دیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اور داڑھی میں سفیدی نہایت کم تھی، تقریباً سترہ

(۱۷) بال سفید تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: "یا رسول اللہ! آپ کے بالوں میں سفیدی آگئی ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا: شیّبتنی ہود، والواقعۃ، والمرسلات، وعمّ یتسائلون، وإذا الشّمس کوّرت۔

یعنی: "مجھے سورۂ ہود، الواقعہ، المرسلات، عمّ یتساءلون، اور إذا الشّمس کوّرت نے بوڑھا کر دیا"۔

کیونکہ ان سورتوں میں قیامت کے احوال اور ہولناک مناظر کا بیان ہے، جو آپ کو اپنی امت کی فکر میں پریشان کر دیتا تھا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب کیا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔

عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں: میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ بال دیکھے جو خضاب کیے ہوئے تھے۔

اور صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کی کئی اسانید سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب نہیں کیا تھا، کیونکہ آپ کے سفید بال اتنے نہیں تھے کہ خضاب کی ضرورت ہوتی۔ البتہ بعد میں جن کے پاس وہ بال محفوظ تھے، انہوں نے ان پر خضاب لگا دیا تا کہ وہ دیر تک محفوظ رہیں۔

اسی طرح صحیحین اور سنن ابی داود میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی داڑھی کو 'وَرس' اور زعفران سے رنگتے تھے۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، آپ کے صرف کنپٹیوں میں کچھ سفیدی تھی، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہندی اور کتم

سے خضاب کیا۔

(کتم ایک ایسا پودا ہے جس سے سرخی مائل سیاہی نکلتی ہے۔)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: صحیح قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کبھار خضاب کیا، لیکن اکثر اوقات نہیں کیا، تو ہر راوی نے اپنی اپنی رؤیت کے مطابق روایت کیا اور سب سچے ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر مسلم اقوام کی مخالفت کے طور پر سفید بالوں کو رنگنے کا حکم دیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینے ایک مرتبہ جسم کے زائد بال صاف کرنے کے لیے نُورہ استعمال فرماتے تھے۔

نورہ" ایک خاص قسم کا سفوف ہوتا ہے جو بالوں کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا اور ناخن ہر پندرہ دن میں کاٹتے تھے۔

جب نورہ لگاتے تو اپنی شرمگاہ اور اس کے آس پاس کے بال خود اپنے ہاتھ سے صاف کرتے، اور باقی جسم کے حصے آپ کے اہل خانہ نورہ لگا کر صاف کرتے تھے۔

جمعہ کے دن ناخن تراشتے اور مونچھیں کاٹتے تھے، اور یہ کام نماز کے لیے روانہ ہونے سے پہلے انجام دیتے تھے۔

اس بات کا حکم فرماتے تھے کہ جسم سے جدا ہونے والی چیزیں جیسے بال اور ناخن وغیرہ زمین میں دفن کر دیے جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات چیزوں کو دفن کرنے کا حکم دیا کرتے تھے:

۱۔ بال

۲۔ ناخن

۳۔ خون

۴۔ حیض کا کپڑا

۵۔ دانت

٦۔علقہ (وہ خون جوعورت کے حمل میں جنین کی شکل اختیار کرنے سے پہلے جم جاتا ہے۔

۷۔ مشیمہ (وہ جھلی جو بچے کی پیدائش کے بعد نکلتی ہے)۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کا حجام آپ کے سر کے بال مونڈ رہا تھا، اور صحابۂ کرام آپ کے ارد گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ آپ کے جسم مبارک کا کوئی بال زمین پر نہ گرنے پائے، بلکہ ہر صحابی چاہتا تھا کہ وہ آپ کے مبارک بال کو حاصل کرے۔

چوتھی فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے اور آپ کی قدرتی خوشبو کا بیان

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت زیادہ پسینہ آتا تھا، اور آپ کے چہرۂ مبارک پر پسینہ موتیوں کی طرح چمکتا تھا، اور اس کی خوشبو خالص مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ اور خوشبودار ہوتی تھی۔

جب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو اس کی شدت سے آقا کے جسم پر گرانی گزرتی، اور آپ کے ماتھے سے موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے بہنے لگتے، چاہے وہ وقت سردی کا ہی کیوں نہ ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر قیلولہ (دوپہر کا آرام) فرماتے تھے۔ وہ آپ کے لیے چمڑے کا ایک کپڑا بچھا دیتیں، اور آپ اس پر آرام فرماتے۔ چونکہ آپ کو بہت پسینہ آتا تھا، تو وہ خاتون آپ کے پسینے کو جمع کر لیتی تھیں اور اسے خوشبوؤں میں شامل کر کے استعمال کرتی تھیں۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: "اُمّ سلیم! یہ کیا ہے؟" انہوں نے عرض کیا: "یہ آپ کا پسینہ ہے، ہم اسے اپنے خوشبوؤں میں شامل کرتے ہیں کیونکہ یہ سب سے عمدہ خوشبو ہے۔"

ایک اور روایت میں حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: "یا رسول اللہ! ہم آپ کے پسینے کی برکت کی امید رکھتے ہیں تاکہ اسے اپنے بچوں کے لیے استعمال کریں۔" تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم نے بالکل درست کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک ریشم سے بھی زیادہ نرم تھے، اور آپ کے ہاتھوں کی خوشبو ایسی تھی جیسے کسی خوشبو ساز کے ہاتھوں پر خوشبو لگی ہو، چاہے آپ نے خوشبو استعمال کی ہو یا نہ کی ہو۔ اگر حضور کسی سے مصافحہ فرماتے تو وہ شخص پورے دن

تک اپنے ہاتھ سے خوشبو محسوس کرتا رہتا۔ اور اگر کسی بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے تو وہ بچہ باقی بچوں میں اپنے سر کی خوشبو سے پہچان لیا جاتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے کبھی کسی ریشم یا دبیز کپڑے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ سے زیادہ نرم نہیں پایا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے رخسار پر ہاتھ پھیرا، تو میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کی، گویا وہ خوشبو ساز کی خوشبو کے تھیلے سے نکلا ہوا ہاتھ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو دور سے محسوس کی جاتی تھی، اور اگر آپ کسی راستے سے گزرتے تو بعد میں آنے والا شخص سمجھ جاتا کہ یہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے ہیں؛ کیونکہ وہاں خوشبو باقی رہتی تھی۔

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ یہ خوشبو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی قدرتی خوشبو تھی، نہ کہ کسی خوشبو کا اثر۔

حضرت عتبہ بن فرقد کی بیوی اُمّ عاصم رحمہا اللہ فرماتی ہیں: "ہم چار عورتیں حضرت عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھیں، اور ہم میں سے ہر عورت پوری کوشش کرتی تھی کہ خوشبو میں اپنی ساتھی سے بڑھ جائے، لیکن حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کے بدن پر کوئی خوشبو نہیں لگی ہوتی تھی سوائے اس کے کہ وہ کبھی کبھی اپنی داڑھی پر تیل مل لیتے، پھر بھی ان کی خوشبو ہم سب کی خوشبو سے بہتر ہوتی تھی۔ جب وہ لوگوں کے درمیان جاتے تو لوگ کہتے کہ ہم نے عتبہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ خوشبو والا کسی کو نہیں پایا۔

میں نے ایک دن ان سے پوچھا: ''ہم اتنی کوشش کرتے ہیں خوشبو لگانے میں، لیکن آپ کی خوشبو ہم سب سے زیادہ اچھی ہے، یہ کیسے؟

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے زمانۂ نبوی میں ایک بیماری ہوگئی تھی جسے ''الشَّری'' کہا جاتا ہے (جسم پر خارش یا دانوں کی بیماری)، تو میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بیماری کی شکایت کی۔ حضور نے مجھے فرمایا کہ اپنے کپڑے اتار دو۔ میں نے اپنے کپڑے اتار دیے اور اپنی شرمگاہ پر کپڑا ڈال کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ میں لعابِ دہن ڈالا اور پھر میرے پیٹھ اور پیٹ پر ہاتھ پھیر دیا۔ اسی دن سے یہ خوشبو میرے جسم میں رچ بس گئی۔

یہ روایت امام طبرانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''المعجم الصغیر'' میں نقل کی ہے۔

اسی طرح ابو یعلی اور طبرانی رحمہا اللہ نے ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ اپنی بیٹی کی شادی کے اخراجات کے لیے مدد طلب کرے، لیکن اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ نہ تھا۔ حضور نے ایک شیشی طلب فرمائی، اور اس میں اپنا پسینہ مبارک ڈال کر فرمایا: ''اسے کہو کہ یہ خوشبو کے طور پر لگا لے۔'' جب وہ عورت یہ خوشبو لگاتی تو پورے مدینہ کے لوگ اس خوشبو کو محسوس کرتے، یہاں تک کہ اس کے گھر کو ''بیت المطیّبین'' (خوشبو والوں کا گھر) کے نام سے جانا جانے لگا۔

❁ ❁❁❁

پانچویں فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طیب (خوشبو) اور خوشبو لگانے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک سِکَّۃ تھی جس سے آپ خوشبو لگایا کرتے تھے۔

"سِکَّۃ" ایک قسم کی خوشبو ہے جو مختلف خوشبوؤں سے تیار کی جاتی ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ خوشبو رکھنے کا کوئی برتن ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشک لے کر اپنے سر اور داڑھی پر ملتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر پر مشک کی خوشبو لگا کر معطر فرمایا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ خوشبو کو کبھی رد نہیں کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کو رد نہیں فرمایا کرتے تھے۔

حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کو خوشبو دی جائے تو اسے رد نہ کرے، کیونکہ وہ جنت سے نکلی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو 'الفاغیہ' سب خوشبوؤں میں زیادہ محبوب تھی۔

"فاغیہ" سے مراد مہندی کا پھول ہے، جو خوشبودار ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشبودار چیزیں پسند تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو اور اچھی مہک کو بہت پسند فرماتے تھے اور کثرت سے استعمال کرتے تھے، اور اس کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہاری دنیا میں سے میرے لیے محبوب بنائی گئیں: عورتیں اور خوشبو، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

ایک روایت "حبّب إلیّ من دنیاکم ثلاث" (تمہاری دنیا کی تین چیزیں محبوب بنائی گئیں) مشہور ہے، مگر اس روایت میں لفظ "ثلاث" (تین) کسی بھی صحیح حدیث میں نہیں آیا۔

امام ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لفظ "ثلاث" کسی صحیح روایت میں نہیں ہے، اور اس کا اضافہ معنی کو خراب کرتا ہے۔ امام ولی الدین عراقی نے بھی اپنی مجالس میں یہی بات فرمائی، اور وضاحت کی کہ نماز دنیاوی چیزوں میں شامل نہیں، اسی لیے اس اضافے کو باطل قرار دیا۔ اسی بات کو زرکشی اور سخاوی رحمہما اللہ نے بھی بیان کیا اور تائید کی۔ ابن قیم نے بھی اس اضافے کو غلط قرار دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کو پسند اور بُری بُو کو ناپسند فرماتے تھے۔

چھٹی فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی مبعوث فرمایا، وہ خوبصورت چہرے والا اور خوبصورت آواز والا تھا، اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب میں سب سے زیادہ خوبصورت چہرے والے اور سب سے زیادہ خوبصورت آواز والے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز اتنی بلند تھی کہ وہاں تک پہنچ جاتی تھی جہاں کسی اور کی آواز نہیں پہنچ سکتی تھی۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایسا خطبہ دیا کہ (اس کی آواز) پردہ نشین جوان لڑکیاں بھی اپنے حجروں میں بیٹھ کر سن سکتی تھیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر بیٹھے اور فرمایا: ''بیٹھ جاؤ۔'' یہ آواز حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلے بنو غنم میں سنی تو وہ وہیں بیٹھ گئے''۔

حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ التیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِنیٰ میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ہماری سماعت کو ایسا کھول دیا کہ ہم اپنے گھروں میں بیٹھ کر بھی حضور کی باتیں سن سکتے تھے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''ہم رات کے وقت مسجد الحرام میں کعبہ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت سنا کرتے تھے، جب کہ میں اپنی چھت پر ہوتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ پر جلال کا اثر طاری

ہوجاتا اور آپ کی آواز بلند ہو جاتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے فرماتے جیسے کوئی لشکر کو خبردار کر رہا ہو کہ

''صبح یا شام تم پر حملہ ہونے والا ہے!''

ساتویں فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غصہ اور خوشی کی کیفیت

حضور کا غصہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غصہ ہوتے تو آپ کے چہرہ مبارک پر رضا اور غصہ دونوں کے آثار ظاہر ہو جاتے، کیونکہ آپ کی جلد صاف وشفاف تھی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ ہوتے تو آپ کے رخسار سرخ ہو جاتے تھے۔

اگر حضور کھڑے حالت میں غصہ ہوتے تو بیٹھ جاتے، اور اگر بیٹھے ہوتے تو لیٹ جاتے تا کہ غصہ ختم ہو جائے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ میں ہوتے تو سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کوئی جرات نہ کرتا کہ آپ سے بات کرے یا آپ کے قریب آئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ غصہ سے دور رہنے والے تھے اور سب سے زیادہ جلد خوش ہونے والے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے دین اور احکام کی خلاف ورزی پر غصہ ہوتے، ذاتی معاملات پر غصہ نہیں کرتے تھے۔

حق بات کو ہمیشہ نافذ فرماتے، خواہ وہ آپ کے یا آپ کے صحابہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہوتی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز کو ناپسند کرتے تو اس کا اثر آپ کے چہرے سے ظاہر ہو جاتا۔

حضور کی خوشی:

جب آپ خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہو جاتا۔

جب آپ خوش ہوتے تو ایسا محسوس ہوتا جیسے آپ کا چہرہ آئینہ ہے، اور دیواروں پر

آپ کے چہرہ کا عکس صاف محسوس ہوتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسکراہٹ اور ہنسی کا انداز:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کوئی بات فرماتے تو مسکرا کر فرماتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ بھی حضور کے ادب اور حضور کی اقتداء میں صرف مسکرایا کرتے، اور جب وہ حضور کی مجلس میں بیٹھتے تو اتنے مؤدب ہوتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

حضور صلی علیہ وآلہ وسلم کو اگر کبھی زیادہ ہنسی آجاتی تو اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لیتے تا کہ قہقہہ نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ خوش طبع اور خوش اخلاق انسان تھے۔

بعض احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی اتنا ہنستے کہ آپ کے داڑھ کے دانت نظر آجاتے، حالانکہ عام طور پر آپ کی ہنسی تبسّم کی حد تک تھی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میں جانتا ہوں کہ جنت میں سب سے پہلے کون داخل ہوگا اور سب سے آخر میں جہنم سے کون نکلے گا۔ قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا، اس کے سامنے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے اور بڑے گناہ چھپا دیے جائیں گے۔

پھر اس سے کہا جائے گا: فلاں دن تو نے فلاں فلاں گناہ کیا تھا؟

وہ مان لے گا اور اپنے بڑے گناہوں کو سوچ کر ڈر رہا ہے گا۔

پھر کہا جائے گا: ''تیرے ہر گناہ کے بدلے میں تجھے ایک نیکی دی گئی۔

وہ خوش ہو کر کہے گا: ''میرے اور بھی گناہ ہیں جو یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں۔

حضرت ابوذر فرماتے ہیں: ''میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کے داڑھ کے دانت ظاہر ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں جہنم سے سب سے آخر میں نکلنے والے شخص کو جانتا ہوں۔ وہ گھسٹتا ہوا نکلے گا۔

پھر اس سے کہا جائے گا: جنت میں جاؤ۔

جب وہ جنت میں داخل ہونے جائے گا تو کہے گا: یا اللہ! سب جگہیں بھر چکی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا: تمھیں وہ وقت یاد ہے؟

وہ کہے گا: ہاں۔

پھر فرمایا جائے گا: مانگو جو مانگنا چاہتے ہو۔

وہ مانگے گا۔ فرمایا جائے گا: تمہیں وہ سب دیا گیا جو تم نے مانگا، اور دس گنا دنیا کے برابر مزید دیا گیا۔

وہ حیرت سے کہے گا: کیا تو مجھ سے مذاق کر رہا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے؟

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: ''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کے داڑھ کے دانت ظاہر ہو گئے۔

حضرت عامر بن سعد کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے فرمایا: ''میں نے خندق کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر ہنستے دیکھا کہ آپ کے داڑھ کے دانت ظاہر ہو گئے۔

میں نے پوچھا: ''آپ کس بات پر ہنسے؟''

انہوں نے فرمایا: ''ایک مشرک اپنی پیشانی کو ڈھال سے ڈھانپ رہا تھا۔ میں نے اس پر تیر پھینکا۔ جیسے ہی اس نے سر اوپر کیا، میں نے تیر مار دیا اور وہ تیر سیدھا اس کی پیشانی میں لگا اور وہ گر کر الٹا ہو گیا (اور اس کا ستر کھل گیا)۔

عامر بن سعد نے کہا: ''میں نے پوچھا: حضور کس بات پر ہنسے؟ تیر لگنے پر یا اس کے گرنے پر؟

حضرت سعد نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیر کے نشانے پر لگنے پر ہنسے (نہ کہ اس کی بے پردگی پر؛ کیونکہ یہ آپ کے شایان شان نہیں)۔

حضرت علی بن ربیعہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک جانور پر سوار ہوتے ہوئے دیکھا۔

جب آپ نے پاؤں رکاب میں رکھا تو کہا: ''بِسْمِ اللّٰہ''

جب اونچی جگہ پہنچے تو کہا: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ''

پھر پڑھا: سُبْحَانَ الَّذِی سَخَّرَ لَنَا ہٰذَا وَمَا کُنَّا لَہُ مُقْرِنِینَ وَإِنَّا إِلَی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ۔ پھر تین بار ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' اور تین بار ''اَللّٰہُ أَکْبَرُ'' کہا، پھر دعا کی: ''سُبْحَانَکَ إِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی فَاغْفِرْلِی، فَإِنَّہُ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ'' پھر ہنس پڑے۔

میں نے پوچھا: ''اے امیر المؤمنین! آپ کس بات پر ہنسے؟

انہوں نے فرمایا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح کرتے اور پھر ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔ میں نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ کس بات پر ہنسے؟ تو آپ نے فرمایا: بندہ جب یہ دعا مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرے بندے نے جان لیا کہ اس کے گناہوں کو میرے سوا کوئی معاف نہیں کرسکتا۔

❁ ❁❁❁

آٹھویں فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہنسنے، رونے اور چھینکنے کی کیفیت

حضور کا رونا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رونا بھی آپ کی ہنسی کی طرح باوقار اور معتدل تھا۔ آپ اتنی شدت سے نہیں روتے تھے کہ سانس اوپر نیچے ہو یا آواز بلند ہو، جیسے آپ کی ہنسی قہقہے والی نہ تھی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے یہاں تک کہ ڈاڑھی اور کپڑے بھیگ جاتے۔ آپ کے سینے سے ایسی آواز آتی جیسے کسی ہانڈی کے اندر پانی کھول رہا ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رونا کبھی کسی میت پر رحمت کے طور پر ہوتا، کبھی اپنی امت پر خوف یا شفقت کی وجہ سے، کبھی اللہ تعالیٰ کی خشیت میں، کبھی قرآن سنتے وقت، اور بعض اوقات رات کی نماز میں۔

حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا جب آپ نماز پڑھ رہے تھے تو آپ کے سینے سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے ابلتی ہوئی ہانڈی کی آواز ہوتی ہے، یہ آپ کے رونے کی آواز تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے لیے قرآن پڑھوں جبکہ وہ آپ ہی پر نازل ہوا ہے؟

حضور نے فرمایا: مجھے پسند ہے کہ میں اسے دوسروں سے سنوں۔

چنانچہ میں نے سورۂ نساء تلاوت کی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا:

وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَـٰؤُلَاءِ شَهِيدًا۔ [النساء:41]

تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آپ کی ایک چھوٹی بچی (یعنی آپ کی نواسی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی) کو لایا گیا جو موت کے قریب تھی۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے گود میں لیا اور اپنے سامنے رکھا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہی انتقال کر گئی۔

اس پر حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا چیخ کر رونے لگیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم رسول اللہ کے سامنے روتی ہو؟ (یعنی ایسا رونا جس میں جزع وفزع ہو مناسب نہیں)۔

حضرت اُم ایمن نے کہا: کیا میں آپ کو روتا ہوا نہیں دیکھ رہی؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:" جو میں کر رہا ہوں، یہ رونا نہیں بلکہ رحمت ہے۔ مومن ہر حال میں خیر پر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کی روح نکالی جا رہی ہوتی ہے تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بیٹی (حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا) کے جنازے میں حاضر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے پاس بیٹھے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات کے بعد بوسہ دیا جبکہ آپ رو رہے تھے۔

(حضرت عثمان بن مظعون، حضور کے رضاعی بھائی تھے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں اکثر آنسوؤں سے بھری رہتی تھیں۔

ایک مرتبہ سورج گرہن ہوا تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز شروع کی اور اس

میں اتنا روئے کہ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار کرتے ہوئے فرمایا:''یارب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ جب تک میں ان کے درمیان ہوں،تو انہیں عذاب نہیں دے گا؟اور جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے تو بھی عذاب نہ آئے گا؟ یارب! ہم تیری بارگاہ میں استغفار کرتے ہیں۔

حضور کا چھینکنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چھینکتے تو اپنا ہاتھ یا کپڑا اپنے منہ پر رکھ لیتے اوراس کے ذریعے آواز کو دھیمی کر لیتے۔

جب چھینکتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے۔جب لوگ یہ سنتے تو جواب میں کہتے: ''یرحمك الله'' (اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب میں فرماتے:

''یَہۡدِیکُمُ اللّٰہُ وَیُصۡلِحُ بَالَکُم''

(اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے حال کو درست کرے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں زور سے چھینکنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

اسی طرح بلند آواز سے چھینکنے کو بھی ناپسند فرماتے

رہی بات جمائی کی،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی جمائی نہیں لیتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے محفوظ رکھا تھا۔

کسی نبی نے کبھی جمائی نہیں لی۔البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسروں سے جمائی آنا ناپسند فرماتے تھے۔

نویں فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام اور خاموشی کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو تم لوگوں کی طرح مسلسل اور جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی، بلکہ حضرت کا کلام واضح، صاف اور جدا جدا ہوتا تھا، جو بھی آپ کے پاس بیٹھتا، وہ اسے اچھی طرح یاد کر لیتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں ترتیل (سہولت اور ٹھہراؤ) ہوتی تھی۔

گفتگو اتنی صاف ہوتی کہ جو سنتا وہ محفوظ کر لیتا۔

جب کوئی بات فرماتے تو تین بار فرماتے؛ تا کہ پوری طرح سمجھ آجائے۔

اور جب کسی کے پاس سے گزرتے اور ان کو سلام کرتے تو تین بار سلام کرتے۔

جب مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور بات کرتے تو اکثر اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھایا کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے آرام اور ترتیب سے گفتگو کرتے کہ اگر کوئی گننے والا ہوتا تو اس کے الفاظ گن لیتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ خاموش رہنے والے تھے۔فضول اور غیر ضروری بات کبھی نہیں کرتے تھے۔

اگر کوئی شخص ناپسندیدہ بات کرتا تو اس کی طرف توجہ نہ فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان محفوظ رکھتے تھے،سوائے ان باتوں کے جو آپ کے مقصد اور ضرورت سے متعلق ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کم گو تھے مگر بات کرتے تو نرم اور آسان انداز میں کرتے۔

سمجھانے کے لیے کبھی کبھی بات کو دوبار دہراتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو گویا ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتیوں کی طرح ترتیب وار ہوتی۔

بُرے اور ناپسندیدہ کلمات سے کنارہ کش رہتے تھے۔

اگر مجبوری سے کوئی ایسی چیز ذکر کرنی پڑتی جو عرف میں ناپسندیدہ ہو تو آپ اشارے یا کنایے سے بیان کرتے۔

ہر دو قدم کے درمیان اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

دسویں فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی قوت کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی قوی اور طاقتور تھے۔

ابن اسحاق وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں رُکانہ نامی ایک شخص تھا، جو بہت طاقتور پہلوان تھا۔لوگ دور دور سے آ کر اس کے ساتھ کشتی کرتے اور وہ سب کو پچھاڑ دیتا تھا۔

ایک دن جب وہ مکہ کے ایک درّے میں تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے ملے اور فرمایا:

''اے رکانہ! کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا اور وہ بات قبول نہیں کرتا جس کی طرف میں تجھے بلا رہا ہوں؟

رکانہ نے جواب دیا:

''اے محمد! کیا تمہارے پاس کوئی نشانی ہے جو تمہارے سچا ہونے کی دلیل ہو؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اگر میں تجھے کشتی میں گرا دوں تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے گا؟

!رکانہ نے کہا:''ہاں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''آؤ کشتی کرو۔''

رکانہ نے کہا:''میں تیار ہوں۔

حضور آگے بڑھے اور اسے زمین پر پچھاڑ دیا۔

رکانہ حیران رہ گیا۔اس نے دوبارہ کشتی کی فرمائش کی تو حضور نے دوسری بار بھی گرا دیا پھر اس نے تیسری بار کی درخواست کی، حضور نے تیسری بار بھی اسے پچھاڑ دیا۔

رکانہ حیران وششدر کھڑا ہو گیا اور کہا:''آپ کا معاملہ واقعی عجیب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ کے علاوہ کئی اور پہلوانوں کو بھی کشتی میں ہرایا تھا۔

ان میں سے ایک ابوالاسود الجمحی تھا، جو انتہائی قوی جسم والا تھا۔اس کی قوت کا یہ عالم

تھا کہ وہ کسی گائے کی کھال پر کھڑا ہو جاتا اور دس آدمی مل کر کھال کے کناروں کو کھینچتے؛ لیکن وہ کھال اس کے پاؤں تلے سے نہیں نکلتی تھی، بلکہ چاک ہو جاتی تھی؛ مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتا تھا۔

یہ شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل آیا اور کہا: ''اگر تم مجھے گرا دو تو میں ایمان لے آؤں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بھی پچھاڑ دیا؛ لیکن وہ ایمان نہ لایا۔

نکاح اور ازدواجی معاملات میں قوت:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن یا رات کے ایک ہی وقت میں اپنی تمام بیویوں کے پاس جاتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں گیارہ تھیں۔

ابن منیع نے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت نو ازواج کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔

حضرت صفوان بن سلیم سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میرے پاس جبرائیل ایک کھانے کا برتن لائے، میں نے اس میں سے کھایا، تو مجھے جماع (ازدواجی معاملات) میں چالیس مردوں کی قوت عطا کر دی گئی۔

طاؤس اور مجاہد سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس مردوں کے برابر ازدواجی قوت عطا کی گئی تھی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ مجاہد نے کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اہلِ جنت کے چالیس مردوں کے برابر قوت عطا کی گئی۔

حضرت زید بن ارقم سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اہلِ جنت میں سے ہر شخص کو کھانے، پینے، شہوت اور طاقت میں سو (۱۰۰) مردوں کی قوت دی جائے گی۔

تیسرا باب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس، بستر اور ہتھیار کا بیان

پہلی فصل: حضور کے لباس کے اقسام: قمیص، ازار، رداء، ٹوپی وغیرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس میں کُرتا، تہبند، چادر، ٹوپی، عمامہ اور اسی طرح کے دیگر لباس شامل تھے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشہور کتاب ''الشفا'' میں لکھا ہے کہ اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور مال کے ساتھ آپ کے طرزِ عمل پر غور کرو تو تمہیں یہ نظر آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زمین کے خزانوں اور شہروں کی کنجیاں عطا فرما دی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مالِ غنیمت کو جائز کر دیا گیا تھا، جبکہ آپ سے پہلے کسی نبی کے لیے یہ جائز نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں حجاز، یمن، پورا جزیرۂ عرب اور شام و عراق کے قریبی علاقے اسلام کے زیرِ نگیں آ گئے تھے۔ ان علاقوں سے خُمس، جِزیہ اور صدقات کی شکل میں جو مال مدینہ منورہ آتا تھا، وہ اتنا تھا کہ بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی اتنی دولت میسر نہ ہوتی تھی۔ مختلف علاقوں کے بادشاہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدے کیے، مگر ان سب کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ایک درہم بھی اپنے لیے نہ رکھا۔ نہ آپ نے مال جمع کیا، نہ ذاتی خزانے بنائے، بلکہ جو کچھ آتا فوراً اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ دوسروں کو خوشحال کرتے، مسلمانوں کی قوت میں اضافہ کرتے اور خود زہد و قناعت سے زندگی گزارتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ''مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس سونا چاندی ہو اور وہ رات میرے پاس گزارے، سوائے اس دینار کے جو قرض کے لیے مخصوص ہو۔

ایک بار کچھ دینار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے فوراً تقسیم کر دیے۔ کچھ بچ گئے تو آپ نے اپنی کسی زوجہ کو دے دیے۔ لیکن آپ کو چین نہ آیا یہاں تک کہ رات کو اٹھ کر وہ بھی تقسیم کر دیے، اور فرمایا: ''اب میں نے سکون پایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حال میں وفات پائی کہ آپ کی زِرَہ گھر والوں کی خوراک کے انتظام کے لیے ایک یہودی کے پاس گروی رکھی ہوئی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرزِ زندگی کی بنیاد قناعت تھی ضرورت کے مطابق کھاتے، سادہ لباس پہنتے اور سادہ رہائش اختیار کرتے۔ دنیا کی زیب و زینت اور آسائش سے مکمل بے نیاز تھے جو لباس میسر آتا، وہی پہن لیتے اکثر کپڑے کُھردُرے اور سادہ ہوتے، موٹے کمبل جیسا کپڑا یا عام یمنی چادریں استعمال کرتے کبھی کبھار ریشم کے سنہری کام والے قیمتی کپڑے آجاتے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں خود نہیں پہنتے تھے بلکہ تقسیم کر دیتے؛ جو صحابہ موجود ہوتے انہیں دیتے، اور جو نہ ہوتے ان کے لیے محفوظ رکھتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لباس میں زیب و زینت اور فخر کرنا عورتوں کا کام ہے، مردوں کے لیے اصل خوبی صاف ستھرا لباس اور درمیانے معیار کا ہونا ہے، ایسا لباس جو معاشرتی عزت کے منافی نہ ہو۔

''المواہب'' میں لکھا ہے کہ ظاہری خوبصورتی (چاہے شکل میں ہو یا لباس میں) کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم جو پسندیدہ ہے، وہ خوبصورتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، عبادت میں مدد دے اور دینِ اسلام کی خدمت کرے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہمان وفود کی آمد پر خود کو مزین فرماتے تھے۔ اسی طرح جنگ کے لیے ہتھیار پہننا، حتیٰ کہ ریشم پہننا بھی جائز تھا اگر مقصد، دین کی سربلندی ہو۔

دوسری قسم جو ناپسندیدہ ہے، وہ خوبصورتی ہے جو دنیا داری، فخر و غرور یا تکبر کے لیے ہو، یا شہرت و ریاکاری کی نیت سے ہو۔

تیسری قسم ایسی خوبصورتی جس میں نہ ثواب ہو نہ گناہ۔ یعنی وہ لباس یا زیبائش جس کے پیچھے نہ کوئی دینی نیت ہو نہ دنیاوی دکھاوا بلکہ جو سادگی اور سہولت کی بنیاد پر ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول یہی تھا کہ سادگی پر قناعت فرماتے تھے جو چیز نہ دنیا داری کے لیے ہو، نہ خاص دینی نیت سے بلکہ صرف ضرورت کی بنیاد پر ہو وہی آپ کا معمول تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی خاص قسم کے لباس کی خواہش نہیں کی۔ نہ کبھی قیمتی کپڑوں کی طلب کی جو بھی لباس میسر آتا، وہی پہنتے۔

امام ابونعیم نے ''حلیۃ الأولیاء'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مؤمن کی عزت کا حصہ یہ بھی ہے کہ اس کا لباس صاف ستھرا ہو اور جو میسر ہو اس پر قناعت کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو میلے کپڑوں میں دیکھا تو فرمایا: ''کیا اس کے پاس ایسی چیز نہیں کہ جس سے اپنے کپڑے صاف کر سکے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس کی خوبی یہ تھی کہ وہ آرام دہ اور موزوں ہوتے تھے۔ نہ عمامہ اتنا بڑا کہ بوجھ بن جائے، نہ اتنا چھوٹا کہ گرمی یا سردی سے حفاظت نہ کر سکے۔ نہ چادریں اتنی بھاری ہوتیں کہ بدن پر بوجھ بنیں۔ اور نہ آستینیں اتنی لمبی یا چوڑی ہوتیں کہ حرکت میں دشواری ہو۔

لباس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ پسندیدہ قمیص (کُرتا) تھا۔

قمیص سے مراد وہ سلا ہوا لباس ہے جس میں دونوں طرف آستینیں ہوں اور گردن کے لیے گلا کھلا ہو۔ عام طور پر اسے دوسرے کپڑوں کے نیچے پہنا جاتا ہے اور یہ صوف (اون) کا نہیں ہوتا۔ یہی تعریف لغت ''القاموس'' میں بھی مذکور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف ایک قمیص تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کھانے میں بھی دو اقسام جمع نہ کیں، نہ کپڑوں میں، نہ چادروں میں، نہ تہبند میں اور نہ جوتوں میں۔ ہمیشہ ایک ہی پر قناعت فرماتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قمیص کی آستین کلائی تک ہوتی تھی یعنی ہاتھ اور کہنی کے درمیان کے جوڑ تک۔

اور بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ قمیص کی آستین انگلیوں تک پہنچتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص ہمیشہ ٹخنوں سے اوپر ہوتی تھی اور اس کی آستین انگلیوں تک۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قمیص زیب تن فرماتے تو ہمیشہ دائیں طرف سے پہنتے۔

حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''میں مزینہ قبیلے کے چند افراد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیعت کرنے آیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قمیص کا بٹن کھلا ہوا تھا تو میں نے ہاتھ بڑھا کر آپ کے قمیص کے گلے میں ڈالا اور آپ کی مہرِ نبوت کو چھو لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ پسندیدہ لباس یمن کی بنی ہوئی خوبصورت دھاری دار چادر تھی، جسے ''حِبرَہ'' کہا جاتا ہے۔ یہ چادر خوشنما اور خوش رنگ ہوتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو سبز چادریں بھی تھیں، جن میں سبز دھاریاں تھیں، لیکن وہ مکمل سبز نہیں تھیں۔

اور حضور کو سبز رنگ کا لباس پسند تھا۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرخ رنگ کا جوڑا پہنے دیکھا ایسا لگتا تھا جیسے میں آپ کے پنڈلیوں کی چمک

دمک دیکھ رہا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹیوں کو ریشم اور قز (ریشم کی ایک قسم) کے اسکارف پہناتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی اپنے جسم پر ریشم کا لباس پاتے تو اسے اُتار دیتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس کی قیمت عموماً دس درہم ہوتی تھی۔

قَیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پر پرانے کپڑے تھے، جنہیں ''مُلَیّتین'' کہا گیا اور ''مُلیّتین'' کا مطلب ہے ایسے کپڑے جو مکمل بُنے ہوئے ہوں، سلائی نہ کی گئی ہو بلکہ ایک ہی بُنائی میں تیار کیے گئے ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، اور آپ پر قطر کا ایک کپڑا تھا جس کو آپ نے اپنے کندھوں پر ڈال رکھا تھا۔ پھر آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

قطر کا لباس یمن کا بنا ہوا ہوتا تھا، جو سوتی ہوتا اور اس میں سرخ دھاریاں یا نشان ہوتے، اور تھوڑا کھردرا سا ہوتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے، آپ کے اوپر سیاہ اون کی ایک چوڑی لمبی چادر تھی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنگ آستینوں والا رومی جُبّہ زیب تن فرمایا۔

جُبَّہ دوتہوں والا لباس ہوتا ہے، درمیان میں روئی یا کوئی نرم چیز بھری ہوتی ہے، لیکن کبھی کبھی اسے بغیر بھراوٹ کے بھی کہا جاتا ہے اگر اس کی اوپری تہہ اون کی بنی ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں کی آستینیں کلائی تک ہوتی تھیں۔آپ نے قُبا اور فرجی بھی پہنی، اور سفر میں تنگ آستینوں والا جبہ بھی زیب تن فرمایا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک طویل قمیص نکالی، جو کسریٰ (ایران کے بادشاہ) کے طرز کی طَیالِسہ قمیص تھی۔اس پر دیباج (ریشم کے کپڑے) کا گول گلا تھا اور اس کے دونوں اطراف کے کنارے بھی دیباج سے مزین تھے۔حضرت اسماء نے فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ ہے۔یہ پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا، اور جب ان کا انتقال ہوا تو میں نے اسے لے لیا۔یہ جبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہی لباس زیب تن فرماتے جو میسر ہوتا۔کبھی ایک چھوٹی سی چادر باندھ لیتے، کبھی یمن کی بنی ہوئی دھاری دار چادر اوڑھتے، اور کبھی اون کا جُبہ پہن لیتے۔جو بھی مباح لباس مل جاتا، اسے ہی استعمال فرماتے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمیں ایک پرانی اور پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹا تہبند نکال کر دکھایا اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال انہی کپڑوں میں ہوا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پیوند لگی چادر تھی جسے آپ زیب تن فرماتے اور فرمایا کرتے: ”میں تو ایک بندہ ہوں، ویسا ہی لباس پہنتا ہوں جیسا بندے پہنتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک سیاہ رنگ کی چادر بھی تھی، جسے آپ نے کسی کو ہبہ کر دیا۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، وہ سیاہ چادر کہاں گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے کسی کو دے دی۔“ حضرت ام سلمہ نے کہا: آپ کا سفید جسم اس سیاہ کپڑے میں جتنا خوبصورت لگتا تھا اتنا کسی دوسرے کپڑے میں مجھے نہیں لگتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی اپنی چادر کو سر پر لپیٹ لیتے اور کبھی نہیں لپیٹتے تھے۔ یہ وہی لباس تھا جسے عرفِ عام میں طَیلسان کہا جاتا ہے۔

عام طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کپاس سے بنے ہوئے لباس پہنتے تھے۔ کبھی کبھار اون یا کتان کے کپڑے بھی استعمال کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ سیاہ اون کا لباس بھی پہنا۔ ایک بار آپ نے اون کی بنی ہوئی ایک چادر اوڑھی تو اس میں بھیڑ کی مخصوص بو محسوس ہوئی، تو آپ نے اسے اتار دیا۔

آپ کے پاس ازار (تہبند) بھی تھا۔ اور آپ نے ایسے جوتے بھی پہنے جنہیں اُس زمانے میں ''تاسومہ'' کہا جاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک زعفران سے رنگی ہوئی چادر بھی تھی، جسے آپ اپنے گھروں میں لے جایا کرتے تھے جب آپ کسی زوجہ کے ہاں رات گزارتے تو صبح وہ بیوی دوسری زوجہ کے پاس یہ چادر بھیج دیتی، اور وہ اسے ہلکا سا پانی چھڑک کر معطر کر دیتی تاکہ زعفران کی خوشبو نکل آئے، اور پھر آپ اسی چادر میں سوتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اور زعفرانی چادر بھی تھی، جس میں آپ نے لوگوں کو نماز بھی پڑھائی۔ کبھی کبھی آپ تنہا اسی چادر میں ہوتے، اور بدن پر اس کے سوا کچھ نہ ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں تہبند باندھ کر نماز پڑھتے، اس کے ایک کنارے کو اپنے کندھوں پر ڈال لیتے اور باقی حصہ اپنی کسی زوجہ پر ڈال دیتے، اور اسی حالت میں نماز ادا فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام کپڑے ٹخنوں سے اوپر ہوتے تھے۔ آپ کا تہبند آدھی پنڈلی تک ہوتا۔ آپ کی قمیص کے بٹن بند ہوتے، اور کبھی کبھی آپ نماز یا کسی اور موقع پر انہیں کھول بھی دیتے تھے۔

حضرت عبید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں مدینہ میں چل رہا تھا کہ میرے پیچھے ایک شخص نے کہا: ''اپنا تہبند اوپر کرلو، یہ زیادہ پرہیزگاری کا باعث ہے اور زیادہ باقی رہنے والا بھی۔'' میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو محض ایک ملحاء ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمہارے لیے میرے طرزِ عمل میں نمونہ نہیں؟'' میں نے دیکھا کہ آپ کا تہبند آدھی پنڈلی تک تھا۔

''ملحاء'' ایسی دھاری دار کالی چادر کو کہتے ہیں جس میں سفید لکیریں ہوں اور عام طور پر دیہاتی لوگ پہنتے تھے، یہ قیمتی کپڑوں میں شمار نہیں ہوتی تھی۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آدھی پنڈلی تک تہبند باندھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے: میرے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ایسے ہی تہبند پہنا کرتے تھے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری پنڈلی کے پٹھے کو پکڑا اور فرمایا: ''یہ تہبند باندھنے کی جگہ ہے۔ اگر اس سے نیچے کرنا ہی ہے تو اور نیچے کرلو، لیکن یاد رکھو کہ ٹخنوں پر تہبند کا کوئی حق نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ میں نے اپنا تہبند لٹکایا ہوا تھا، تو فرمایا: ''اے ابن عمر! زمین سے جو کپڑا لگے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ جہنم میں ہوگا۔

لیکن یہ وعید ان کے لیے ہے جو تکبر اور غرور کے ساتھ کپڑا لٹکاتے ہیں، جیسا کہ دیگر احادیث سے وضاحت ملتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا تہبند سامنے سے ذرا جھکا کر رکھتے اور پیچھے سے

اونچا رکھتے تھے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیا لباس پہنتے تو اس کا نام لیتے ،مثلاً قمیص یا عمامہ یا چادر، اور پھر فرماتے: ”اے اللہ! تیرے لیے ہی سب تعریف ہے، تو نے مجھے یہ لباس پہنایا، میں تجھ سے اس کی خیر اور جس مقصد کے لیے اسے بنایا گیا ہے، اس کی بھلائی مانگتا ہوں، اور اس کے شر اور جس مقصد کے لیے بنایا گیا ہے، اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیا لباس پہنتے تو اللہ کا شکر ادا کرتے ، دو رکعت نماز پڑھتے ،اور پرانا لباس کسی مستحق کو عطا فرما دیتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نیا لباس زیب تن فرماتے تو اسے جمعہ کے دن پہلی بار پہنتے تھے۔آپ کے پاس ایک چادر تھی جو عیدین اور جمعہ کے لیے مخصوص تھی۔

عیدین کے موقع پر سرخ دھاری دار چادر بھی پہنتے تھے۔ایک اور چادر بھی تھی جسے آپ عید پر زیب تن فرماتے تھے۔

ایک بار حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بازار میں تھے کہ انہوں نے ریشمی سبز لباس دیکھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ لباس آپ عید کے لیے کیوں نہیں رکھتے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”یہ لباس تو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے بچوں کو عید کے دن خوبصورت لباس اور زیورات پہنایا کرتے تھے اور انہیں رنگ برنگے کپڑے پہناتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمعہ کے لیے دو مخصوص لباس ہوتے تھے، جو عام دنوں کے لباس سے الگ ہوتے کبھی آپ صرف ایک تہبند پہنے ہوتے اور اس کے دونوں کنارے پیٹھ کے پیچھے باندھ لیتے۔آپ نے بعض اوقات اسی حالت میں جنازوں کی امامت فرمائی کبھی کبھی آپ گھر میں بھی صرف تہبند میں نماز پڑھتے اور اسے کندھوں پر

لپیٹ لیتے۔ بعض اوقات وہی تہبند ہوتا جسے آپ نے بیوی کے ساتھ مباشرت کے وقت بھی استعمال کیا ہوتا۔

جب آپ کے پاس کوئی وفد آتا تو آپ اپنی بہترین پوشاک زیب تن فرماتے اور اپنے خاص صحابہ کو بھی یہی حکم دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر کی لمبائی چھ گز اور تین شبر تھی۔ تہبند چار گز اور ایک شبر لمبا تھا اور چوڑائی دو گز اور ایک شبر تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی چادریں بھی پہنتے تھے جن میں سرخ دھاریاں ہوتی تھیں، لیکن خالص سرخ لباس پہننے سے آپ نے صحابہ کو منع فرمایا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم سفید لباس کو اختیار کرو، اپنے زندوں کو بھی یہی پہناؤ اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفن دو، کیونکہ یہ تمہارے بہترین کپڑوں میں سے ہے۔''

کتاب ''المواہب'' میں حضرت عروہ سے نقل کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر کی لمبائی چار گز اور چوڑائی دو گز اور ایک شبر تھی۔

ایک لطیف بات:

کہا گیا ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمیشہ خوشبو ہی ظاہر ہوتی تھی، اس لیے اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کا مبارک جسم ایسا تھا کہ آپ کا لباس کبھی میل کچیل سے آلودہ نہیں ہوتا تھا۔ اور کہا گیا کہ آپ کے کپڑوں میں کبھی جوئیں نہیں پڑتی تھیں۔

ابن سبع نے کتاب الشفا میں اور سبتی نے أعذب الموارد وأطیب الموالد میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام اور تعظیم کی خاطر کبھی جوئیں آپ کو اذیت نہیں دیتی تھیں۔

پھر کہا گیا: امام فخر رازی نے نقل کیا ہے کہ مکھیاں آپ کے کپڑوں پر کبھی نہیں بیٹھتی تھیں اور مچھر آپ کا خون نہیں چوستے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹوپی کو کبھی عمامے کے نیچے پہنتے اور کبھی بغیر عمامہ کے بھی۔ کبھی آپ عمامہ بغیر ٹوپی کے بھی پہنتے تھے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یمنی ٹوپیاں بھی پہنتے تھے جو سفید اور دھاری دار ہوا کرتی تھیں۔ جنگ کے وقت آپ وہ ٹوپیاں پہنتے جن کے کنارے نکلے ہوتے تھے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ اپنی ٹوپی اُتار کر نماز میں اپنے سامنے رکھ لیتے اور اسی کو سترہ (سامنے رکاوٹ) بناتے۔ اور کبھی عمامہ نہ ہوتا تو آپ سر پر کپڑے کی پٹی باندھ لیتے تھے اور یہ پٹی آپ کی پیشانی پر بھی ہوتی تھی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمامہ باندھتے تو اس کا ایک حصہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا دیتے تھے۔ آپ عمامہ سر پر لپیٹ کر اس کا سرا پیچھے پھنساتے اور اس کا شملہ (لٹکتا ہوا حصہ) دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ دیتے۔

کبھی آپ ایسا کرتے کہ عمامہ کندھوں کے درمیان لٹکاتے اور کبھی اسے سمیٹ دیتے، کبھی کبھار مکمل طور پر نہ لٹکاتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر مغربی طرز پر ٹھوڑی کے نیچے سے عمامہ لپیٹتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عمامہ تھا جسے ''سحاب'' کہا جاتا تھا۔ آپ نے یہ عمامہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔ کبھی حضرت علی وہ عمامہ پہن کر آتے تو آپ فرماتے: ''تمہارے پاس علی سحاب میں آیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے عمامہ پہنایا اور اس کا سِرا میرے کندھے پر لٹکا دیا اور فرمایا: ''اللہ نے مجھے بدر اور حنین کے دن فرشتوں سے مدد دی، جو اسی طرح کے عمامے پہنے ہوئے تھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عمامہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان ایک امتیازی علامت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کو کسی علاقے کا گورنر یا حاکم مقرر فرماتے تو اس کے سر پر عمامہ باندھتے اور عمامہ کا ایک کنارہ دائیں طرف کان کے قریب لٹکا دیتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

ابن حجر مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض حفاظ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمامہ کی لمبائی اور چوڑائی کے بارے میں کوئی بات حتمی طور پر ثابت نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک کپڑا بھی تھا جس سے آپ وضو کے بعد ہاتھ اور چہرہ صاف کیا کرتے تھے۔

❁ ❁❁❁

دوسری فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر کی کیفیت اور متعلقہ چیزوں کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چمڑے کا بستر تھا، جس کا گدا کھجور کے پتوں کے ریشے سے بھرا ہوا تھا۔ اس کی لمبائی تقریباً دو گز یا اس کے قریب اور چوڑائی تقریباً ایک گز اور ایک بالشت یا اس کے آس پاس تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے ساز و سامان سے بہت کم پر اکتفا فرمایا کرتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ساری زمین کے خزانے عطا کرنے کی پیشکش کی تھی، لیکن آپ نے اسے لینے سے انکار کر دیا اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر آپ کے گھر میں کیسا تھا؟ تو فرمایا: چمڑے کا تھا، اور اس کا گدا کھجور کے پتوں کے ریشے سے بھرا ہوا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے روایت ہے کہ ایک دن ایک انصاری عورت میرے پاس آئی اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر دیکھا جو ایک تہہ شدہ کمبل تھا۔ اس پر اس نے میرے پاس اون سے بھرا ہوا نرم بستر بھیج دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو پوچھا: ''اے عائشہ! یہ کیا ہے؟'' میں نے کہا: یا رسول اللہ! فلاں انصاری عورت آئی تھی اور اس نے آپ کا بستر دیکھا تو یہ بستر بھیج دیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! اسے واپس کر دو۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر میں چاہتا تو اللہ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ جاری کر دیتا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا: آپ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر کیسا تھا؟ تو فرمایا: ایک موٹے کپڑے کا ٹکڑا تھا، ہم اسے دو تہہ کر

لیتے تھے اور آپ اس پر سوتے تھے۔ ایک رات میں نے سوچا کہ اگر ہم اسے چار تہہ کر دیں تو زیادہ نرم اور آرام دہ ہوگا، تو ہم نے اسے چار تہہ کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: ''آج رات تم نے میرے لیے کیا بچھایا تھا؟'' ہم نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو آپ ہی کا بستر ہے، بس ہم نے اسے چار تہہ کر دیا تاکہ زیادہ نرم ہوجائے۔ آپ نے فرمایا: ''اسے پہلے کی طرح کر دو، اس کی نرمی نے مجھے آج رات نماز سے روک دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک عِباء یعنی موٹا، چادر نُما کپڑا بھی تھا، آپ جہاں کہیں تشریف لے جاتے تو وہ آپ کے لیے دوہرا کر کے بچھا دیا جاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر صرف ایک چٹائی پر سوتے تھے جس کے نیچے کچھ نہیں ہوتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، آپ ایک کمرے میں لیٹے ہوئے تھے جو گویا حمام کی طرح تھا۔ آپ ایک چٹائی پر سو رہے تھے جس کے نشان آپ کے پہلو پر ظاہر ہو گئے تھے۔ میں رونے لگا۔ آپ نے فرمایا: ''عبداللہ! تم کیوں روتے ہو؟'' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کسریٰ (ایران کا بادشاہ) اور قیصر (روم کا بادشاہ) ریشم اور دبیز کی ذو قالینوں پر سوتے ہیں، اور آپ اللہ کے رسول ہو کر اس چٹائی پر سو رہے ہیں جو آپ کے جسم پر نشان چھوڑ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اے عبداللہ! مت رو، ان کے لیے دنیا ہے اور ہمارے لیے آخرت۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بتایا کہ: میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ایک چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم پر صرف ایک تہبند تھا، اور چٹائی کے نشانات آپ کے جسم پر نمایاں تھے۔ میں نے ایک طرف ایک مٹھی بھر جو دیکھا جو ایک صاع کے قریب تھا، اور ایک چمڑے کا تھیلا بھی لٹک

رہا تھا۔ یہ سب دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ نے پوچھا: ''اے ابن خطاب! تم کیوں رو رہے ہو؟'' میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! میں کیوں نہ روؤں؟ یہ چٹائی آپ کے جسم پر نشان چھوڑ گئی ہے، اور یہ آپ کا گھر ہے جس میں سوائے اس جَو اور چمڑے کے کچھ نہیں، اور اُدھر کسریٰ اور قیصر (ایران وروم کے بادشاہ) دنیا کی نعمتوں اور باغوں میں رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اے ابن خطاب! کیا تم راضی نہیں کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت؟! وہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کی خوشیاں دنیا ہی میں دے دی گئیں، جو جلد ختم ہونے والی ہیں، اور ہم وہ لوگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے آخرت کی خوشیاں ذخیرہ کر رکھی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک چارپائی تھی جس پر کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی چٹائی بچھی ہوئی تھی، اور اس پر ایک سیاہ رنگ کا کمبل تھا، ہم نے اس چارپائی کو کھجور کے پتوں'' سے بھر دیا تھا۔ ایک مرتبہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے پاس آئے، تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر لیٹے ہوئے ہیں۔ جب آپ نے دونوں کو دیکھا تو سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ چارپائی کے نشان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو پر پڑ گئے تھے۔

تو دونوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! ہمیں افسوس ہو رہا ہے کہ آپ کے بستر اور چارپائی کی سختی آپ کے جسم مبارک کو تکلیف دیتی ہے، جبکہ کسریٰ اور قیصر ریشم اور دیباج کے نرم نرم بستروں پر لیٹے رہتے ہیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ایسا نہ کہو! کسریٰ اور قیصر کے بستر آگ میں ہیں، اور میرا یہ بستر اور چارپائی انجام کار جنت کی طرف جانے والے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی بستر میں عیب نہیں نکالا۔ اگر بستر بچھا دیا جاتا تو آپ لیٹ جاتے، اور اگر نہ بچھایا جاتا تو آپ زمین پر ہی لیٹ جاتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی لحاف بھی اوڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا:

’’جبریل علیہ السلام میرے پاس کبھی کسی بیوی کے لحاف میں نہیں آئے سوائے عائشہ کے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تکیہ استعمال کرتے تھے وہ چمڑے کا ہوتا تھا جس کے اندر کھجور کے پتوں کے ریشے بھرے ہوتے تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: ’’میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے بائیں پہلو پر تکیہ لگا کر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چٹائی پر بھی نماز پڑھا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرش پر بھی نماز پڑھتے تھے۔

آپ کو دباغت شدہ کھال پر نماز پڑھنا پسند تھا۔

❁ ❁❁❁

تیسری فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی کی صفت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشی تھا۔

"حبشی" یعنی حبشہ کی طرف منسوب تھا، کیونکہ یہ پتھر یا تو جزع تھا (ایسا پتھر جس میں سفید اور سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں) یا عقیق، اور ان دونوں کا اصل مقام حبشہ تھا۔

یہ بات ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی مکمل عقیق کی انگوٹھی پہنی ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی، اس سے خطوط پر مہر لگاتے تھے، لیکن پہنتے نہیں تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔ بائیں ہاتھ میں پہننا بھی ثابت ہے، اور یہ سنت ہے، لیکن دائیں ہاتھ میں پہننا افضل ہے، کیونکہ اس بارے میں احادیث زیادہ صحیح ہیں جیسا کہ امام باجوری نے کہا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بائیں ہاتھ میں بھی انگوٹھی پہنتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی پر نقش تھا: (نیچے سے)

پہلی سطر: محمد

دوسری سطر: رسول

تیسری سطر: اللہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیر مسلم بادشاہوں کی طرف خطوط بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو کہا گیا: وہ اس وقت تک خطوط قبول نہیں کرتے جب تک اس پر مہر نہ ہو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

انگوٹھی بنوائی، میں گویا اب بھی اس کی سفیدی حضور کے ہاتھ میں دیکھ رہا ہوں۔

حضرت انس ہی سے ایک اور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیصر، کسریٰ اور نجاشی کو خطوط بھیجے، ان پر مہر لگانے کے لیے چاندی کی انگوٹھی تیار کروائی، اس پر ''محمد رسول اللہ'' نقش کروایا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطوط پر مہر لگاتے ہوئے فرماتے: ''خط پر مہر لگانا بہتان سے بچاؤ ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی اور دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے، صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ انگوٹھی پھینک دی اور فرمایا: ''میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا''۔ چنانچہ لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں اُتار دیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی، جس کا نگینہ اندرونی جانب (ہتھیلی کی طرف) ہوتا تھا، اور اس پر ''محمد رسول اللہ'' کندہ تھا، اور آپ نے فرمایا کہ کوئی اور یہ نقش نہ لکھے۔

یہی وہ انگوٹھی تھی جو حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے بئر اریس میں گر گئی تھی۔ معیقیب رضی اللہ عنہ اہل بدر میں سے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بعد میں خلفا کے لیے مہر کا انتظام کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ انگوٹھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان کے پاس رہی، یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بئر اریس میں گر گئی۔ اس پر نقش تھا: ''محمد رسول اللہ''۔

امام باجوری رحمہ اللہ نے کہا: اس واقعہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ خلافت کا نظام گویا اس انگوٹھی سے وابستہ تھا۔ کیونکہ انگوٹھی گرنے کے بعد فتنے شروع ہوئے، امت میں

اختلاف پیدا ہوا، اور خونریزی ہوئی۔ بعض نے کہا: اس انگوٹھی میں بھی وہ اسرار تھے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے خاتم میں تھے، کیونکہ جب ان کا خاتم گم ہوا، ان کی بادشاہت بھی چلی گئی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی جب حضرت عثمان سے گم ہوئی، تب بھی خلافت میں فتنوں کا آغاز ہوا یہاں تک کہ حضرت عثمان شہید ہوئے اور وہ فتنے قیامت تک جاری رہیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر کسی چیز کو یاد رکھنے کی ضرورت محسوس کرتے تو خنصر میں یا انگوٹھی پر دھاگا باندھ لیتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو انگوٹھی اُتار دیتے تھے۔

ایک شخص آیا جس کے ہاتھ میں شَبَہ (ایک قسم کا دھات) کی انگوٹھی تھی، اور ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ صفر (پیتل) کی تھی، جو اکثر بتوں کے لیے استعمال ہوتی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے تم سے بتوں کی سی بو کیوں آ رہی ہے؟'' اس نے وہ انگوٹھی پھینک دی پھر وہ لوٹا اور لوہے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تو اہلِ جہنم کی زینت ہے!'' پھر وہ شخص پوچھنے لگا: ''یا رسول اللہ! پھر کس چیز کی انگوٹھی بنواؤں؟'' فرمایا: ''چاندی کی بناؤ، اور وزن ایک مثقال (تقریباً ساڑھے چار گرام) سے زیادہ نہ رکھنا۔

چوتھی فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین اور موزے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلین (جوتی) میں دو تسمے ہوتے تھے جن کے تسمے دوہری ہوتے تھے، ایک تسمہ وہ ہے جو انگلیوں کے درمیان سے گزرتا ہے، خاص طور پر درمیان والی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کے درمیان سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک تسمہ انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی کے درمیان اور دوسرا درمیانی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کے درمیان رکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بغیر بال والی جوتیاں پہنتے اور فرماتے تھے: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر بال والی جوتیاں پہنتے دیکھا، اور آپ ان ہی جوتیوں میں وضو بھی فرمایا کرتے تھے، تو مجھے بھی پسند ہے کہ میں وہی جوتیاں پہنوں۔''

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ایسی جوتیاں پہنے نماز ادا فرما رہے تھے جو سلائی کی ہوئی تھیں اور جن میں ایک تسمہ دوسرے تسمے پر جوڑا گیا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بائیں ہاتھ سے کھانے اور ایک جوتی پہن کر چلنے سے منع فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی جوتی پہنے تو دائیں طرف سے شروع کرے، اور جب اتارے تو بائیں طرف سے شروع کرے، تاکہ داہنی جوتی پہلے پہنی جائے اور آخر میں اُتاری جائے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی مجلس میں بیٹھ کر گفتگو فرماتے تو اپنی جوتیاں اُتار دیتے تھے۔

امام باجوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوتی کمر والی

(بیچ میں تنگ)، ایڑی والی (یعنی پیچھے چمڑے کا تسمہ تھا جو ایڑی کو روکتا تھا)، اور زبان والی تھی (یعنی اگلے حصے میں چمڑے کی ایک لمبی پٹی تھی جو زبان کی شکل میں آگے نکلی ہوئی تھی)۔" یہ روایت ابن سعد نے طبقات میں ذکر کی ہے۔

فائدہ:

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے "المواہب اللدنیۃ" میں فرمایا: ابن عساکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعل مبارک کی تصویر کے متعلق ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا، اور ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن خلف سلمی اندلسی نے بھی اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی، اسی طرح دیگر علما نے بھی۔

انہوں نے فرمایا: میں نے اس (نعل مبارک کی تصویر) کو کتاب میں ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ مشہور و معروف ہے، اور اس کی تصویر کشی میں غلطی کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، سوائے اس کے جو اس فن میں ماہر ہو۔

نعل مبارک کے فضائل اور اس کی برکتوں میں سے چند واقعات

شیخ ابو جعفر احمد بن عبد المجید (جو ایک صالح بزرگ تھے) نے نعل مبارک کی تصویر ایک طالب علم کو دی۔ اس طالب علم نے واپس آ کر کہا: "گزشتہ رات میں نے اس نعل مبارک کی برکت کا عجیب اثر دیکھا۔ میری بیوی کو شدید تکلیف لاحق ہوگئی تھی، قریب تھا کہ وہ جان سے چلی جائے، میں نے وہ تصویر درد کی جگہ پر رکھ دی اور یہ دعا کی: یا اللہ! مجھے اس نعل کے صاحب کی برکت دکھا۔ پس فوراً اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطا فرمائی"۔

ابو اسحاق نے نقل کیا کہ ابو القاسم بن محمد نے فرمایا: نعل مبارک کی برکت کے تجربات میں سے یہ بھی ہے کہ: "جو شخص نعل مبارک کو اپنے پاس رکھے، وہ دشمنوں کے ظلم و زیادتی سے محفوظ رہتا ہے، دشمنوں کے غلبے سے بچا رہتا ہے، ہر سرکش شیطان اور ہر حاسد کی نظر سے امان میں رہتا ہے۔ اگر کوئی حاملہ عورت دائیں ہاتھ میں نعل مبارک کی تصویر پکڑے جب اسے زچگی میں دشواری ہو تو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی قدرت سے اس کا

کام آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو سیاہ سادہ موزے بطور ہدیہ بھیجے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پہنا، پھر ان پر مسح فرمایا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دحیہ کلبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں موزے بطور ہدیہ پیش کیے، آپ نے وہ موزے پہن لیے۔

طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قضائے حاجت کے لیے جانا چاہتے تو دور نکل جاتے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے، پھر وضو فرمایا اور موزے پہننے لگے۔ اسی دوران ایک سبز رنگ کا پرندہ آیا اور ایک موزہ اٹھا کر لے گیا، پھر کچھ بلندی پر جا کر اس موزے کو گرایا، تو اس میں سے ایک زہریلہ سانپ (کالا اور چمکدار) نکل کر بھاگ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لیے ایک کرامت ہے، اور فرمایا؛

اللَّهُمَّ إني أعوذُ بكَ من شرِّ مَن يمشي على بطنِه، ومن شرِّ مَن يمشي على رجلَيه، ومن شرِّ مَن يمشي على أربعٍ''۔

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اُس کے شر سے جو پیٹ کے بل چلتا ہے، اور اس کے شر سے جو دو پاؤں پر چلتا ہے، اور اس کے شر سے جو چار پاؤں پر چلتا ہے۔

❁ ❁ ❁ ❁

پانچویں فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسلحہ

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اپنی تلوار حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی تلوار کے مطابق بنوائی، اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اُنہوں نے اپنی تلوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار کے مطابق بنوائی تھی۔

یہ تلوار بنی حنیفہ قبیلہ کی طرز پر تھی، کیونکہ یہ قبیلہ تلوار سازی میں مہارت رکھتا تھا اور ان کی تلواریں بہت عمدہ ہوا کرتی تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار کا قُبیعہ چاندی کا تھا۔

(قُبیعہ) کا مطلب ہے وہ دھاتی حلقہ جو تلوار کے دستہ کے سرے پر ہوتا ہے تاکہ ہاتھ پھسلنے سے محفوظ رہے۔

حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار کا نعل (یعنی اس کا نچلا حصہ)، اس کی حلقہ (کڑی) اور قبیعہ (دستہ کا حلقہ) سب چاندی کے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلواروں کے نام درج ذیل ہیں

اَلمأثور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے والد سے وراثت میں ملی۔

اَلقَضِیبُ

اَلقَلَعِی قلع نامی مقام کی طرف منسوب۔

اَلبَتَّار **اَلحَتْف**

اَلمِخْذَم **اَلرَّسُوب**

اَلصَّمْصَامَة **اَللَّحِیف**

ذُو الفَقَار اس کی دھار پر نشانات (کروٹیں) تھے، اسی نسبت سے یہ نام رکھا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور اسلحہ:

غزوۂ بدر میں عکاشہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لکڑی دی اور فرمایا: ''اضرب بہ''، وہ لکڑی ایک مضبوط سفید تلوار بن گئی، جس سے وہ شہید ہونے تک لڑتے رہے۔

غزوۂ اُحد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن جحش کو ایک کھجور کی چھڑی دی، وہ بھی تلوار بن گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک نیزہ تھا جو آپ کے سامنے رکھا جاتا اور نماز میں بطور سترہ استعمال ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھنڈا کالا اور علم سفید تھا۔

غزوۂ اُحد میں طلحہ بن عبید اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چٹان پر چڑھنے میں مدد دی، تو فرمایا: ''أوجب طلحة''، یعنی طلحہ پر جنت واجب ہوگئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سات زرہیں تھیں:

ذات الفضول

ذات الوشاح

ذات الحواشی

فضة

السغدية (بعض کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ)

البتراء

الخُرنق

مغفر: مکہ میں داخلے کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر لوہے کی زنجیروں سے بنی مغفر تھی۔

چھٹی فصل: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے اسلحے، سواریوں اور سامان کو نام دینا

آپ کے ہتھیار، سواریوں اور اشیا کے نام:

علم: العقاب (کبھی سیاہ، کبھی سفید دھاری دار

خیمہ: آلکنّ

عصا: الممشوق

برتن: الریّان

چھوٹا پانی کا برتن: الصادر

زین: الراجّ

قینچی: الجامع

سیف مشہور: ذو الفقار (حلق، نعل اور قائمہ سب چاندی کے)

کمان: ذو السداد

تیر رکھنے کا تھیلا: الکافور

تیردان: ذو الجمع

زرہ: ذات الفضول

نیزہ: النّبعاء

ڈھال: الذّفن

گھوڑے

المرتجز

السکب

اللّحی

الظّرب

اللّزاز

خچّر :**الدلدل**

اونٹنی:**القصواء** (عضباء بھی کہا جاتا تھا)

گدھا:**یعفور**

چٹائی:**الکز**

چھوٹا نیزہ:**النّمر**

آئینہ:**المدلّة**

چھوٹا صندوق:**الربعة** (آئینہ، کنگھی، قینچی، مسواک رکھنے کے لیے)

بڑا برتن:**الغرّاء** (چار آدمی اٹھاتے تھے)

باندی: خضرۃ

دودھ دینے والی بکری: **غیثة**۔

چوتھا باب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھانا، پینا اور سونا

پہلی فصل: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرزِ زندگی اور کھانے کا انداز

سماک بن حرب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا: کیا تمہارے پاس کھانے پینے کی ہر چیز میسر نہیں ہے؟ میں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ انہیں کھانے کے لیے ردی کھجور بھی نہیں ملتی تھی جس سے وہ اپنا پیٹ بھر سکیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زیادہ تر کھانا کھجور اور پانی ہوتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ہم آلِ محمد مہینے مہینے گزارا کرتے اور ہمارے گھروں میں چولہا نہیں جلتا تھا۔ ہمارا کھانا صرف کھجور اور پانی ہی ہوتا تھا۔

بخاری اور مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھانجے عروہ سے کہتی تھیں: اے میرے بھانجے! ہم نئے چاند کے آنے کا انتظار کرتے، پھر دوسرا چاند، پھر تیسرا چاند، یعنی دو مہینے گزر جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں آگ نہ جلتی عروہ نے پوچھا: خالہ جان! پھر آپ لوگ کیا کھاتے تھے؟ فرمایا: کھجور اور پانی۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ انصاری پڑوسی تھے جن کے پاس دودھ دینے والے جانور تھے، وہ کبھی کبھی دودھ بھیج دیتے تھے، تو ہم پی لیتے تھے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور ہم نے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا تو پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو پتھر باندھ رکھے تھے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ شدتِ بھوک کی وجہ سے لوگ اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے تاکہ بھوک کا دباؤ کم ہوجائے۔

کتاب ''المواہب'' میں ہے کہ ابن بجیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دن شدید بھوک نے ستایا تو آپ نے ایک پتھر اپنے پیٹ پر باندھا اور فرمایا: ''کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو دنیا میں عیش و آرام سے رہ رہے ہیں لیکن قیامت کے دن بھوکے اور ننگے ہوں گے، اور کتنے ہی لوگ اپنے آپ کو دنیا میں عزت دیتے ہیں لیکن قیامت میں وہ ذلیل ہوں گے، اور کتنے ہی لوگ اپنے آپ کو دنیا میں ذلیل کرتے ہیں لیکن قیامت میں اللہ انہیں عزت دے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے وقت میں باہر نکلے جس وقت آپ عام طور پر نہیں نکلا کرتے تھے اور راستے میں کوئی نہیں ملا کرتا۔ تو وہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر! کس چیز نے تمہیں اس وقت نکالا؟'' انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ سے ملاقات اور آپ پر سلام کہنے نکلا ہوں۔ ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ''اے عمر! تمہیں کس چیز نے نکالا؟'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! بھوک۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے بھی اسی نے نکالا۔

پھر وہ سب حضرت ابوالہیثم بن تیہان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر گئے۔ وہ کھجور کے درختوں اور بکریوں کے مالک تھے، لیکن ان کے پاس کوئی خادم نہیں تھا۔ وہ گھر پر نہ تھے۔ ان کی بیوی سے پوچھا: ''تمہارے شوہر کہاں ہیں؟'' کہنے لگیں: وہ پانی لینے گئے ہیں۔ کچھ ہی دیر بعد حضرت ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی کے مشکیزے کے ساتھ آ گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ گئے اور استقبال کیا۔

پھر وہ سب کو لے کر اپنے باغ میں گئے، ایک چٹائی بچھائی اور۔ کھجوروں کا ایک

خوشہ لا کر سامنے رکھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم نے پکی کھجوروں میں سے الگ نہ کرلیا ہوتا؟'' حضرت ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اس لیے پورا خوشہ پیش کیا تا کہ آپ خود پسند فرمالیں کہ کون سی کھجوریں کھانی ہیں۔تو سب نے اس میں سے کھایا اور ٹھنڈے پانی سے سیراب ہوئے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں قیامت کے دن تم سے سوال ہوگا: ٹھنڈی چھاؤں، میٹھے کھجور اور ٹھنڈا پانی۔

پھر ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بکری یا بکری کا بچہ ذبح کرنے چلے گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''خبردار! دودھ دینے والی بکری نہ ذبح کرنا۔'' انہوں نے ایک بکری یا بکری کا بچہ ذبح کیا اور خدمت اقدس میں حاضر کیا۔سب نے اسے کھایا۔

پھر حضور نے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس کوئی خادم ہے؟'' کہا: نہیں۔فرمایا: ''جب ہمارے پاس قیدی آئیں تو آجانا۔

کچھ دنوں بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو قیدی آئے،تو حضرت ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ان دونوں میں سے جسے چاہو لے لو۔'' حضرت ابوالہیثم نے کہا: یا رسول اللہ! آپ میرے لیے انتخاب فرما دیجیے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مشورہ دینے والا امانت دار ہوتا ہے۔یہ خادم مجھے نمازی لگتا ہے،اسے لے لو۔اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

حضرت ابوالہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے میں جو فرمایا ہے،ہم اس کا حق کیسے ادا کر سکتے ہیں؟ تو ان کی بیوی نے کہا: اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے آزاد کر دو۔تو انہوں نے کہا: میں اسے آزاد کرتا ہوں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جب بھی کوئی نبی یا خلیفہ بھیجا تو اس کے لیے دو قسم کی ساتھی پیدا کیے: ایک وہ جو خیر کا مشورہ دیتے اور برائی سے

روکتے ہیں، اور ایک وہ جو بدی کی طرف لے جاتے ہیں۔ جو برے مشیروں سے بچ گیا، وہ کامیاب ہے۔ اور حقیقت میں بچایا وہی جاتا ہے جسے اللہ بچائے۔

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں سات افراد میں ساتواں تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہمارے پاس درختوں کے پتے کے علاوہ کھانے کے لیے کچھ نہ تھا، یہاں تک کہ ہمارے منہ کے کنارے زخمی ہو گئے۔ میں نے ایک پرانی چادر اٹھائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے، ایک خود باندھ لیا اور ایک سعد بن مالک نے باندھ لیا۔ ان سات لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جسے بعد میں کسی شہر کی حکومت نہ ملی ہو۔ اور تم لوگ ہمارے بعد آنے والے حکمرانوں کے بھی حالات دیکھو گے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں اللہ کے راستے میں ایسی تکلیفیں اٹھا چکا ہوں کہ کوئی دوسرا ویسی تکلیف نہیں اٹھایا، اور اللہ کے راستے میں مجھے ایسا ڈرایا گیا کہ کسی اور کو ویسا خوف لاحق نہیں ہوا۔ اور میرے اوپر تیس دن ایسے بھی گزرے کہ میرے اور بلال کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا سوائے اس چیز کے جو بلال اپنی بغل کے نیچے چھپا لیتے تھے۔''

امام ترمذی نے اپنی کتاب ''الجامع الصحیح'' میں اس حدیث کی وضاحت میں لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ وقت ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے نکلے تھے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھوڑا سا کھانے کا سامان تھا جو وہ اپنی بغل میں چھپا لیتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں کبھی ایک وقت کا بھی کھانا گوشت اور روٹی کے ساتھ اکٹھا نہ ہوتا، سوائے اس کے کہ مہمان ہوتے، تب دونوں چیزیں جمع ہوتیں۔

حضرت نوفل بن ایاس ہذلی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پاس بیٹھا کرتے تھے، اور وہ بہت اچھے ہم نشین تھے۔ ایک دن ہم ان کے ساتھ ان کے گھر گئے، وہ غسل کر کے باہر آئے، اور ہمارے سامنے ایک تھال لایا گیا جس میں روٹی اور گوشت تھا۔ جب کھانا سامنے رکھا گیا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ میں نے پوچھا: اے ابو محمد! آپ کو کس بات نے رلا دیا؟ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال اس حال میں ہوا کہ ان اور ان کے اہل خانہ کا پیٹ جَو کا کھانا کھا کر کبھی نہیں بھرا۔ تو میں نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں زیادہ باقی رکھا تو یہ ہمارے لیے بہتر ہو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھجور لائی گئی، میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھوک کی شدت کی وجہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور کھجور کھا رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ عطا کیا جاتا، اس میں سے صرف اتنا اپنے پاس رکھتے تھے جو ایک سال کے گزارے کے لیے کافی ہو، وہ بھی کھجور یا جو جیسا سادہ کھانا۔ باقی سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل خانہ کے لیے ایک سال کا خرچ الگ کر دیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ایک وقت کا کھانا دوسرے وقت کے لیے نہیں رکھا، نہ صبح کے کھانے کو شام کے لیے بچایا، نہ شام کے کھانے کو صبح کے لیے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی کل کے لیے کچھ ذخیرہ نہیں کرتے تھے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ اگر دوپہر کھانا کھا لیتے تو رات کو نہیں کھاتے، اور اگر رات کو کھا لیتے تو دن کو نہیں کھاتے۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے المواہب اللدنیۃ میں لکھا:"اس بات کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کئی کئی دن بھوکے رہتے تھے، جبکہ یہ بات بھی ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کے لیے سال بھر کا خرچ الگ رکھتے تھے، اور آپ کے پاس غنیمت کے ہزاروں اونٹ آتے تھے، عمرہ کے موقع پر سو اونٹ ذبح کیے، ایک دیہاتی کو پورا ریوڑ عطا کیا، اور آپ کے اصحاب میں مالدار لوگ بھی تھے جیسے ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ رضی اللہ عنہم۔ ان سب نے اپنی جان و مال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کر دی تھی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سارا مال، اور عمر رضی اللہ عنہ نے نصف مال صدقہ کیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے عسرت کے لشکر کو ہزار اونٹ دیے۔ پھر بھی یہ بھوک کی حالت کیوں؟

امام طبری رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے کہ: یہ بھوک اور فقر کی حالت ان پر کبھی کبھی آتی تھی، ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا تھا۔ ایسا وہ لوگ کبھی خود اختیار کرتے تھے، کبھی مہمانوں کو کھلا کر خود بھوکے رہتے تھے، اور کبھی زیادہ کھانے کو ناپسند کرتے تھے تاکہ آخرت کی نعمتیں زیادہ حاصل ہوں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ اکثر صحابۂ کرام ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں بڑی تنگی اور فقر کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے۔ جب وہ مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے تو ان میں سے اکثر کی یہی حالت رہی۔ انصار صحابہ نے ان کی مدد کی، اپنے گھر ان کے لیے خالی کر دیے اور دودھ دینے والے جانور بھی عطا کیے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بنو نضیر اور دیگر مال غنیمت کے دروازے کھول دیے تو انہوں نے انصار کو ان کی عطا کردہ چیزیں واپس کر دیں۔

ہاں! یہ ضرور تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دنیا میں کشادگی اور سہولت حاصل کرنا ممکن تھا، مگر آپ نے اپنی مرضی سے فقر اور تنگی کی زندگی کو پسند فرمایا۔ جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میرے رب نے مجھ پر مکہ کی زمین کو سونے کی کر دینے کی پیشکش کی، لیکن میں نے عرض کیا: نہیں، اے میرے رب! میں چاہتا ہوں کہ ایک دن شکم سیر رہوں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ جب بھوکا رہوں گا تو تیرے سامنے عاجزی کروں گا اور تجھے یاد کروں گا، اور جب شکم سیر رہوں گا تو تیرا شکر ادا کروں گا اور تیری حمد بیان کروں گا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا پہاڑی پر حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ بیٹھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے جبریل! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، آلِ محمد کے پاس آج شام تک نہ تو آٹے کی کوئی تھیلی ہے اور نہ ہی ستو کی کوئی مٹھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کہنا ہی تھا کہ اچانک آسمان سے ایک زوردار آواز آئی، جس سے آپ گھبرا گئے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا اللہ نے قیامت برپا کرنے کا حکم دے دیا؟

جبریل علیہ السلام نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ یہ اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ آپ پاس آئیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات سن لی۔

اس کے بعد حضرت اسرافیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کا کلام سن لیا ہے، اور مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ میں زمین کے خزانوں کی چابیاں آپ کو پیش کروں۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے ساتھ تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد، یاقوت، سونا اور چاندی بنا دوں۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو بادشاہ نبی بنا دوں، اور اگر آپ چاہیں تو آپ بندہ نبی رہیں۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اشارہ کیا کہ عاجزی اختیار کریں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، میں بندہ نبی بن کر رہوں گا۔'' اور یہ بات تین

مرتبہ کہی۔

یہ روایت طبرانی نے حسن سند کے ساتھ نقل کی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو امام بوصیری پر، جنہوں نے اس کیفیت کو یوں شعر میں بیان کیا:

وراودته الجبال الشمّ من ذہب... عن نفسه فأراہا أيّما شمم

ترجمہ: بلند و بالا پہاڑوں نے سونے کی شکل میں آپ سے جھکنے کی درخواست کی، لیکن آپ نے اپنی عزت وعظمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں ٹھکرا دیا۔

حضور کے کھانے کا انداز:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی کئی راتیں مسلسل فاقہ کی حالت میں گزارتے تھے۔ نہ ان کے پاس کھانے کو کچھ ہوتا تھا اور نہ ان کے اہلِ خانہ کے پاس۔ اور ان کا اکثر کھانا جَو کی روٹی ہوتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پوری زندگی میں کبھی دو دن مسلسل شکم سیر ہو کر جَو کی روٹی نہیں کھائی، یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

سلیم بن عامر رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ خانہ کے پاس کبھی جَو کی روٹی بچا کر نہیں رکھی جاتی تھی (یعنی جو کچھ ہوتا، اسی وقت کھا لیا جاتا اور اکثر ضرورت سے کم ہی ہوتا)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دسترخوان سے کبھی ایک ٹکڑا روٹی کا بچا کر نہیں اٹھایا گیا، یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال اس حالت میں ہوا کہ میرے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ

تھا سوائے میرے ایک طاق میں رکھے ہوئے جَو کے آدھے صاع کے۔ میں نے اسی میں سے کھایا، یہاں تک کہ ایک مدّت گزر گئی۔ پھر میں نے اس کو ناپ کر (پیمائش کر کے) رکھنا شروع کر دیا تو وہ ختم ہو گیا۔

(وضاحت):

یہ بھی ایک روایت میں آیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کاش میں اس کو ناپ کر نہ رکھتی۔

اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب کھانے کو بغیر ناپے خرچ کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرماتا ہے، لیکن جب ناپ کر خرچ کیا جاتا ہے تو برکت اُٹھ جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خرید و فروخت میں تو ناپ تول میں برکت ہے، مگر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے ناپ تول سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔

یہ معاملہ برکت کے رازوں میں سے ہے، جس سے آج کے مسلمان غافل ہیں۔ (مترجم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جَو کی روٹی بغیر چھانے ہوئے کھاتے تھے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ روٹی کا ٹکڑا آپ کے گلے میں پھنس جاتا، تو آپ اسے پانی کے ذریعے نگلتے تھے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی سفید، باریک آٹے کی روٹی کھائی؟

انہوں نے جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفید باریک آٹے کی روٹی نہیں دیکھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

پھر ان سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں چھلنی موجود تھی؟

انہوں نے فرمایا: نہیں، چھلنی نہیں تھی۔

پوچھا گیا: تو جَو کو کس طرح صاف کرتے تھے؟

انہوں نے فرمایا: ہم پھونک مار کر اس کی خاک اڑاتے تھے، پھر اسی آٹے کو گوندھ کر روٹی بناتے تھے۔

ایک اور روایت میں حضرت سہل بن سعد نے فرمایا: نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھلنی دیکھی، نہ ہی اس کے استعمال کا وقت آیا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی باریک روٹی دیکھی ہو یا بھونی ہوئی بکری دیکھی ہو، یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے۔

بھنی ہوئی بکری سے مراد وہ بکری ہے جسے پانی سے بال صاف کر کے پورے چمڑے کے ساتھ بھون لیا جاتا ہے، یہ عیش پرست لوگوں کا طریقہ تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اونچی میز پر کھانا نہیں کھایا، نہ کبھی چھوٹے برتن میں کچھ کھایا، اور نہ ہی کبھی باریک روٹی کھائی۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ لوگ زمین پر بچھے چمڑے پر کھانا کھاتے تھے۔

حضرت مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حاضر ہوا، انہوں نے مجھے کھانے کے لیے بلایا۔

پھر فرمانے لگیں: جب میں کھانے سے شکم سیر ہوتی ہوں تو مجھے رونا آتا ہے۔

میں نے پوچھا: کیوں؟

فرمایا: "مجھے وہ وقت یاد آجاتا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو چھوڑا تھا۔ اللہ کی قسم! آپ نے کبھی دو مرتبہ ایک ہی دن میں روٹی اور گوشت پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے گھر والے تین دن مسلسل کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھا سکے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

مسلم میں روایت ہے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی دو دن مسلسل گندم کی روٹی شکم سیر ہو کر نہیں کھائی، سوائے اس کے کہ ایک دن کھجور کھاتے۔

ایک اور روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال اس حال میں ہوا کہ ایک دن بھی آپ شکم سیر ہو کر روٹی اور زیتون نہ کھا سکے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بھی مروی ہے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی دو دن مسلسل جَو کی روٹی شکم سیر ہو کر نہیں کھائی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے: "اگر آپ چاہتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا بھر کے خزانے عطا کر دیتا، لیکن آپ نے فقر وقناعت کو پسند فرمایا۔

قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں نے تحقیق کی کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روٹیاں چھوٹی ہوتی تھیں یا بڑی؟ مجھے اس بارے میں کوئی روایت نہیں ملی۔

البتہ ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "روٹیاں چھوٹی بناؤ، ان کی تعداد زیادہ کرو تا کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے۔

میرے شیخ، عارف ربانی حضرت ابراہیم متبولی رحمہ اللہ بھی اپنے کہ دسترخوان پر روٹیاں چھوٹی بناتے تھے، جیسے حضرت احمد بدوی اور دیگر اولیاء کرتے تھے۔ علیھم الرحمہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے اس حالت میں گئے کہ آپ نے کبھی ایک دن میں دو قسم کے کھانے پیٹ بھر کر نہیں کھائے۔ اگر آپ کھجور سے شکم سیر ہوتے تو جَو کی روٹی نہیں ملتی، اور اگر جَو کی روٹی پیٹ بھر

کر کھاتے تو کھجور نہیں ہوتی۔

قسطلانی فرماتے ہیں: "جان لو! کہ پیٹ بھر کر کھانا ایک نئی بات (بدعت) ہے جو پہلے زمانے میں نہ تھی۔

نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح روایت کے ساتھ مقدام بن معدی کرب سے نقل کیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

آدمی نے اپنے پیٹ سے زیادہ بُرا کوئی برتن نہیں بھرا۔ انسان کے لیے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھیں۔ اگر ضرور کھانا ہو تو ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے چھوڑ دو۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: اگر بُقراط (مشہور طبیب) اس تقسیم کو سنتا تو حیران ہوتا کہ اس میں کتنی زبردست حکمت ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خطبے میں فرمایا

اللہ کی قسم! آلِ محمد کے پاس آج ایک صاع (تقریباً ڈھائی کلو) کھانے کا بھی ذخیرہ نہیں، (حالانکہ مدینہ میں حضور کے نَو گھر تھے)۔

آپ نے یہ شکایت کے طور پر نہیں فرمایا، بلکہ امت کو زہد و قناعت کا درس دینے کے لیے فرمایا تا کہ امت آپ کی اقتدا کرے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الشفا'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیٹ کبھی بھی سَیر نہیں ہوا، اور نہ ہی کبھی کسی سے فاقے کی شکایت کی۔ فقر و تنگدستی آپ کو مال و دولت سے زیادہ پسند تھی۔ کبھی ایسا ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری رات بھوکے رہتے، پیٹ میں مروڑ اٹھتے، لیکن اس کے باوجود صبح روزہ رکھ لیتے۔ اگر آپ چاہتے تو اللہ

تعالیٰ سے زمین کے سارے خزانے اور اس کی نعمتیں مانگ سکتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رحم کھا کر رونے لگتی، آپ کے بھوکے پیٹ پر ہاتھ پھیرتی اور عرض کرتی: "یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، کاش آپ دنیا کی اتنی چیزیں لے لیتے کہ آپ کا پیٹ بھر جاتا۔'' تو آپ فرماتے: ''اے عائشہ! مجھے دنیا سے کیا لینا؟ میرے بھائی اولوالعزم انبیاء علیہم السلام نے مجھ سے زیادہ تکلیفیں اٹھائیں اور بھوکے رہے، لیکن وہ اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے اور اللہ نے انہیں عزت وانعام عطا فرمایا۔

میں شرم محسوس کرتا ہوں کہ اگر میں دنیا کی نعمتیں لے لوں تو کل قیامت کے دن ان کے سامنے شرمندہ ہو جاؤں، مجھے دنیا میں سب سے زیادہ پسند اپنے بھائیوں اور دوستوں سے جاملنا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمانے کے بعد ایک مہینہ بھی پورا نہیں کیا تھا کہ وصال فرما گئے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے نقل کیا کہ: حضرت داؤد علیہ السلام اُونی کپڑے پہنتے تھے، کھردرا بستر بچھاتے تھے، جَو کی روٹی نمک اور راکھ کے ساتھ کھاتے، اور اپنے مشروب میں آنسو ملا دیتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا گیا: ''کاش آپ ایک گدھا رکھ لیتے۔'' فرمایا: ''میں اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ عزت والا ہوں کہ مجھے ایک گدھے کے ذریعے مشغول کیا جائے۔'' وہ اُونی لباس پہنتے اور درختوں کے پتے کھاتے۔ ان کا کوئی گھر نہیں تھا، جہاں رات آتی، وہیں سو جاتے۔ انہیں خود کو ''مسکین'' کہلوانا سب سے زیادہ پسند تھا۔

کہا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ''مدین'' کے کنویں پر پہنچے تو کمزوری کی وجہ سے ان کے پیٹ میں سبز سبز گھاس نظر آتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ سے پہلے انبیاء آزمائش میں ڈالے

گئے۔ کسی کو فقر میں مبتلا کیا گیا، کسی کو جوئیں پڑ گئیں، لیکن ان کے نزدیک یہ چیزیں مال و دولت سے زیادہ محبوب تھیں۔''

اور مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت یحییٰ علیہ السلام کا کھانا سبزیاں تھیں، وہ اللہ کے خوف سے اتنا روتے کہ ان کے گالوں پر آنسوؤں کے دھارے بہنے کی جگہ بن گئی تھی۔

طبری نے حضرت وہب سے نقل کیا: حضرت موسیٰ علیہ السلام جھاڑیوں کے سائے میں بیٹھتے، پتھر میں گڑھا کھود کر اس میں کھاتے اور اسی میں منہ ڈال کر پانی پیتے جیسے جانور پیتے ہیں، اللہ کے سامنے عاجزی کے اظہار کے طور پر، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمکلامی سے نوازا تھا۔

دوسری فصل: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانے اور سالن کی کیفیت

کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تین انگلیوں سے کھاتے تھے: انگوٹھے، اس کے بعد والی انگلی اور درمیان والی انگلی۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ تینوں انگلیوں کو کھانے کے بعد چاٹتے تھے: پہلے درمیان والی انگلی، پھر اس کے بعد والی، اور آخر میں انگوٹھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرم کھانے کو ناپسند فرماتے تھے، جب تک کہ وہ ٹھنڈہ نہ ہو جائے (اسے نہیں کھاتے تھے)۔ اور فرمایا کرتے: ''گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی، اسے ٹھنڈا کرو، اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگ کھانے کے لیے نہیں دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین انگلیوں سے کھاتے تھے، بعض اوقات چوتھی انگلی سے مدد لیتے، مگر کبھی بھی دو انگلیوں سے کھانا نہ کھاتے، اور فرماتے: ''یہ شیطان کا طریقہ ہے۔

سالن اور برتن کے اندر بچا ہوا کھانا انگلیوں سے چاٹتے اور فرمایا کرتے: کھانے کا آخری حصہ زیادہ برکت والا ہوتا ہے۔

اپنی انگلیوں کو چاٹتے رہتے یہاں تک کہ وہ سرخ ہو جاتیں۔ اور انگلیوں کو اس وقت تک کپڑے یا رومال سے نہ پونچھتے جب تک انہیں ایک ایک کر کے اچھی طرح چاٹ نہ لیتے۔ اور فرماتے: ''کیا معلوم کس حصے میں برکت ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گوشت یا روٹی کھاتے تو کھانے کے بعد ہاتھوں کو اچھی طرح دھوتے اور پھر ہاتھ پر بچے ہوئے پانی کو اپنے چہرے پر مَل لیتے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص گوشت کھائے، وہ اپنے ہاتھ اچھی طرح دھوئے تا کہ اس کے بدبو اور چکنائی سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھانے کے وقت بیٹھنے کا طریقہ یہ ہوتا کہ آپ گھٹنوں اور قدموں کو قریب کر کے اس طرح بیٹھتے جیسے نماز میں قعدہ کے وقت بیٹھا جاتا ہے۔بس اتنا فرق ہوتا کہ ایک گھٹنا دوسرے گھٹنے پر اور ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے: ''میں بندہ ہوں، اس طرح کھاتا ہوں جیسے بندے کھاتے ہیں، اور اس طرح بیٹھتا ہوں جیسے بندے بیٹھتے ہیں۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں تو ٹیک لگا کر کھانے والا نہیں ہوں۔

ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے بھی منع فرمایا کہ آدمی منہ کے بل لیٹ کر کھائے۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے بھی منع فرمایا کہ کھانے کے دوران آدمی بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر کھائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرغی اور وہ پرندے کھاتے تھے جو شکار کیے جاتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ خود شکار کرتے تھے اور نہ خریدتے تھے؛ بلکہ آپ کو پسند تھا کہ آپ کے لیے شکار کیا جائے، پھر جب وہ آپ کے پاس لایا جاتا تو آپ اسے تناول فرماتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے: ''جب تم ہانڈی پکاؤ تو اس میں کدو زیادہ ڈال دیا کرو، کیونکہ یہ غمگین دل کو مضبوط کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گوشت اور کدو کے ساتھ ثرید (روٹی کے ٹکڑے کو شوربے میں بھگو کر) تناول فرماتے تھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کدو کو پسند فرماتے تھے اور فرمایا کرتے: ''یہ میرے بھائی یونس علیہ السلام کے درخت کی پیداوار ہے۔''

حضرت جابر بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: میں نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ آپ کے پاس کدو کے ٹکڑے کاٹے جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہم اس کے ذریعے اپنے کھانے کو زیادہ کرتے ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی۔ حضرت انس کہتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گیا۔ اس نے آپ کے سامنے جَو کی روٹی، شوربہ، اس میں کدو اور خشک گوشت پیش کیا۔ حضرت انس فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شوربے کے اردگرد سے کدو تلاش کر کے تناول فرما رہے تھے۔ اُس دن کے بعد سے مجھے بھی کدو سے محبت ہوگئی۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو ان چیزوں سے محبت کرنی چاہیے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میٹھا اور شہد پسند تھا۔

اور حضور کو سب سے زیادہ محبوب مشروب، شہد تھا۔

اور سب سے زیادہ محبوب مشروب، دودھ تھا۔

جب دودھ نوش فرماتے تو فرمایا کرتے: ''اس میں چکنائی ہے۔

کبھی دودھ کو خالص پیتے اور کبھی ٹھنڈے پانی کے ساتھ ملا کر پیتے تھے۔

جب آپ کو دودھ پیش کیا جاتا تو فرمایا کرتے: ''برکت''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کو دودھ کے ساتھ کھاتے تھے اور دونوں کو ''دو بہترین چیزیں'' کہا کرتے تھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کو مکّھن کے ساتھ کھایا، اور آپ اسے پسند فرماتے تھے۔

کتاب ''احیاء العلوم'' میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فالوذج (میٹھا حلوہ) لے کر آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے کھایا اور فرمایا: ''اے ابوعبداللہ! یہ کیا چیز ہے؟''

انھوں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! ہم گھی اور شہد کو ایک دیگچی میں ڈال دیتے ہیں اور اسے آگ پر رکھ کر پکاتے ہیں، پھر گیہوں کو پیس کر اس کا جوہر گھی اور شہد کے ساتھ دیگچی میں ڈال کر ملا دیتے ہیں، پھر وہ تیار ہو کر اسی طرح بن جاتا ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ کھانا بہت عمدہ ہے۔''

یہ واقعہ ''المواہب'' میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے دوسرے طریق سے بھی ذکر کیا گیا ہے اور اس کھانے کا نام ''الخبیص'' بتایا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کھانا گوشت تھا، اور آپ فرمایا کرتے تھے: ''یہ (گوشت) سماعت میں اضافہ کرتا ہے، اور یہ دنیا وآخرت کے کھانوں کا سردار ہے، اور اگر میں اپنے رب سے یہ مانگتا کہ مجھے روزانہ یہ کھلائے تو وہ ضرور ایسا کرتا۔''

حضرت عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بُھنی ہوئی دستی پیش کی تو آپ نے اس میں سے تناول فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بُھنا ہوا گوشت کھایا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مہمان تھا، آپ کے پاس بھنا ہوا دستہ لایا گیا۔ آپ نے چھری لی اور گوشت کاٹنے لگے، پھر مجھے بھی کاٹ کر دیا۔ اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کو

بلانے کے لیے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھری پھینک دی اور فرمایا: ''اسے کیا ہوا؟ خاک میں ملے اس کے ہاتھ۔

اس وقت حضرت بلال کی مونچھیں کافی بڑھ گئی تھیں، تو حضور نے فرمایا: ''کیا میں تمہارے لیے سواک سے مونچھیں تراش دوں؟ یا تم خود تراش لو گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھنی ہوئی کلیجی تناول فرمایا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کی دستی اور کندھا پسند تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے گوشت پیش کیا گیا، تو دستی پیش کی گئی اور آپ کو دستی پسند تھی تو آپ نے اس میں سے دانت لگا کر نوالہ لیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دستی پسند تھی، لیکن اسی دستی میں زہر بھی ملا ہوا تھا، اور آپ کو یقین تھا کہ یہود نے اس میں زہر ملایا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک ہانڈی تیار کی، اور آپ کو دستی پسند تھی، تو میں نے آپ کو دستی پیش کی۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے دستی دو۔'' میں نے دی، پھر فرمایا: ''مجھے دستی دو۔'' میں نے پھر دی، پھر فرمایا: ''مجھے دستی دو۔'' میں نے کہا: یا رسول اللہ! بکری کی کتنی دستی ہوتی ہے؟! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر تو خاموش رہتا تو جب تک میں مانگتا رہتا تو مجھے دیتا رہتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دستی خاص طور پر پسند نہیں تھی، لیکن چونکہ آپ کو گوشت کبھی کبھار ہی میسر آتا تھا تو آپ دستی کی طرف جلدی کرتے؛ کیونکہ وہ جلدی پک جاتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کا اگلا حصہ زیادہ محبوب تھا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''سب سے عمدہ گوشت پشت کا گوشت ہے۔''

حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے گھر میں ایک بکری ذبح کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے پاس پیغام بھیجا: ''ہمیں اپنی بکری میں سے کچھ کھانے کو دو۔

انہوں نے کہا: ہمارے پاس صرف گردن باقی رہ گئی ہے اور مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف گردن بھیجنے میں حیا آتی ہے جب قاصد واپس آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا یہ کہنا سنایا تو آپ نے فرمایا: ''اس کے پاس واپس جاؤ اور کہو کہ گردن بھیج دے، کیونکہ وہ بکری کی سب سے بہترین چیز ہے، سب سے زیادہ خیر والی، اور سب سے کم ضرر والی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گوشت تناول فرماتے تو سر جھکا کر نہیں کھاتے تھے؛ بلکہ گوشت کو اٹھا کر منہ کے قریب کرتے اور بڑے مزے سے نوالے لیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قدید (نمک لگا ہوا خشک گوشت) بھی کھایا۔ جیسا کہ سنن کی ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص نے کہا: ہم سفر میں تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک بکری ذبح کی۔ آپ نے فرمایا: ''اس کے گوشت کو خشک کر لو''۔ تو میں مسلسل آپ کو اس کا گوشت کھلاتا رہا یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگلی گدھے (زیبرا) کا گوشت بھی کھایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کا گوشت بھی کھایا اور اونٹ کا گوشت بھی سفر و حضر دونوں حالتوں میں تناول فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خرگوش کا گوشت بھی کھایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمندری جانوروں کا گوشت بھی کھایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثرید بھی کھایا، جو روٹی کے ٹکڑوں کو گوشت کے شوربے میں بھگو بنایا جاتا ہے، اور بعض اوقات اس میں گوشت بھی شامل ہوتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیتون کے تیل کے ساتھ روٹی کھائی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''زیتون کا تیل کھاؤ اور اسے جسم پر لگاؤ، کیونکہ یہ ایک بابرکت درخت سے حاصل کیا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساگ بھی پکوا کر کھایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خزیرہ بھی کھائی، یہ دلیے کی طرح ایک کھچڑی ہوتی ہے، لیکن دلیے سے کچھ پتلی ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پنیر بھی کھایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تبوک میں پنیر لایا گیا۔ آپ نے چھری منگوائی، اللہ کا نام لے کر کاٹا اور کھایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تازہ کھجوریں، خشک کھجوریں اور ادھ پکی کھجوریں بھی کھائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اراک کے درخت کا پھل (کباث) بھی کھایا۔

جہاں تک پیاز کا تعلق ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ان سے پیاز کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری کھانا وہ تھا جس میں پیاز ملی تھی''۔

غالباً یہ پیاز پکایا ہوا تھا، جس میں بدبو نہ رہی۔ اس پر اس کا قرینہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا: ''آخری کھانے میں پیاز تھی'' یہ نہیں کہا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیاز کھایا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کے سالن میں سب سے زیادہ پسندیدہ چیز سِرکہ تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سرکہ کتنا ہی اچھا سالن ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھوکے تھے۔ فرمایا: ''کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟'' انہوں نے عرض کیا: ''میرے پاس صرف روٹی کے پرانے سوکھے ٹکڑے ہیں، مجھے آپ کے سامنے پیش کرتے ہوئے شرم آرہی ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لے آؤ۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سوکھے ٹکڑوں کو پانی میں بھگو کر کھایا۔ پھر فرمایا: ''کیا کوئی سالن ہے؟'' انہوں نے کہا: ''میرے پاس صرف تھوڑا سا سرکہ ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لے آؤ۔'' جب سرکہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے کھانے پر ڈال کر کھایا، پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور فرمایا: ''کتنا اچھا سالن ہے سرکہ! اے ام ہانی! وہ گھر کبھی محتاج نہیں ہوتا جس میں سرکہ موجود ہو۔

اسی طرح ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لائے جبکہ میں وہاں موجود تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا کھانے کو کچھ ہے؟'' حضرت عائشہ نے کہا: ''ہمارے پاس روٹی، کھجور اور سرکہ ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کتنا اچھا سالن ہے سرکہ! اے اللہ! سرکے میں برکت عطا فرما، یہ مجھ سے پہلے نبیوں کا سالن رہا ہے، اور وہ گھر خالی نہیں ہوتا جس میں سرکہ ہو۔''

امام ابن القیم نے فرمایا کہ یہاں سرکے کی تعریف وقت اور حالت کے اعتبار سے کی گئی ہے، یہ اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ سرکہ دوسرے سالنوں سے افضل ہے، بلکہ

یہ ان لوگوں کے دل کی خوشی کے لیے کہا گیا جنہوں نے یہ کھانا پیش کیا تھا۔ اگر گوشت، شہد یا دودھ موجود ہوتا تو وہ زیادہ مدح کا مستحق ہوتا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ کی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسے ہے جیسے ثرید کی دوسرے تمام کھانوں پر۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ولیمہ کھجور اور ستو سے کیا۔

سِتّو، گندم یا جو کو بھون کر پھر پیس کر بنایا جاتا تھا۔

سلمٰی، جو ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام) کی زوجہ تھیں، بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسن بن علی، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے پاس آئے اور کہا: ''ہمارے لیے ویسا کھانا تیار کرو جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھا اور جسے آپ خوشی سے کھاتے تھے۔''

سلمٰی نے کہا: ''بیٹو! آج تمہیں اس کی خواہش نہیں ہوگی۔''

انہوں نے کہا: ''نہیں، ہمارے لیے وہی بناؤ۔''

چنانچہ وہ اٹھیں، کچھ جَو لیا، اسے پیسا، ایک ہانڈی میں ڈال کر اس میں کچھ زیتون کا تیل شامل کیا، پھر کالی مرچ اور مصالحے پیس کر اس میں ڈالے اور انہیں پیش کیا۔

سلمٰی نے کہا: ''یہی وہ کھانا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھا اور آپ خوشی سے کھاتے تھے۔

یہ جو ''مصالحہ'' کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد وہ گرم مزاج ادویات یا مصالحہ جات ہیں جو ہندوستان سے آتے تھے۔ بعض نے کہا کہ اس میں دھنیا، ادرک اور زیرہ شامل تھے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے میں خوشبو یا ذائقہ ڈالنا پسند تھا اور یہ زہد و قناعت کے خلاف نہیں تھا۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں: ''غزوہ خندق کے موقع پر میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور کہا: ''کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت بھوکا دیکھا ہے۔

انہوں نے ایک تھیلی نکالی جس میں ایک صاع جو تھا اور گھر میں ایک بکری بھی تھی۔ میں نے بکری ذبح کی، اور جو پیس کر گوشت کو ہانڈی میں ڈال دیا۔

پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آہستہ سے کہا: ''یا رسول اللہ! آپ چند افراد کے ساتھ تشریف لے آئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو پکارا: ''اے خندق والو! جابر نے دعوت کا کھانا تیار کیا ہے۔ آؤ سب لوگ چلیں۔

اور فرمایا: ''تم لوگ اپنی ہانڈی اتارنا نہیں اور نہ ہی آٹا پکانا شروع کرنا جب تک میں نہ آجاؤں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آٹے کی ٹوکری پیش کی، آپ نے اس میں لعاب دہن ملایا اور دعا فرمائی، پھر ہانڈی میں بھی ایسا ہی کیا۔ پھر فرمایا: ''روٹی پکانے والی کو بلاؤ کہ وہ تمہارے ساتھ روٹیاں پکائے اور ہانڈی سے نکالتے رہو لیکن ہانڈی کو نہ اتارو۔

قسم اللہ کی! ہزار آدمیوں نے کھایا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور وہاں سے اٹھ گئے، مگر ہانڈی اسی طرح کھول رہی تھی اور روٹی اسی طرح پک رہی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ نکلے اور ایک انصاری عورت کے گھر تشریف لے گئے۔ اس نے ایک بکری ذبح کی، آپ نے اس کا گوشت تناول فرمایا۔

پھر اس نے تازہ کھجوروں کا ایک تھال پیش کیا، آپ نے اس میں سے کھایا، پھر وضو کر کے نماز ظہر ادا کی۔

پھر وہ عورت بکری کے کچھ اور حصے لے آئی، آپ نے دوبارہ کھایا، پھر عصر کی نماز ادا کی اور اس بار دوبارہ وضو نہیں فرمایا۔

حضرت اُم منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ہمارے ہاں کھجوریں لٹکی ہوئی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے شروع کیے اور حضرت علی بھی ساتھ کھا رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے علی! ٹھہرو، تم ابھی صحت یاب ہو رہے ہو۔

چنانچہ حضرت علی رک گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھاتے رہے۔

میں نے ان کے لیے ساگ اور جَو تیار کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: ''اس میں سے کھاؤ، یہ تمہارے لیے زیادہ مفید ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے روٹی کا ایک ٹکڑا لیا، اس پر کھجور رکھی اور فرمایا: ''یہ اس کے لیے سالن ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''ثفل'' پسند تھا۔

''ثفل'' اس کھانے کو کہتے ہیں جو ہانڈی یا برتن کے نیچے بچ جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانوں میں سب سے زیادہ ''ثرَید'' پسند تھا چاہے وہ روٹی کا ثرید ہو یا حیس کا۔

''حیس'' کھجور، گھی اور پنیر کو ملا کر بنایا جاتا تھا۔ بعض اوقات پنیر کی جگہ آٹا یا ستو بھی

ڈالا جاتا تھا اور سب چیزوں کو اچھی طرح ملا دیا جاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کے گوشت میں دونوں بازو (کندھے) اور دستی پسند تھے۔

اور سالن میں آپ کو کدو پسند تھا۔

کھجوروں میں عجوہ کھجور محبوب تھی۔ آپ نے عجوہ کے لیے برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا: ''یہ جنت سے ہے اور زہر اور جادو سے شفا دیتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھجوروں میں سب سے زیادہ عجوہ پسند تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکھن اور کھجور بھی پسند تھے۔

سبزیوں میں چکوری، سونف اور الرجلۃ (پانی کی سبزی یا پودینہ نما سبزی) پسند تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ککڑی پسند تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خشک گوشت بھی پسند تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گُردوں کے کھانے کو ناپسند فرماتے تھے، کیونکہ وہ پیشاب کی جگہ کے قریب ہوتے ہیں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کے سات اعضا نہیں کھاتے تھے: ذکر، خصیے، شرمگاہ، خون، مثانہ، پتّہ، اور غدود۔ اور دوسروں کے لیے بھی ان کا کھانا مکروہ سمجھتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹڈی اور گُردے نہیں کھاتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گوہ اور تلّی سے پرہیز کرتے تھے، لیکن انہیں حرام نہیں فرماتے تھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لہسن، پیاز، اور ہرا پیاز نہیں کھاتے تھے؛ اس لیے کہ فرشتے آپ کے پاس آتے تھے اور آپ جبرائیل علیہ السلام سے ہم کلام ہوتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کو برا نہیں کہا؛ اگر کھانے کو پسند فرماتے تو کھا لیتے، ورنہ چھوڑ دیتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس آتے اور فرماتے: ''کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟'' میں کہتی: نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: ''تو میں روزہ سے ہوں۔'' ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! ہمیں ایک تحفہ ملا ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تحفہ ہے؟'' میں نے کہا: ''حَیْس (کھجور، گھی اور پنیر کا مرکب)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے آج روزہ کی نیت کی تھی۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کھایا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھانا لایا جاتا تو دریافت فرماتے: ''یہ صدقہ ہے یا تحفہ؟'' اگر کہا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو فرماتے: ''تم لوگ کھاؤ'' اور خود نہ کھاتے۔ اور اگر کہا جاتا کہ تحفہ ہے تو خود بھی تناول فرماتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحفے سے تب تک نہ کھاتے جب تک تحفہ دینے والے کو بھی اس میں شریک نہ کر لیتے، جیسا کہ اس بکری کے بارے میں ہوا جو آپ کو تحفہ میں بھیجی گئی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہلِ خانہ کی ضروریات کے لیے اونٹنیاں اور بکریاں تھیں، جن کے دودھ سے گزارا ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پسند نہ تھا کہ یہ جانور سو (۱۰۰) کی تعداد سے زیادہ ہوں، اور اگر زیادہ ہو جاتے تو زائد کو ذبح کر دیتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ ہمسائے بھی تھے جن کے پاس دودھ دینے والے جانور تھے؛ وہ ان کے دودھ کا تحفہ بھیجتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے نوش فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سات بکریاں تھیں جن کی دیکھ بھال حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کرتی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر صحابۂ کرام کے باغات میں تشریف لے جاتے،

وہاں سے کھاتے اور لکڑیاں بھی جمع کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آزاد اور غلام دونوں کی دعوت قبول فرماتے، خواہ وہ صرف تھوڑا سا دودھ ہو یا خرگوش کی ران۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحائف قبول کرتے اور بدلہ بھی دیتے، مگر صدقہ نہیں کھاتے تھے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے پر بلایا جاتا اور آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہوتا تو آپ میزبان کو بتاتے: ''یہ شخص ہمارے ساتھ آیا ہے، اگر اجازت ہو تو ٹھیک، ورنہ وہ واپس چلا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ کھانا پسند تھا جس میں زیادہ لوگ شریک ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہمانوں کو بار بار کھانے کی پیشکش کرتے اور کئی بار کھانے کی دعوت دیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ آپ گھر میں بھی کبھی کھانے کا تقاضا نہیں کرتے تھے۔ اگر کھانا پیش کیا جاتا تو کھا لیتے، ورنہ خاموش رہتے۔ جو چیز کھلائی جاتی، اسے قبول فرماتے، اور جو پانی دیا جاتا، پی لیتے۔

کبھی کبھار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود کھانے یا پینے کی چیز اٹھا کر کھا لیتے تھے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ کھانے کی برکت یہ ہے کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھو لیے جائیں۔ میں نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کھانے کی برکت کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا ہے۔

یہاں وضو سے مراد ہاتھ دھونا ہے۔

تیسری فصل: کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کا دعا پڑھنا

جب دستر خوان بچھتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے:

بِاسْمِ اللهِ، اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا نِعْمَةً مَشْكُورَةً تَصِلُ بِهَا نِعْمَةَ الْجَنَّةِ.

بسم اللہ، اے اللہ! اس کو ہمارے لیے ایک شکر گزار نعمت بنا دے جس کے ذریعے جنت کی نعمت تک پہنچا جائے۔

اور جب سامنے کھانا پیش کیا جاتا تو فرماتے: ''بسم اللہ۔

جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے:

اللّٰهُمَّ أَطْعَمْتَ وَسَقَيْتَ، وَأَغْنَيْتَ وَأَقْنَيْتَ، وَهَدَيْتَ وَاجْتَبَيْتَ، فَلَكَ الْحَمْدُ عَلَى مَا أَعْطَيْتَ.

اے اللہ! تو نے کھلایا، تو نے پلایا، تو نے مال دار بنایا، تو نے خوشحال کیا، تو نے ہدایت دی، تو نے منتخب کیا، پس تیرے لیے ہی حمد ہے اس نعمت پر جو تو نے عطا فرمائی۔

جب آپ کے سامنے سے دستر خوان اُٹھایا جاتا تو یہ دعا فرماتے:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَفَانَا وَآوَانَا، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مَكْفُورٍ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا

الحمدللہ بہت زیادہ، پاکیزہ اور بابرکت تعریف اللہ کے لیے ہے، تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں کفایت دی اور ہمیں پناہ دی۔ نہ ہم اس کے احسان سے بے نیاز ہیں، نہ ہم اسے ترک کرتے ہیں اور نہ ہم اس سے بے پرواہ ہو سکتے ہیں، اے ہمارے رب۔

اور جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا بھی فرماتے:

اللّٰهُمَّ، لَكَ الْحَمْدُ، أَطْعَمْتَ وَسَقَيْتَ، وَأَشْبَعْتَ وَأَرْوَيْتَ، فَلَكَ الْحَمْدُ غَيْرَ

مَكْفُورٍ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْكَ۔

اے اللہ! تیرے ہی لیے حمد ہے، تُو نے کھلایا، تُو نے پلایا، تُو نے سیر کیا اور تُو نے سیراب کیا۔ تیرے ہی لیے حمد ہے، نہ ہم اسے کم شمار کرتے ہیں، نہ ہم اسے چھوڑتے ہیں، اور نہ ہی ہم تجھ سے بے نیاز ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِینَ۔

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔

اور جب کھاتے یا پیتے تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی أَطْعَمَ وَسَقٰی، وَسَوَّغَهُ وَجَعَلَ لَهُ مَخْرَجًا۔

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے کھلایا، پلایا، نگلنے کو آسان بنایا، اور اس کے نکلنے کا راستہ بنایا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک دن موجود تھے، آپ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔ میں نے ایسا کھانا نہیں دیکھا جس کی ابتدا میں اتنی برکت ہو اور آخر میں اتنی کم برکت ہو۔

ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کیا معاملہ ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب ہم نے کھانا شروع کیا تو اللہ کا نام لیا تھا، پھر ایک شخص آیا اور کھانے بیٹھ گیا اور اس نے اللہ کا نام نہیں لیا، تو شیطان اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہوگیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھ صحابہ کے ساتھ کھانے کھا رہے تھے، ایک دیہاتی آیا اور دو لقموں میں سارا کھانا کھا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر اس نے بسم اللہ کہی ہوتی تو وہ تم سب کے لیے کافی ہوتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی کھائے اور اللہ کا نام لینا بھول جائے تو یوں کہے: بسم اللہ اولہ وآخرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کے ہاں کھانا کھاتے تو ان کے لیے دعا کیے بغیر نہیں اٹھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ'' اے اللہ! ان کے لیے برکت عطا فرما اور ان پر رحم فرما۔

اور یہ بھی فرماتے: أَفْطَرَ عِندَكُمُ الصَّائِمُونَ، وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الأَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ المَلَائِكَةُ۔

تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا، تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا، اور تم پر فرشتوں نے رحمت بھیجی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب لوگوں کے ساتھ کھاتے تو آخر میں کھانے والے ہوتے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا'' جب دستر خوان بچھایا جائے تو آدمی نہ اٹھے اگر چہ سیر ہو جائے جب تک کہ سب لوگ فارغ نہ ہوں، کیونکہ ایسا کرنے سے اس کے ساتھی شرمندہ ہوں گے، اور ممکن ہے کہ اسے کھانے کی ابھی ضرورت ہو۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر پرورش تھے) فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے سامنے کھانا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بیٹا! قریب آجاؤ، اللہ کا نام لو، دائیں ہاتھ

سے کھاؤ، اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھانے پر بلائے جاتے تو اپنے قریب سے کھاتے تھے، اور جب کھجور پیش کی جاتی تو ہاتھ اِدھر اُدھر چلاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو ایک لقمہ کھائے تو اس پر اللہ کی حمد کرے، یا ایک گھونٹ پیئے تو اس پر اللہ کی حمد کرے۔''

چوتھی فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھل کھانے کا طریقہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور اپنے دائیں ہاتھ سے لیتے اور تربوز بائیں ہاتھ سے لیتے، اور کھجور کے ساتھ تربوز کھاتے۔ یہی پھل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کھاتے اور گٹھلیاں برتن یا پلیٹ پر ڈال دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کے ساتھ تربوز کھاتے اور فرماتے: ''اس کی گرمی کو اس کی ٹھنڈک کے ساتھ اور اس کی ٹھنڈک کو اس کی گرمی کے ساتھ توڑا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی تربوز کو روٹی اور شکر کے ساتھ بھی کھاتے تھے، اور کبھی کھجور کے ساتھ بھی کھاتے تھے، اور دونوں ہاتھوں سے کھانے میں مدد لیتے تھے۔

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں ہاتھ سے کھجور کھا رہے تھے، اور بائیں ہاتھ میں گٹھلیاں جمع کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک بکری گزری، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بائیں ہاتھ کی گٹھلیاں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پیش کیں، تو وہ بکری آپ کے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے کھانے لگی، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں ہاتھ سے کھجور کھاتے رہے یہاں تک کہ کھانا مکمل کر لیا، پھر بکری واپس چلی گئی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خربوزہ اور کھجور کو مِلا کر کھا رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''میری والدہ نے مجھے فربہ (موٹا) کرنے کی کوشش کی تا کہ وہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں داخل کریں، لیکن یہ کوشش کامیاب نہ ہوئی یہاں تک کہ میں نے کھجور اور ککڑی ایک ساتھ کھائیں تو خوب اچھی طرح موٹی ہوگئی۔

اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ککڑی کو کبھی کھجور کے ساتھ اور کبھی نمک کے ساتھ کھاتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تازہ پھلوں میں سب سے زیادہ محبوب پھل کھجور اور انگور تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انگور ایسے کھاتے تھے کہ ان کے دانے دانہ توڑ کر کھاتے، یہاں تک کہ انگور کا رس آپ کی داڑھی پر موتیوں کے مالا کی طرح ٹپکتا دکھائی دیتا تھا۔

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''معاذ نے مجھے تازہ کھجور کا ایک تھال دے کر بھیجا، اور اس کے اوپر چھوٹی چھوٹی ککڑیاں بھی رکھی ہوئی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ککڑی بہت پسند تھی، میں نے اسے خدمت اقدس میں پیش کیا جبکہ اس وقت بحرین سے کچھ زیورات آئے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے مٹھی بھر کر مجھے وہ زیورات عطا فرما دیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب موسم کا پہلا پھل لایا جاتا تو اسے اپنی دونوں آنکھوں پر لگاتے، پھر اپنے لبوں پر رکھتے، اور دعا فرماتے: ''اے اللہ! جیسے تُو نے ہمیں اس کا آغاز دکھایا، ہمیں اس کا انجام بھی دکھا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ پھل وہاں موجود بچوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ''جب لوگ پہلے پھل کو دیکھتے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے، تو آپ اسے ہاتھ میں لیتے اور دعا فرماتے'' اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما، اور ہمارے مدینہ کی برکت عطا فرما، اور ہمارے صاع اور مد میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! بے شک

ابراہیم تیرے بندے، تیرے خلیل، اور تیرے نبی تھے، اور میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ ابراہیم نے تجھ سے مکہ کے لیے دعا کی تھی، اور میں تجھ سے مدینہ کے لیے اسی دعا کے ساتھ اور اس کے مثل مزید دعا کرتا ہوں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی چھوٹے بچے کو بلاتے اور وہ پھل اسے عطا فرماتے۔

علماء نے فرمایا ہے: ''ابراہیم علیہ السلام کی دعا مکہ کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا مدینہ کے لیے قبول ہوئی، چنانچہ دنیا کے مشرق ومغرب سے ہر قسم کے پھل وہاں لائے جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وطن کے پھل جب موسم میں آتے تو انہیں کھاتے اور ان سے پرہیز نہیں فرماتے تھے۔

فائدہ:

قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''یہ صحت کا ایک بڑا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر علاقے میں اسی موسم کے پھل پیدا کیے ہیں جو وہاں کے لوگوں کے لیے فائدہ مند ہوتے ہیں۔ ان پھلوں کو کھانے سے صحت ٹھیک رہتی ہے اور دواؤں کی ضرورت کم پڑتی ہے۔ جو لوگ بیماری کے ڈر سے اپنے علاقے کے پھل نہیں کھاتے، وہ زیادہ بیمار اور کمزور رہتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے علاقے کے پھل مناسب وقت پر اور صحیح طریقے سے کھائے تو وہ اس کے لیے دوا کی طرح فائدہ مند ہوتے ہیں۔

پانچویں فصل: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پینے کا طریقہ اور آپ کا پیالہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ پسندیدہ مشروب میٹھا اور ٹھنڈا ہوتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہد کو ٹھنڈے پانی میں ملا کر پیا کرتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری صحابی کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت وہ اپنے باغ میں پانی کا رخ بدل رہے تھے۔ حضور نے سلام فرمایا، انصاری صحابی نے جواب دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اگر تمہارے پاس کسی مشکیزے میں رات کا بچا ہوا پانی ہے تو لے آؤ، ورنہ ہم واپس چلے جاتے ہیں۔

انھوں نے کہا: میرے پاس رات کا بچا ہوا پانی موجود ہے۔

پھر وہ چھپر کی طرف گئے، وہاں سے ایک پیالے میں پانی نکالا اور اس پر اپنی پالتو بکری کا دودھ دوہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ دودھ ملا پانی نوش فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسواک کرتے تو بعد میں کسی کو وہ مسواک عطا فرما دیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ چھوٹے سے شروع کرتے اور جب پینے کا وقت آتا تو دائیں طرف والے کو دیتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی کو ایک دم نگلنے کے بجائے چوس چوس کر پیتے تھے اور دھار باندھ کر نہیں پیتے تھے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف کم عمر یا چھوٹا بچہ ہوتا اور بائیں طرف کوئی بڑا یا معزز شخص ہوتا تو آپ فرماتے: ''سنت یہ ہے کہ پہلے دائیں والے کو دیا جائے، لیکن اگر تم چاہو تو انہیں دے دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں اور حضرت خالد بن ولید

رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے۔ وہاں دودھ کا پیالہ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیا، اور میں آپ کے دائیں جانب تھا، اور خالد بائیں جانب۔ آپ نے فرمایا: ''یہ گھونٹ تمہارا حق ہے، اگر چاہو تو خالد کو دے دو۔

میں نے عرض کیا: میں آپ کے برکت والے جھوٹے پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسی کو اللہ کھانا عطا فرمائے تو وہ یہ دعا کرے:

اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ۔

اور جب اللہ دودھ عطا فرمائے تو یہ کہے:

اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کھانے اور پینے کی جگہ دودھ کی طرح کوئی اور چیز کافی نہیں ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عموماً بیٹھ کر پانی پیتے تھے، اور یہی آپ کی عادت تھی۔

ایک روایت مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمزم کا پانی کھڑے ہو کر بھی پیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کو تحفہ دینا چاہتے تو زمزم کا پانی پلا دیتے، اور خود بھی اس پانی کو لے جایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر دونوں طرح پانی پیتے ہوئے دیکھا۔

حضرت نزال بن سبرہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لوٹے میں

پانی دیا گیا۔ انہوں نے اس سے ایک چلو پانی لیا، ہاتھ دھوئے، کلی کی، ناک میں پانی چڑھایا، چہرہ، ہاتھ اور بازو دھوئے، پھر اسی پانی کو کھڑے ہو کر پیا، اور فرمایا: ''یہ اس شخص کا وضو ہے جس کا وضوٹوٹا نہ ہو، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ایسے ہی کرتے دیکھا۔

حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور ایک لٹکے ہوئے مشکیزے سے کھڑے ہو کر پانی پیا۔ میں نے مشکیزے کا منہ کاٹ کر رکھ لیا تا کہ اس سے برکت حاصل کروں اور شفا کی نیت سے استعمال کروں۔

ایسا ہی واقعہ حضرت امّ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بھی پیش آیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ کھانے میں پھونکتے تھے اور نہ پینے میں، اور نہ ہی برتن میں سانس لیتے تھے۔

جب پانی پیتے تو تین سانسوں میں پیتے اور فرماتے: ''یہ طریقہ زیادہ صحت بخش، زیادہ خوشگوار اور زیادہ صاف ستھرا ہے۔

کبھی آپ دو سانسوں میں پیتے اور کبھی ایک ہی سانس میں پورا پی لیتے۔

جب برتن کو منہ کے قریب کرتے تو بسم اللہ کہتے، اور جب پی کر برتن ہٹاتے تو الحمد للہ کہتے اور یہ تین بار دہراتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی برتن میں سانس نہیں لیتے تھے، بلکہ سانس لینے کے لیے منہ دوسری طرف کر لیتے تھے۔

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے شہد اور دودھ ملا کر لایا گیا تو آپ نے پینے سے انکار فرمایا اور فرمایا: ''ایک ہی وقت میں دو مشروب؟ اور ایک ہی برتن میں دو نعمتیں؟

پھر فرمایا: ''میں اس کو حرام نہیں کرتا، لیکن مجھے دنیا کی فضول نعمتوں کی حساب کتاب

اور فخر پسند نہیں، میں اپنے رب کے سامنے عاجزی اور سادگی کو پسند کرتا ہوں، کیونکہ جو اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بلند کر دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے میٹھے اور صاف پانی کا بندوبست کیا جاتا تھا۔

ابن قیم فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے کے ساتھ پانی نہیں پیا کرتے تھے تاکہ کھانے کو خراب نہ کرے، خاص طور پر اگر پانی بہت گرم یا بہت ٹھنڈا ہو، یہ صحت کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی پیتے تو یہ دعا پڑھتے: ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اپنی رحمت سے میٹھا اور خوش ذائقہ پانی پلایا اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں کھارا اور کڑوا پانی نہیں پلایا۔''

حضور کا پیالہ:

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں ایک موٹا سا لکڑی کا پیالہ دکھایا جس پر لوہے کی کیلیں لگی ہوئی تھیں، اور فرمایا: ''اے ثابت! یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیالہ ہے۔ میں نے خود اس پیالے سے حضور کو ہر طرح کا مشروب پلایا ہے پانی، نبیذ (کھجور کا میٹھا پانی)، شہد ملا پانی اور دودھ۔''

علامہ باجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''نبیذ سے مراد وہ پانی ہے جس میں چند کھجوریں ڈال دی جاتی تھیں تاکہ پانی میٹھا ہو جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے رات کے وقت نبیذ تیار کیا جاتا، اور آپ اگلے دن صبح سے لے کر شام تک اور دوسرے دن عصر تک اس میں سے پیتے۔ اگر اس کے بعد بھی کچھ بچ جاتا تو وہ خادم کو دے دیا جاتا بشرطیکہ اس میں نشہ نہ پیدا ہو گیا ہو۔ اگر نشے کا خطرہ ہوتا تو وہ پانی بہا دیا جاتا۔ یہ نبیذ طاقت بڑھانے کے لیے مفید تھا۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عاصم احول سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیالہ دیکھا وہ پیالہ درمیان سے ٹوٹا ہوا تھا، اس لیے حضرت انس نے اس پر چاندی کی تار سے جوڑ لگوادیا تھا۔ وہ پیالہ عمدہ لکڑی کا تھا اور چوڑا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''میں نے اس پیالے سے کئی مرتبہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشروب پلایا۔''

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اس پیالے میں لوہے کی ایک کڑی لگی ہوئی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ چاہتے تھے کہ اس کی جگہ چاندی یا سونے کی کڑی لگوائیں، مگر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: 'کسی ایسی چیز کو نہ بدلو جسے حضور نے خود پسند فرمایا۔' تو حضرت انس نے بھی ارادہ چھوڑ دیا۔''

کہا جاتا ہے کہ وہ پیالہ 'نبع' نامی درخت کی لکڑی سے بنا تھا، اور بعض کے نزدیک 'اَثل' نامی درخت سے۔ اس کا رنگ زردی مائل تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شیشے کا پیالہ بھی تھا جس میں آپ پانی پیتے تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پسند تھا کہ پیتل کے برتن میں وضو فرمائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لکڑی کا ایک برتن بھی تھا جو آپ کے بستر کے نیچے رکھا رہتا، اور رات میں اس میں پیشاب فرمالیتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مٹی کا ایک برتن بھی تھا جس کو آپ وضو اور پانی پینے کے لیے استعمال فرماتے تھے۔ لوگ اپنے چھوٹے بچوں کو لے کر حضور کی خدمت میں آتے، اور آپ ان کو اندر آنے سے منع نہ فرماتے۔ اگر وہ بچے اس برتن میں پانی پاتے تو اس میں سے پیتے اور اپنے چہروں اور جسموں پر لگاتے تا کہ اس سے برکت حاصل کریں۔

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو مدینے کے خادم لوگ اپنے پانی کے برتن لے کر حاضر ہوتے، اور جو برتن بھی آتا، آپ اپنا دستِ مبارک اس میں ڈال دیتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی مطہروں سے پانی منگواتے اور خود بھی پیتے تا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں کی برکت حاصل ہو۔

چھٹی فصل: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سونے کی کیفیت

امام قسطلانی رحمہ اللہ ''المواہب اللدنیہ''میں فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے ابتدائی حصے میں آرام فرماتے اور رات کے دوسرے نصف کے آغاز میں بیدار ہوجاتے، پھر مسواک کرتے، وضوفرماتے۔آپ نہ تو نیند میں حد سے زیادہ مشغول ہوتے اور نہ ہی ضرورت سے کم سوتے۔ ہمیشہ جتنی نیند کی حاجت ہوتی اتنی ہی لیتے۔آپ کا معمول یہ تھا کہ دائیں کروٹ لیٹتے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے یہاں تک کہ نیند غالب آجاتی۔آپ کبھی پیٹ بھر کرنہیں سوتے تھے۔

فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بستر پر، کبھی چمڑے پر، کبھی چٹائی پر اور کبھی زمین پر سوتے تھے۔آپ کا بستر چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اور ایک کپڑا ابھی تھا جس پر سوتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے ابتدائی حصے میں آرام فرماتے اور آخری حصہ عبادت میں گزارتے۔

آپ جب تک مسواک نہ کرتے سونے کا ارادہ نہ فرماتے۔

دن ہو یا رات، جب بھی بیدار ہوتے پہلے مسواک کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ سرہانے مسواک رکھتے اور جاگنے پر سب سے پہلے مسواک فرماتے۔

رات میں کئی مرتبہ مسواک کرتے۔

جب آرام کا ارادہ فرماتے تو دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے اور فرماتے:

»اللّٰهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ۔ (ثلاث مرّات)

ترجمہ: اے اللہ! مجھے اُس دن کے عذاب سے بچا جب تو اپنے بندوں کو اٹھائے

گا۔ تین مرتبہ۔

جب رات میں لیٹتے تو فرماتے:

بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ أَحْيَا وَبِاسْمِكَ أَمُوتُ۔

ترجمہ: اے اللہ! تیرے نام پر میں جیتا ہوں اور تیرے ہی نام پر مرتا ہوں۔

اور جب جاگتے تو پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ۔

ترجمہ: تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں موت کے بعد زندہ کیا، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

جب رات میں لیٹتے تو فرماتے:

بِاسْمِ اللّٰهِ وَضَعْتُ جَنْبِي، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي، وَأَخْسِئْ شَيْطَانِي، وَفُكَّ رِهَانِي، وَثَقِّلْ مِيزَانِي، وَاجْعَلْنِي فِي النَّدِيِّ الْأَعْلَى۔

ترجمہ: اللہ کے نام پر میں نے اپنا پہلو رکھا، اے اللہ! میرے گناہ بخش دے، میرے شیطان کو مجھ سے دور کر دے، میرے قرض کو ادا کر دے، میرے ترازو کو بھاری کر دے، اور مجھے اعلیٰ جنتی جماعت میں شامل فرما۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب لیٹتے تو سورہ کافرون پڑھ کر سوتے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہر رات بستر پر جاتے تو دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر ان میں پھونک مارتے اور یہ تینوں سورتیں پڑھتے:

(قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ)، (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ)، (قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ)۔

پھر ان ہاتھوں سے پہلے سر اور چہرے پر مسح کرتے، پھر جسم پر، اور یہ عمل تین بار دہراتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سونے سے پہلے سورہ بنی اسرائیل اور سورہ زمر بھی پڑھتے۔

اور سونے سے پہلے سورہ سجدہ اور سورہ ملک پڑھنا معمول تھا۔

آپ اپنی ازواج مطہرات کو فرماتے کہ سونے سے پہلے تینتیس بار الحمدللہ، تینتیس بار سبحان اللہ اور چونتیس بار اللہ اکبر پڑھا کریں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر پر جاتے تو فرماتے:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا، فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِيَ۔

ترجمہ: تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، کافی کیا اور جگہ دی، اور کتنے ایسے لوگ ہیں جن کے پاس نہ کھانے کو کچھ ہے، نہ پینے کو اور نہ رہنے کو جگہ۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں کروٹیں بدلتے تو فرماتے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ۔

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا اور سب پر غالب ہے، وہی آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کا رب ہے، غالب ہے، معاف فرمانے والا ہے۔

اور جب نیند سے جاگتے تو یہ دعا پڑھتے:

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاهْدِنِي لِسَبِيلِ أَقْوَمَ۔

ترجمہ: اے میرے رب! بخش دے، رحم فرما، اور مجھے سیدھا راستہ دکھا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سفر کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے کسی حصے میں آرام فرماتے تو دائیں پہلو پر لیٹتے اور اگر صبح کے قریب آرام کرتے تو ہاتھ کو کھڑا کر کے اس پر سر رکھتے۔

اگر جنابت کی حالت میں نیند کا ارادہ ہوتا تو وضو فرماتے جیسا کہ نماز کے لیے

کرتے تھے۔

اوراگرکھانے یا پینے کاارادہ ہوتا تو ہاتھ دھوکرکھاتے پیتے۔

ایسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعضائے مخصوصہ دھوکروضوفرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں لیکن دل بیدار رہتا تھا۔

اسی لیے سوتے بھی تھے اور پھر اٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

پانچواں باب:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق، حلم، ازواجِ مطہرات کے ساتھ حسنِ معاشرت، امانت، صدق، حیا، مزاح، تواضع، نشست و برخاست، سخاوت اور شجاعت کا بیان

پہلی فصل: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق عالیہ اور حلم کا بیان

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ''الشفا'' میں نقل کیا ہے کہ وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اکہتر (71) کتابیں پڑھیں، ان سب میں یہ بات مشترک پائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب انسانوں سے زیادہ عقل مند اور سب سے بہتر رائے رکھنے والے تھے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ: میں نے ان تمام کتابوں میں یہ بات پائی کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے آغاز سے لے کر قیامت تک تمام انسانوں کو جتنی عقل عطا فرمائی ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقل کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے دنیا کے تمام ریگستانوں کے مقابلے میں ریت کا ایک دانہ۔

اور امام قسطلانی رحمہ اللہ نے ''المواهب'' میں ''عوارف المعارف'' کے حوالے سے نقل کیا ہے: ''عقل اور سمجھ کے سو حصے ہیں، ان میں سے ننانوے حصے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیے گئے، اور ایک حصہ باقی تمام مومنوں میں تقسیم کیا گیا۔''

پھر فرماتے ہیں: ''جو شخص عربوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنِ تدبیر پر غور کرے حالانکہ وہ لوگ جنگلی جانوروں کی طرح منتشر، طبیعتوں میں باہم متفرق اور ایک دوسرے سے دور تھے اور یہ دیکھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح ان کی سخت گوئی کو برداشت کیا، ان کی اذیتوں پر صبر فرمایا، یہاں تک کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع ہو گئے،

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر متحد ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر اپنے باپوں، بیٹوں اور عزیزوں سے لڑنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جانوں پر ترجیح دینے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے لیے اپنے وطن اور محبوب چیزوں کو چھوڑ دیا حالانکہ اس سے پہلے نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکومت کا تجربہ کیا تھا، نہ پچھلی قوموں کی کتابیں پڑھی تھیں، تو یقین ہو جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہان والوں میں سب سے زیادہ عقل مند ہیں۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقل تمام عقلوں سے وسیع تر تھی، تو لازمی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق بھی نہایت وسیع اور بلند تھے، جن میں کسی بات کی تنگی نہ تھی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا:

امام غزالی رحمہ اللہ نے ''احیاء العلوم'' میں نقل کیا ہے کہ سعد بن ہشام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا۔

انہوں نے فرمایا:

کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟

میں نے عرض کیا: کیوں نہیں۔

تو انہوں نے فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق خود قرآن تھا۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت قرآن نے کی تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ۔

ترجمہ: درگزر کو اختیار کرو، نیکی کا حکم دو، اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَ إِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ۔

ترجمہ: بے شک اللہ عدل، احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے، اور بے

حیائی، برائی اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ۔

ترجمہ: جو مصیبت تم پر آئے اس پر صبر کرو، یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ۔

ترجمہ: اور جو صبر کرے اور معاف کردے، بے شک یہ بڑی ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔

ترجمہ: پس تم انہیں معاف کردو اور درگزر کرو، بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

اِجْتَنِبُوا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا۔

ترجمہ: بہت سے گمانوں سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، اور نہ تجسس کرو، نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔

قرآن میں ایسی تعلیمات بے شمار ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے ان تعلیمات کے ذریعے تربیت یافتہ اور مزین ہوئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے یہ نور پوری مخلوق میں پھیل گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کے ذریعے تربیت پائی، پھر لوگوں کو بھی اسی کے ذریعے تربیت دی۔

اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں عمدہ اخلاق کو مکمل کردوں۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کو مکمل فرمایا تو آپ کی مدح

وتعریف ان الفاظ میں فرمائی: ''وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ ''اور بے شک آپ عظیم اخلاق کے مالک ہیں۔ (القلم:4)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عمدہ اخلاق اور خوبصورت اعمال سے گھیر دیا ہے۔

ان اخلاق میں یہ صفات شامل ہیں:

لوگوں کے ساتھ حسن سلوک، نرمی، خوش اخلاقی، اچھا سلوک کرنا، کھانا کھلانا، سلام پھیلانا، مریض کی عیادت کرنا خواہ وہ نیک ہو یا گناہگار، مسلمان کے جنازے کے پیچھے جانا، اپنے ہمسائے کے ساتھ اچھے برتاؤ سے پیش آنا چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، بوڑھوں کی عزت کرنا، دعوت پر جانا اور میزبان کے لیے دعا کرنا، معاف کرنا، لوگوں کے درمیان صلح کرانا، سخاوت کرنا، کشادہ دلی اختیار کرنا، پہلے سلام کہنا، غصے پر قابو پانا، دوسروں کی غلطیوں کو معاف کرنا۔

اسی طرح اسلام میں جو چیزیں ممنوع ہیں، ان سے بھی بچنا شامل ہے؛ جیسے گانے، موسیقی کے آلات، انتقام لینا، کینہ، چغلی، جھوٹ، بخل، فریب، عداوت، قطع تعلقی، ظلم، تکبر، گھمنڈ، بداخلاقی، حسد، بدگمانی اور ہر طرح کی برائی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں کوئی اچھی بات سکھائے بغیر نہیں چھوڑی اور کسی برے کام سے خبردار کیے بغیر نہیں چھوڑا۔

پھر ان سب کی کافی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔

''بے شک اللہ حکم دیتا ہے عدل اور احسان کا اور قریبی رشتہ داروں کو دینے کا، اور روکتا ہے بے حیائی، برائی اور زیادتی سے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل

کرو۔" (النحل:90)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "اے معاذ! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، سچ بولنے، وعدہ پورا کرنے، امانت ادا کرنے، خیانت سے بچنے، پڑوسی کی حفاظت کرنے، یتیم پر رحم کرنے، نرم گفتگو کرنے، سلام کو پھیلانے، اچھے عمل کرنے، دنیا کی محبت چھوڑنے، ایمان پر مضبوطی سے قائم رہنے، قرآن کو سمجھنے، آخرت سے محبت کرنے، حساب سے ڈرنے، اور عاجزی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔

میں تمہیں منع کرتا ہوں کہ کسی عقلمند کو برا کہو، کسی سچے کو جھٹلاؤ، کسی گناہگار کی اطاعت کرو، کسی عادل حاکم کی نافرمانی کرو یا زمین میں فساد کرو۔

ہر پتھر، درخت اور مٹی کے پاس اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اور ہر گناہ کے بعد توبہ کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ چھپے گناہ کی توبہ چھپ کر، اور ظاہر گناہ کی توبہ ظاہر کرنی چاہیے۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو عمدہ اخلاق اور بہترین آداب کی طرف بلایا اور اس کی تعلیم دی۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراپا کے بارے میں پوچھا، کیونکہ میں چاہتا تھا کہ وہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات بیان کریں۔ انہوں نے کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت پرجلال اور باوقار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔"

پھر انہوں نے طویل حدیث بیان کی، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل صورت وسیرت کا ذکر ہے۔

حضرت حسن کہتے ہیں: میں نے یہ بات کچھ عرصہ تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ

سے چھپائے رکھی، پھر میں نے ان سے بیان کی تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے یہ سب سن چکے تھے۔

انہوں نے اپنے والد (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمولات کے بارے میں پوچھا تھا اور سب کچھ جان چکے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے گھر تشریف لاتے تھے تو آپ کا معمول کیا تھا؟''

انہوں نے فرمایا: ''آپ جب گھر تشریف لاتے تو اپنے وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرما لیتے؛ ایک حصہ اللہ کے لیے، ایک حصہ اپنے اہلِ خانہ کے لیے اور ایک حصہ اپنی ذات کے لیے۔

پھر اپنے ذاتی وقت کو بھی لوگوں کے لیے وقف فرما دیتے آپ خاص طور پر لوگوں کی عام ضروریات کو سنتے اور ان کی رہنمائی فرماتے۔

لوگوں میں سے جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا اس کی عزت فرماتے۔ ان کی ضرورت کے مطابق ان کی بات سنتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے: ''جو یہاں موجود ہے، وہ غیر حاضر کو یہ بات پہنچا دے اور مجھے ان لوگوں کی ضرورتیں بتاؤ جو خود بیان نہیں کر سکتے؛ کیونکہ جو شخص کسی مجبور کی ضرورت کسی حاکم تک پہنچا دے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قدموں کو ثابت رکھے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لوگ طلب علم کے لیے آتے اور ہمیشہ علم و ہدایت لے کر لوٹتے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت علی پوچھا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب باہر نکلتے تھے، تو کیسے ہوتے تھے؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زبان کو غیر ضروری باتوں سے روکے رکھتے، لوگوں کو اپنے سے قریب کرتے، اور کسی کو اپنی مجلس سے اجنبی محسوس نہیں ہونے دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر قوم کے معزز افراد کا احترام کرتے اور انہیں ان کی قوم کا سردار بناتے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے محتاط رہتے مگر ان سے خوش خلقی سے ملتے۔ آپ اپنے صحابہ کی خبر گیری فرماتے اور ان کی ضروریات کے بارے میں دریافت کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھے کام کی تعریف کرتے اور اسے پھیلانے کی کوشش کرتے اور برے کام کو برا کہتے اور روکنے کی کوشش کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر معاملہ اعتدال پر مبنی ہوتا۔

آپ کے پاس جو بھی آتا وہ خیر وبھلائی کا طالب ہوتا اور خیر ہی لے کر جاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب سب سے زیادہ وہی ہوتا جو سب سے زیادہ خیر خواہی کرنے والا اور دین میں بہتر ہوتا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس کیسی ہوتی تھی؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ خود کھڑے ہوتے تھے اور نہ بیٹھتے تھے مگر ذکرِ الٰہی کے ساتھ۔ جب کسی مجلس میں جاتے تو جہاں جگہ ملتی وہاں بیٹھ جاتے اور سب کو بھی یہی تعلیم دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھ بیٹھنے والے ہر شخص کو برابر سمجھتے۔ نہ کوئی سمجھتا کہ میں زیادہ مقرب ہوں اور نہ کوئی خود کو کم تر خیال کرتا۔

جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرنے آتا، آپ اس کی پوری بات سنتے اور جب تک وہ خود رخصت نہ چاہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ اٹھتے۔ اگر کسی کی

ضرورت پوری نہیں ہوسکتی تھی تو نرمی سے بات کر کے رخصت کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس علم، حلم، حیا، صبر اور امانت کی مجلس ہوتی۔اس میں بلند آوازیں نہیں ہوتیں، کسی کی برائی نہیں کی جاتی، اور نہ ہی کوئی فحش بات کہی جاتی سب ایک دوسرے کے برابر ہوتے تھے، مگر تقویٰ کی بنیاد پر فضیلت دی جاتی تھی بڑے کا احترام، چھوٹے پر شفقت اور ضرورت مندوں کی مدد، اور غریبوں اور مسافروں کی عزت کی جاتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت یا اپنی ضروری اصلاح کے بغیر نہیں گزرتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے۔

ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے، نرم مزاج تھے۔

حسن اخلاق یہ ہے: "لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا، نرم گفتگو کرنا، تکلیف کو برداشت کرنا، ان پر شفقت کرنا، غصہ ضبط کرنا، عاجزی اختیار کرنا، سختی اور غصہ سے بچنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ سخی ہاتھوں والے تھے، سب سے زیادہ کشادہ دل، سب سے زیادہ سچے، سب سے زیادہ وعدہ پورا کرنے والے، سب سے نرم مزاج اور سب سے بہترین ساتھی تھے۔ جو شخص آپ کو پہلی بار دیکھتا وہ آپ کے رعب سے متاثر ہوتا، اور جو جان پہچان رکھتا وہ آپ سے محبت کرنے لگتا۔

بیان کرنے والے نے کہا: " میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ ان سے پہلے کسی کو دیکھا اور نہ ان کے بعد۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ علم والے، سب سے زیادہ پرہیز گار، سب سے زیادہ زہد اختیار کرنے والے،

سب سے زیادہ عزت والے، سب سے زیادہ انصاف کرنے والے، سب سے زیادہ بردبار اور سب سے زیادہ پاک دامن تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ کسی غیر محرم عورت سے نہیں لگا، سوائے اس کے کہ وہ آپ کی ملکیت میں ہو یا نکاح میں ہو یا محرم ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی، اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں پر سب سے زیادہ مہربان تھے، سب سے زیادہ فائدہ پہنچانے والے تھے، اور لوگوں کے لیے سب سے بہتر تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی تکلیفیں برداشت کرنے میں بھی سب سے زیادہ صابر تھے۔

حضرت خارجہ بن زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں سنائیے۔

انہوں نے فرمایا: "میں کیا حدیث سناؤں! میں آپ کا پڑوسی تھا۔ جب آپ پر وحی نازل ہوتی، تو آپ مجھے بلاتے اور میں اسے لکھ دیتا۔ ہم جب دنیا کی باتیں کرتے، تو آپ بھی ہمارے ساتھ دنیا کی بات کرتے۔ جب ہم آخرت کی بات کرتے، تو آپ بھی ہمارے ساتھ آخرت کی بات کرتے۔ جب ہم کھانے کی بات کرتے، تو آپ بھی اس میں شریک ہوتے۔ کیا تم یہی چاہتے ہو کہ میں تمہیں یہ سب سناؤں؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کبھی کبھار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اشعار پڑھتے اور زمانۂ جاہلیت کے کچھ قصے بھی سناتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا دیتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں صرف اس چیز سے روکتے جو حرام ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے چہروں پر سب سے زیادہ مسکراتے اوران کے کلام پر تعجب کا اظہار کرتے ، اوران کے ساتھ گھل مِل جاتے ۔کبھی کبھار تو آپ اتنا ہنستے کہ دانت نظر آجاتے ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کا بھی ہنسنا آپ کے احترام میں عموماً مسکراہٹ ہی تک محدود رہتا تھا۔

ایک بار ایک دیہاتی آیا۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ کچھ بدلا ہوا تھا اور صحابہ بھی حیران تھے۔دیہاتی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرنا چاہا تو صحابہ نے کہا: رک جا، ہم حضور کے چہرے کو بدلا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

اس نے کہا: مجھے جانے دو، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے، میں حضور کو ہنسا کر ہی رہوں گا۔

پھر اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مسیح دجال لوگوں کے سامنے روٹی لے کر آئے گا، جب وہ سخت بھوک میں ہوں گے۔آپ کیا فرماتے ہیں؟ کیا میں بھوکا رہ کر بھی اس کی روٹی نہ کھاؤں، یا اس کا کھانا کھاؤں اور بعد میں توبہ کر کے ایمان لے آؤں؟

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کے دانت نظر آ گئے اور فرمایا: ''نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اُس وقت بھی اپنی نعمتوں سے غنی کر دے گا، جیسا کہ وہ ایمان والوں کو غنی کر دے گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کا خاص خیال رکھتے تھے۔اگر کسی کو چند دن مجلس میں نہ دیکھتے تو اس کے بارے میں پوچھتے۔اگر وہ مسافر ہوتا تو دعا کرتے ، اگر موجود ہوتا تو اس کے پاس جاتے ، اور اگر بیمار ہوتا تو عیادت کرتے۔

صحابہ سے اس محبت سے پیش آتے کہ ہر ایک یہی سمجھتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک وہ سب سے زیادہ محبوب ہے۔

ہر ایک کے ساتھ اس طرح خوش مزاجی سے پیش آتے کہ ہر شخص یہی سمجھتا کہ وہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے قریبی ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بدترین شخص سے بھی حسن اخلاق کے ساتھ ملتے؛ تاکہ اس کا دل مائل ہو جائے۔

مجھے بھی ایسا محسوس ہوتا کہ میں سب سے بہتر ہوں۔

میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! کیا میں ابو بکر سے بہتر ہوں؟ فرمایا: ”ابو بکر بہتر ہے۔

میں نے کہا: ”کیا میں عمر سے بہتر ہوں؟ فرمایا: ”عمر بہتر ہے۔“

میں نے کہا: کیا میں عثمان سے بہتر ہوں؟ فرمایا: ”عثمان بہتر ہے۔“

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ بتا دیا تو میری خواہش ہوئی کہ کاش میں نے سوال ہی نہ کیا ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس میں ہر ایک کے ساتھ برابر کا سلوک کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس علم، حلم، حیا اور امانت کی مجلس ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔

ترجمہ: یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ آپ ان کے لیے نرم دل ہیں، اگر آپ سخت دل ہوتے تو وہ لوگ آپ کے گرد سے منتشر ہو جاتے۔ [آل عمران:159]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو براہ راست ایسی بات نہیں کہتے تھے جو اس کو ناگوار لگے۔

اگر کوئی برائی سننے میں آتی تو یوں فرماتے: ”کیا حال ہے کچھ لوگوں کا جو یہ اور یہ بات کرتے ہیں؟“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو تنبیہ دیتے؛ لیکن نرمی اور حکمت سے اگر کسی سے کوئی نامناسب کام سرزد ہو جاتا تو پہلے تحقیق کرتے، پھر نرمی سے سمجھاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی غیبت یا بدگمانی پر عمل نہیں کرتے تھے۔

اکثر فرماتے: ''میرے صحابہ کے متعلق مجھے صرف اچھی باتیں بتایا کرو، میں چاہتا ہوں کہ جب تمہارے پاس آؤں تو میرا دل سب کے لیے صاف ہو۔''

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو دین کی طرف بھیجتے تو فرماتے: ''لوگوں کو خوشخبری دو، نفرت نہ دلاؤ۔ آسانی پیدا کرو، سختی نہ کرو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے صحابہ سے ملتے تو پہلے سلام کرتے اور ہاتھ ملاتے۔ مصافحہ کرتے وقت ہاتھ مضبوطی سے پکڑتے اور جب تک سامنے والا ہاتھ نہ چھوڑے آپ ہاتھ نہ کھینچتے اگر کوئی سرگوشی کرنا چاہتا تو آپ کان اس کے قریب کر دیتے اور جب تک وہ خود بات مکمل نہ کرتا آپ کان نہ ہٹاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کو ان کی کنیت سے پکارتے، اگر کسی کی کنیت نہ ہوتی تو کنیت دے دیتے، بچوں کو بھی کنیت سے بلاتے تاکہ ان کے دل خوش ہوں۔

جب بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کرتے اور پیار کرتے۔

جب سفر سے آتے تو سب سے پہلے بچوں سے ملاقات کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں اور اہلِ خانہ پر سب سے زیادہ رحم فرمانے والے تھے۔

چھوٹے بچوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برکت دیتے، ان کے منہ میں گھٹی دیتے اور ان کے لیے دعا فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انصار کے گھروں پر جاتے، ان کے بچوں کو سلام کرتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔

حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا نام ''یوسف'' رکھا، مجھے اپنی گود میں بٹھایا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب بنت امِّ سلمہ سے کھیلتے اور پیار سے بار بار فرماتے: ''اے زوینب، اے زوینب۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن اور حسین کو اپنی پیٹھ پر سوار کرتے اور ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل چلتے جاتے اور فرماتے: ''کیا ہی اچھا اونٹ ہے تم دونوں کا، اور کیا ہی اچھے سوار ہو تم دونوں!'' کبھی کبھی زمین پر بیٹھ کر بھی یہ کھیل کرتے۔

ایک بار حسن آئے اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں تھے، تو وہ آپ کی پیٹھ پر چڑھ گئے۔ آپ نے سجدہ طویل کر دیا یہاں تک کہ حسن اتر گئے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو کسی صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے سجدہ بہت لمبا کیا؟ آپ نے فرمایا: ''میرا بیٹا میری پیٹھ پر سوار ہو گیا تھا، میں نے پسند نہ کیا کہ اسے جلدی اُتار دوں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے اور حسن و حسین آپ کی پیٹھ پر کھیلتے رہتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حسن بن علی کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور ان کے قدم اپنے گھٹنوں پر رکھ کر فرما رہے تھے: ''چڑھ جا، چڑھ جا، چھوٹی آنکھ والے... کمزور، کمزور۔

لسان العرب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن یا حسین کو گود میں لے کر پیار سے فرمایا کرتے تھے: ''کمزور، کمزور! چڑھ جا، چھوٹی آنکھ والے'' (یہ سب الفاظ مزاح اور خوش طبعی کے طور پر تھے)۔

اچھے اخلاق والے لوگوں کی عزت کرتے، معززین کو ان کی حیثیت کے مطابق نوازتے، اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی فرماتے لیکن انہیں ان لوگوں پر ترجیح نہ دیتے جو

دین کے لحاظ سے افضل ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو ہاشم کا خصوصی احترام فرماتے، خصوصاً حضرت عباس کے ساتھ نہایت محبت وعزت سے پیش آتے، گویا جیسے بیٹا باپ کا احترام کرتا ہے۔

جب کسی سے ملاقات ہوتی تو سبقت لے جا کر سلام کرتے، اور اگر کسی کا ہاتھ پکڑ لیتے تو جب تک وہ خود نہ چھوڑتا آپ نہ چھوڑتے۔ جب کسی کو رخصت کرتے تو ہاتھ پکڑ کر فرماتے: ''اللہ تمہارے دین، تمہاری امانت اور تمہارے اعمال کے انجام کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

اگر کوئی دورانِ نماز آ کر آپ کے پاس بیٹھ جاتا تو آپ نماز مختصر کر دیتے اور اس کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے: ''کیا تمہیں کوئی ضرورت ہے؟'' پھر جب اس کی ضرورت پوری کر لیتے تو اپنی نماز مکمل فرماتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر آنے والے کا اکرام کرتے، حتیٰ کہ اگر کوئی ایسا آ جاتا جس کا آپ سے نہ قرابت کا تعلق ہوتا، نہ رضاعت کا، تو آپ کبھی کبھی اپنی چادر بچھا دیتے تاکہ وہ اس پر بیٹھ جائے۔

آپ آنے والوں کو اپنی تکیہ یا گدی پیش کرتے، اور اگر وہ لینے سے انکار کرتا تو اصرار کرتے یہاں تک کہ وہ لے لیتا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس سال خدمت کی، لیکن کبھی آپ نے مجھے ''اف'' تک نہ کہا، نہ کسی کام کے متعلق فرمایا کہ ''یہ کیوں کیا؟'' اور نہ کسی چھوڑے ہوئے کام پر فرمایا کہ ''یہ کیوں نہ کیا؟

ایک اور روایت میں حضرت انس فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھا جب میری عمر آٹھ برس کی تھی، اور دس برس تک خدمت کرتا رہا، مگر آپ نے کبھی مجھے کسی بات پر ملامت نہ کی۔ اگر کبھی کسی اور نے ملامت کی تو آپ فرماتے: ''اسے چھوڑ دو، اگر اللہ نے چاہا ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتا۔

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا۔ میں نے کہا: ''اللہ کی قسم، میں نہیں جاؤں گا'' حالانکہ دل میں ارادہ تھا کہ جاؤں گا میں چلتے چلتے بچوں کے پاس رک گیا، جو کھیل رہے تھے، تو اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیچھے سے میری گردن پکڑ لی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے اور فرمایا: ''اے انیس! کیا تو وہ کام کر آیا جس کا میں نے حکم دیا تھا؟'' میں نے کہا: جی، میں جا رہا ہوں۔

ایک دفعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا، آپ کے بدن پر نجران کا موٹا چادر تھا۔ ایک بدو آیا اور زور سے آپ کی چادر کو کھینچا، حتیٰ کہ آپ کی گردن پر نشان پڑ گیا۔ پھر اس نے کہا: اے محمد! اللہ کے اس مال میں سے مجھے دو جو تمہارے پاس ہے۔ آپ مسکرائے اور پھر اس کو عطا فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نرم خو تھے، سخت مزاج اور تند خو نہ تھے:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ کبھی بدگو تھے اور نہ ہی بازاروں میں شور مچانے والے تھے، نہ برائی کا جواب برائی سے دیتے تھے، بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر کرتے۔

احیاء العلوم میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ صفات تورات میں بھی بیان فرمائی تھیں کہ ''محمد میرے بندے اور میرے پسندیدہ نبی ہیں، نہ سخت گو، نہ تند خو، نہ بازاروں میں شور مچانے والے۔ بدی کا بدی سے بدلہ نہیں لیتے، بلکہ معاف کرتے اور درگزر کرتے ہیں۔'' اسی طرح انجیل میں بھی آپ کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کسی کے ساتھ سختی نہیں کرتے تھے، خواہ وہ آپ کے ساتھ زیادتی ہی کیوں نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی معذرت کرنے والے کی معذرت قبول فرما لیتے تھے، چاہے اس نے کیسا ہی معاملہ کیوں نہ کیا ہو۔

اگر کسی نے آپ کو ایذا پہنچائی تو آپ اس سے منہ پھیر لیتے اور فرماتے: ''اللہ میرے بھائی موسیٰ پر رحم فرمائے، اُنہیں تو مجھ سے بھی زیادہ اذیت دی گئی، مگر انہوں نے صبر کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جائز کھیل کو دیکھتے تو منع نہ فرماتے، اور اگر آپ کے سامنے سخت الفاظ بولے جاتے تو برداشت فرماتے اور کسی سے باز پرس نہ کرتے۔

جب کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی پر بددعا کرنے کی درخواست کی تو آپ اس کے لیے بددعا کرنے کے بجائے اس کے لیے ہدایت کی دعا کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی عورت، کسی خادم یا کسی اور کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، سوائے جہاد میں (جہاں قتال واجب ہو)۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اگر کبھی کوئی خادم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناراض کر دیتا تو آپ صرف اتنا فرماتے: ''اگر قیامت کے دن بدلہ لینے کا خوف نہ ہوتا تو میں تجھے اس مسواک سے مار دیتا۔

جب جنگ اُحد کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دانت شہید ہوا اور چہرہ زخمی ہوا تو صحابہ کرام کو یہ سخت ناگوار گزرا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ان پر بددعا کیوں نہیں کرتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں لعنت کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا، بلکہ میں تو دعا کرنے والا اور رحمت بن کر بھیجا گیا ہوں۔ یا اللہ! میری قوم کو ہدایت دے، کیونکہ یہ مجھے پہچانتے نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی کسی ذاتی ظلم کا بدلہ لیتے نہیں دیکھا، جب تک کہ اللہ کی حدود کی خلاف ورزی نہ ہو، اور جب کبھی اللہ کی حرمت پامال کی جاتی تو آپ سب سے زیادہ غضبناک ہو جاتے۔

جب کبھی آپ کو دو کاموں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جاتا تو آپ ہمیشہ آسان کام کو پسند فرماتے، جب تک کہ وہ گناہ نہ ہو۔ اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور

رہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات کے لیے کبھی غصہ نہیں کرتے تھے، نہ کبھی انتقام لیتے تھے، بلکہ صرف اس وقت غصہ کرتے تھے جب اللہ کی حرمت پامال ہوتی۔ اور جب غصہ کرتے تو چہرہ پھیر لیتے اور نظر پھیر لیتے، مگر حق کے معاملے میں قریبی ہو یا اجنبی، کمزور ہو یا طاقتور، سب برابر تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اجازت مانگی، آپ نے فرمایا: ''یہ بدترین قبیلہ کا آدمی ہے۔'' لیکن جب وہ اندر آیا تو آپ نے اس سے نرمی سے بات کی۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے تو اس کے بارے میں وہ بات فرمائی، پھر اس سے نرمی کیوں؟ فرمایا: ''اے عائشہ! لوگوں میں سب سے برا وہ ہے جس سے لوگ اس کی بدزبانی کی وجہ سے بچنے کے لیے نرمی سے پیش آئیں۔

مواہب اللدنیہ میں ہے کہ وہ شخص ''عیینہ بن حصن فزاری'' تھا، جسے ''احمقِ مطاع'' (جسے لوگ بے وقوف ہونے کے باوجود مانتے تھے) کہا جاتا تھا۔ اس کے بارے میں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، وہ آپ کی نبوت کی نشانیوں میں سے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس سے نرمی سے گفتگو فرمانا الفت اور حکمت کے لیے تھا۔ اس میں اور ''مداہنت'' (ریاکاری) میں فرق ہے۔ مدارات جائز ہے جبکہ مداہنت دین کو دنیا کے لیے قربان کرنے کا نام ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات سے اس شخص کو عزت دی، لیکن جھوٹے الفاظ سے اس کی تعریف نہیں کی۔ بعد میں وہ شخص (عیینہ) ارتداد کا شکار ہوا اور حضرت ابوبکر کے دور میں لڑائی بھی کی، پھر دوبارہ مسلمان ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں فتوحات میں شریک ہوا۔

ابن اثیر نے ''اُسد الغابہ'' میں مخرمہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: مخرمہ بن نوفل آیا، جب نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے اس کی آواز سنی تو فرمایا: ''یہ کیسا برا قبیلہ کا آدمی ہے۔'' لیکن جب وہ قریب آیا تو آپ نے اسے قریب بلایا اور نرمی سے پیش آئے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اس کے بارے میں وہ بات فرمائی اور پھر اس سے نرمی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعریف صرف اسی کی قبول فرماتے تھے جو اس کے لائق ہوتا، اور کبھی کسی کی بات درمیان میں نہیں کاٹتے تھے جب تک کہ وہ خود اپنی بات مکمل نہ کر لے۔ اگر بات میں کوئی برائی ہوتی یا غیر مناسب ہوتی تو پھر روک دیتے یا خود اٹھ جاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلم اور بُردباری:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ حلیم اور بردبار تھے۔ معاف کرنے اور درگزر کرنے میں سب سے آگے رہتے تھے، خاص طور پر اُس وقت جب انتقام لینے کی پوری قدرت رکھتے تھے۔

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سونے یا چاندی کی مالا لائی گئی، آپ نے اسے اپنے صحابہ میں تقسیم فرمایا۔ ایک بدو نے کہا: ''آپ انصاف نہیں کرتے!'' آپ نے فرمایا: ''افسوس! اگر میں انصاف نہ کروں تو میرے بعد کون انصاف کرے گا؟'' جب وہ بدو جانے لگا تو آپ نے فرمایا: ''ذرا اسے نرمی سے دوبارہ بلاؤ۔''

ایک بار غزوہ حنین کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے پر چاندی تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک آدمی بولا: ''اے رسول اللہ! انصاف کیجیے۔'' آپ نے فرمایا: ''افسوس! اگر میں انصاف نہ کروں تو پھر کون کرے گا؟ اگر میں انصاف نہ کروں تو میں تو ناکام اور نامراد ہوا۔'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے: ''یارسول اللہ! اجازت دیجیے، میں اس کی گردن اڑا دوں، یہ منافق ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''ایسا نہ ہو کہ لوگ یہ بات پھیلائیں کہ میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں۔''

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا تو ایک انصاری نے کہا: ''یہ تقسیم اللہ کے لیے نہیں کی گئی۔'' جب یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی

تو آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا: ''اللہ میرے بھائی موسیٰ پر رحم فرمائے، اُنہیں مجھ سے بھی زیادہ اذیت دی گئی، لیکن وہ صبر کرتے رہے۔

ایک بدّو نے مسجد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں پیشاب کر دیا۔ صحابہ کرام اُسے مارنے کے لیے لپکے تو آپ نے فرمایا: ''اسے پیشاب کرنے دو، مت روکو۔'' جب وہ فارغ ہو گیا تو فرمایا: ''یہ مساجد گندگی اور پیشاب کے لیے نہیں بنائی گئیں، بلکہ یہ اللہ کے ذکر، نماز اور قرآن پڑھنے کے لیے ہیں۔

ایک بدو نے آپ سے کچھ طلب کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا اور پوچھا: ''کیا میں نے تمہارے ساتھ احسان کیا؟'' وہ بولا: ''نہ آپ نے اچھا سلوک کیا اور نہ ہی مہربانی کی۔'' صحابہ کرام غصے میں آ گئے اور اُس پر ٹوٹ پڑنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے اشارہ کیا کہ رُک جاؤ۔ پھر آپ اندر گئے، اس بدو کے لیے کچھ اور دیا، پھر پوچھا: ''اب تو راضی ہو؟'' وہ بولا: ''جی ہاں، آپ نے بہت اچھا سلوک کیا، اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے جو کچھ کہا، میرے صحابہ کے دلوں میں اب بھی کچھ خلش باقی ہے، کیا تم چاہتے ہو کہ ان کے سامنے وہی بات دہرادو تا کہ ان کے دل صاف ہو جائیں؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں۔'' اگلے دن یا شام کو وہ آیا، اور آپ نے فرمایا: ''اس بدو نے کل جو کہا تھا، ہم نے اسے مزید دیا اور اب یہ کہہ رہا ہے کہ وہ راضی ہے، کیا یہ سچ ہے؟'' بدو نے کہا: ''جی ہاں، اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری اور اس بدو کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کے پاس ایک اونٹ ہو جو بھاگ جائے۔ لوگ اس کے پیچھے بھاگیں تو وہ اور زیادہ بھاگے۔ مالک کہتا ہے: مجھے چھوڑ دو، میں بہتر جانتا ہوں کیسے قابو پانا ہے۔ پھر وہ اونٹ کے سامنے سے آتا ہے اور آہستہ آہستہ زمین سے کچھ گھاس دکھاتا ہے، یہاں تک کہ اونٹ واپس آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اگر میں تمہیں چھوڑ دیتا کہ جیسے ہی اس نے گستاخی کی تم اسے مار ڈالتے تو وہ جہنم میں جاتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ کے بدن پر موٹے کناروں والی چادر تھی۔ ایک بدو نے زور سے کھینچ کر چادر پکڑ لی، یہاں تک کہ آپ کے کندھے پر نشان پڑ گیا، پھر کہا: ''اے محمد! میرے ان دونوں اونٹوں پر اللہ کے مال سے سامان لدواؤ، تمہارا مال نہیں اور نہ تمہارے باپ کا مال ہے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے، پھر فرمایا: ''یہ مال اللہ کا ہے، اور میں اس کا بندہ ہوں۔'' پھر فرمایا: ''جو زیادتی تم نے میرے ساتھ کی، کیا تم چاہتے ہو کہ بدلہ لیا جائے؟'' بدو بولا: ''نہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں؟'' بدو نے کہا: ''کیونکہ آپ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتے۔'' یہ سن کر آپ مسکرا دیے اور فرمایا: ''اس کے ایک اونٹ پر جو اور دوسرے پر کھجوریں لادو۔

طبرانی، ابن حبان، حاکم، بیہقی وغیرہ نے زید بن سعنۃ (یہود کے ایک بڑے عالم جو بعد میں مسلمان ہو گئے) سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: میں نے جاہلیت کے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بردباری اور برداشت کو آزمایا، اور ہر بار جب میں سختی کرتا، آپ کا حلم اور بڑھ جاتا۔ اس تجربے کے بعد میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ پر، اسلام پر اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بس یہی کافی ہے کہ یہ واقعات صحیح اور مستند کتب میں متواتر درج ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے ظلم، جاہلیت کی اذیتوں اور سختیوں کو کس صبر کے ساتھ برداشت فرمایا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کی فتح کے ذریعے آپ کو غلبہ عطا فرمایا۔ اس وقت آپ کے سامنے وہ تمام دشمن موجود تھے جنہیں آپ چاہتے تو صفحہ ہستی سے مٹا سکتے تھے۔ مگر آپ نے فرمایا: ''تم کیا سمجھتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟'' سب نے کہا: ''اچھا، کیونکہ آپ کریم بھائی اور کریم بھائی کے بیٹے ہیں۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ، تم سب آزاد ہو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ کے مقام تنعیم سے اسّی (۸۰) افراد

صبح کے وقت حملہ کرنے آئے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کریں، لیکن جب پکڑے گئے تو آپ نے سب کو معاف کر دیا۔ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا۔ (الفتح:24)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان سے بھی اسی نرمی کا سلوک کیا، حالانکہ وہ آپ کے خلاف لشکر لے کر آئے تھے، اور آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کروایا تھا۔ لیکن آپ نے فرمایا: ''اے ابوسفیان! افسوس! کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تم 'لا إله إلا الله' کو قبول کرلو؟'' ابوسفیان نے کہا: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ تو انتہائی بردبار، صلہ رحمی کرنے والے اور عظیم اخلاق والے ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام اخلاق واوصاف کا کمال عطا فرمایا، علم اولین وآخرین دیا، نجات کا راستہ بتایا، حالانکہ آپ نے (کسی انسان سے) نہ لکھنا سیکھا، نہ پڑھنا، نہ ہی کوئی انسان آپ کا استاد تھا۔ آپ کو ساری دنیا کی کنجیاں پیش کی گئیں؛ لیکن آپ نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ۔ (التوبہ:128)

دوسری فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ زندگی کا حال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنی بیویوں کے ساتھ ہوتے تو سب سے زیادہ نرم خو اور سب سے زیادہ عزت کرنے والے ہوتے، بہت زیادہ ہنسنے والے اور مسکرانے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ خوش طبع تھے۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ خلوت میں سب سے زیادہ خوش مزاج تھے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رات اپنی ازواج سے کوئی بات کہی، تو ان میں سے ایک عورت نے کہا: ”یہ تو ایسے لگ رہا ہے جیسے کوئی خرافاتی کہانی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جانتی ہو خرافہ کون تھا؟ خرافہ“ قبیلہ عذرہ“ کا ایک آدمی تھا، جنّات نے اسے جاہلیت میں قید کر لیا تھا، پھر لمبے عرصے بعد اسے چھوڑ دیا گیا تو وہ لوگوں کو جنّات کے عجائبات سناتا تھا، اسی لیے لوگ کہنے لگے: ”حدیث خرافہ“۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سر اور منہ پر اکثر بوسہ دیتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ اور اہلِ خانہ کے ساتھ اس طرح رہتے جیسے وہ بھی انہی میں سے ایک ہوں، بہترین اخلاق اور بہترین رویہ رکھتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں کسی چیز کو پسند کرتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی کو پسند فرماتے۔ جب میں کسی برتن سے پانی پیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی جگہ سے پانی پیتے جہاں میں نے منہ لگایا ہوتا۔ جب گوشت کھاتی تو ہڈی پر جو بچ جاتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہیں سے گوشت تناول فرماتے آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم میرے زانو پر سر رکھ کر قرآن پڑھتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''ام زرع'' کا واقعہ سنایا۔ اس واقعے میں گیارہ عورتوں نے اپنے شوہروں کی خوبیاں اور خامیاں بیان کیں۔ ان میں سے سب سے اچھی مثال اس عورت کی تھی جس نے اپنے شوہر ''ابوزرع'' کی تعریف کی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! میں تمہارے لیے ابوزرع کی طرح ہوں، لیکن میں تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا جیسے اس نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے انصاری بچیوں کو کھیلنے کے لیے بھیج دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں مسجد میں حبشیوں کا کھیل بھی دکھاتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر ٹیک لگا کر ان کا کھیل دیکھتی تھیں۔

روایت ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ دوڑ لگائی، پہلے وہ آگے نکل گئیں۔ کچھ عرصے بعد دوبارہ دوڑ لگائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیتے اور فرمایا: ''یہ اُس کے بدلے میں ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے گوشت اور روٹی کا ایک پیالہ بھیجا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کھاؤ بسم اللہ کہہ کر۔'' ہم نے ہاتھ بڑھایا اور کھانے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ منظر دیکھا تو جلدی جلدی اپنا بھی کھانا تیار کیا، پھر وہ کھانا لے کر آئیں تو حضرت ام سلمہ کا پیالہ اٹھا کر توڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کھاؤ، تمہاری ماں کو غیرت آ گئی تھی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بدلے میں دوسرا برتن حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیا اور فرمایا: ''برتن کے بدلے برتن اور کھانے کے بدلے کھانا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک بار میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے گوشت کا شوربہ بنایا اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہا: ''کھاؤ!'' انہوں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا: ''کھاؤ! ورنہ تمہارے چہرے پر لگا دوں گی۔'' جب وہ نہ مانیں تو میں نے ہاتھ شوربے میں ڈال کر ان کے چہرے پر لگا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ منظر دیکھ کر ہنس پڑے۔

جب کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ناراض ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت سے ان کی ناک پکڑ کر فرماتے: ''اے عائشہ! یہ دعا پڑھو: اے اللہ! محمد کے رب! میرے گناہ معاف فرما، میرے دل کا غصہ دور فرما، اور مجھے گمراہ کن فتنوں سے بچا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی تحفہ بھیجتے تو فرماتے: ''اسے فلاں عورت کے گھر لے جاؤ، وہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دوست ہے۔'' اور فرماتے: ''خدیجہ کو چاہنے والی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: "میں نے کسی عورت پر اتنی غیرت نہیں کی جتنی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کی، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں تھا؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر ان کا ذکر فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن سے ملنے پر خوش ہوتے اور ان کی سہیلیوں سے بھی اچھے انداز میں پیش آتے ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ خدیجہ کے زمانے میں ہمارے یہاں آیا کرتی تھی، اور وعدے کا پورا کرنا ایمان کا حصہ ہے۔''

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی شان تھی کہ ازواج کے ساتھ نرم خوئی فرماتے اور ان کی لغزشوں کو معاف فرماتے۔ جب بھی حق بات کہنی ہوتی تو بغیر غصے اور پریشانی کے عدل وانصاف سے فرماتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ: جو بھی حضور کی سیرت کا مطالعہ کرے گا، اسے معلوم ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نرمی اور محبت میں انتہا درجے پر تھے۔ ہاں! جہاں اللہ تعالیٰ کی حدود کا معاملہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سختی سے عمل کرتے، جیسے چوری پر سزا دینا وغیرہ۔

تیسری فصل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت داری اور سچائی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شروع سے ہی سب لوگوں سے زیادہ امانت دار اور سب سے زیادہ سچے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا: "مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ" [التکویر:21]

(ترجمہ: وہاں (آسمان میں) وہ عزت والے، امانت دار ہیں۔)

اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں امین سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات مبارکہ ہے۔

قریش والے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعلان نبوت سے پہلے ہی ''الامین'' (یعنی سب سے زیادہ امانت دار) کے لقب سے جانتے تھے۔

جب خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت قریش کے قبائل میں اختلاف ہوا کہ حجرِ اسود کو کون اپنی جگہ رکھے گا، تو انہوں نے یہ طے کیا کہ جو شخص سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوگا، ہم اسے فیصلہ کرنے والا بنائیں گے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ سب خوش ہو کر بولے: ''یہ محمد الامین ہیں، ہم ان پر راضی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں آسمان میں بھی امین ہوں اور زمین میں بھی۔

ابو جہل نے ایک مرتبہ کہا: ''ہم تمہیں جھوٹا نہیں کہتے، لیکن جو پیغام تم لے کر آئے ہو ہم اسے نہیں مانتے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ"

[الأنعام:33]

ترجمہ: یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر اخنس بن شُریق نے ابوجہل سے کہا: ''ذرا سچ بتاؤ، محمد سچے ہیں یا جھوٹے؟ یہاں صرف ہم دونوں ہیں۔'' ابوجہل نے جواب دیا: ''اللہ کی قسم! محمد ہمیشہ سچے رہے ہیں۔ انھوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

اسی طرح قیصر روم (ہرقل) نے جب ابوسفیان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا: ''ہم نے انہیں کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔

نضر بن الحارث نے قریش والوں سے کہا: ''تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ محمد بچپن سے تمہارے درمیان رہے، سب سے بہتر اخلاق والے، سب سے زیادہ سچے، سب سے زیادہ امانت دار، پھر جب ان کے بال سفید ہونے لگے اور وہ تمہارے پاس اللہ کا پیغام لے کر آئے تو تم نے کہہ دیا یہ جادوگر ہے؟ نہیں! اللہ کی قسم وہ جادوگر نہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں میں سب سے زیادہ سچ بولنے والے تھے۔''

چوتھی فصل: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیا اور مزاح کا بیان

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیا:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیا اس قدر زیادہ تھی کہ جیسے پردے میں بیٹھی ہوئی کنواری لڑکی کی حیا ہوتی ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی چیز کو ناپسند فرماتے تو وہ آپ کے چہرے مبارک سے ظاہر ہو جاتا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ حیادار تھے۔ آپ کسی کے چہرے پر نظریں جما کر نہیں دیکھا کرتے تھے۔

جب کسی ناپسندیدہ بات کا ذکر کرنا پڑتا تو صاف الفاظ کے بجائے کنایہ کے انداز سے بات فرماتے تاکہ براہ راست ذکر نہ ہو۔

جب قضائے حاجت کی ضرورت ہوتی تو دور ہٹ کر تشریف لے جاتے تاکہ پردہ رہے۔

اسی طرح جب قضائے حاجت کے لیے بیٹھتے تو زمین کے بالکل قریب جا کر بیٹھتے، یعنی اس وقت تک اپنے کپڑے نہیں اٹھاتے تھے جب تک زمین سے بالکل قریب نہ ہو جاتے۔

جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو جوتے پہن لیتے اور اپنے سر مبارک کو ڈھانپ لیتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ستر کبھی نہیں دیکھا۔

تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاح:

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسی مذاق فرمایا کرتے تھے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر کلام حق اور سچ پر مبنی ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عورتوں، بچوں اور دیگر لوگوں کے ساتھ بھی خوش طبعی فرماتے، لیکن کبھی بھی غلط بات زبان سے نہ نکالتے۔

بچوں سے کھیلنے اور ان سے محبت سے بات کرنے میں سب سے زیادہ خوش اخلاق اور خوش مزاج تھے۔

جب ہنسی مذاق فرماتے تو اپنی نظریں نیچی رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاح ہلکا پھلکا اور باوقار ہوتا، نہ اس میں بے ادبی ہوتی، نہ مذاق میں حد سے تجاوز۔ ہمیشہ مسکراہٹ کے ساتھ نرمی اور وقار کے ساتھ گفتگو فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محبت بھرے انداز میں ان سے فرمایا: ''اے دو (2) کان والے۔

یعنی ہنسی مذاق کے طور پر یہ فرمایا، ظاہر ہے ہر انسان کے دو ہی کان ہوتے ہیں، لیکن یہ محض محبت کا اظہار تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ اتنے گھل مل جاتے تھے کہ میرے ایک چھوٹے بھائی سے ہنسی مذاق میں فرماتے: ''اے ابوعمیر! اس چڑیا کا کیا ہوا؟''

یہ اس پرندے کی طرف اشارہ تھا جس سے وہ بچہ کھیلا کرتا تھا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے ساتھ بھی خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ اسی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بچوں کو پیار سے کنیت دینا جائز ہے۔ مزید یہ کہ بچوں کو پرندے سے کھیلنے دینا بھی جائز ہے، بشرطیکہ اس میں جانور کو تکلیف نہ دی جائے، کیونکہ جانوروں کو ایذا دینا ممنوع ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ محبت بھرا جملہ اس لیے کہا؛ کیونکہ وہ بچہ اس پرندے کے مرنے پر غمگین ہوگیا تھا۔تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی دلجوئی کے لیے فرمایا: ''اے ابوعمیر! اس نُغیر چڑیا کا کیا ہوا؟

نُغیر ایک چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے، جس کی چونچ سرخ ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپ ہم سے ہنسی مذاق کرتے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، مگر میں ہمیشہ سچ ہی بولتا ہوں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نے سواری مانگی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔

اس نے کہا: ''یارسول اللہ! اونٹنی کے بچے کا میں کیا کروں گا؟''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا اونٹ بھی اونٹنی کے بچے نہیں ہوتے؟''

مطلب یہ تھا کہ وہ اونٹ بھی کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہے۔ یہ ہنسی مزاح اور ذہانت کا بہترین نمونہ تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص تھا، جس کا نام زاہر تھا۔ وہ دیہات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تحائف لایا کرتا تھا۔ جب وہ مدینہ سے واپس جانا چاہتا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لیے زادِراہ (سفر کا سامان) تیار کروادیا کرتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن فرمایا: ''زاہر ہمارا دیہاتی دوست ہے، اور ہم اس کے شہری دوست ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بہت محبت کرتے تھے، حالانکہ وہ شکل وصورت میں کچھ اچھا نہیں تھا۔

ایک دن زاہر بازار میں سامان بیچ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیچھے

سے آ گئے اور محبت بھرے انداز میں اسے پیچھے سے گلے لگا لیا۔ زاہر نے چونک کر کہا: ''کون ہے؟ چھوڑ دو مجھے۔

جب اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ تو رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ خوشی سے اپنے جسم کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اقدس سے چپکا دیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزاحاً فرمانے لگے: ''کون ہے جو اس غلام کو خریدے؟

زاہر نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپ کو مجھے خریدنے والا نہیں ملے گا، میں تو بے قیمت ہوں۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نہیں! اللہ کے نزدیک تم بے قیمت نہیں، بلکہ تم اللہ کے نزدیک بہت قیمتی ہو۔

یہ اس بات کا اظہار تھا کہ اللہ کے نزدیک خوبصورتی یا شکل کی کوئی حیثیت نہیں، اصل قیمت ایمان اور اخلاص کی ہے۔

مزاح کا ایک اور واقعہ

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے شہد یا گھی کا تحفہ لایا کرتا تھا۔ مگر بیچنے والا جب اس شہد یا گھی کی قیمت مانگنے آتا تو تحفہ لانے والا اس چیز کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے آتا اور کہتا: ''یارسول اللہ! اس کا حق ادا کیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف مسکرا دیتے اور اس چیز کی قیمت ادا کروا دیتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ وہ شخص جب بھی کوئی قیمتی چیز خرید کر مدینہ لاتا تو کہتا: ''یارسول اللہ! یہ آپ کے لیے تحفہ ہے۔

مگر جب اصل مالک قیمت مانگنے آتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: ''کیا تم نے اسے مجھے تحفہ نہیں دیا تھا؟

تو وہ کہتا: ''یارسول اللہ! میرے پاس قیمت نہیں ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تب بھی مسکرا دیتے اور اس مالک کو اس کی قیمت ادا کروا دیتے۔

ایک اور حسین واقعہ:

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بوڑھی خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی: ''یا رسول اللہ! دعا کریں کہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہنس کر فرمایا: ''اے فلاں کی ماں! جنت میں کوئی بوڑھی عورت داخل نہیں ہو گی۔

یہ سن کر وہ رونے لگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسے بتا دو کہ وہ جنت میں بوڑھی ہو کر نہیں جائے گی، بلکہ جوان کر کے بھیجی جائے گی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کی آیت تلاوت فرمائی

''إِنَّآ أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً ۔ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَاراً ۔ عُرُباً أَتْرَاباً''

ترجمہ: ''ہم نے ان کو خاص طور پر دوبارہ پیدا کیا ہوگا۔ پس ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہوگا، محبت کرنے والیاں، عمر میں برابر کی۔ [الواقعہ:35-37]

پانچویں فصل: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تواضع اور مجلس میں بیٹھنے کا انداز

نبی اکرم، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ متواضع تھے، نہایت سکون و وقار والے، تکبر سے یکسر پاک، بات کرتے تو مختصر مگر جامع انداز میں، اور چہرہ مبارک سب سے زیادہ خوش باش اور روشن ہوتا تھا۔ دنیاوی معاملات میں کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متاثر یا پریشان نہ کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تواضع کبھی بھی ذلت آمیز نہیں ہوتا تھا بلکہ عزت کے ساتھ ہوتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”ایسے بڑھا چڑھا کر میری تعریف نہ کرو جیسے عیسائی، عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی تعریف میں حد سے بڑھ گئے۔ میں تو ایک بندہ ہوں، بس یہ کہو کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گرد بیٹھنے والوں کو دور نہ کرتے تھے، نہ انہیں روکتے۔ نہ کوئی آزاد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آنے سے جھجکتا، نہ غلام، نہ کنیز، نہ مسکین۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک کے ساتھ کھڑے ہو کر اس کا کام کروا دیتے۔ کسی معمولی آدمی کی دعوت بھی ہو تو انکار نہ کرتے۔ کبھی کسی بیوہ، یتیم، غلام یا مسکین کی ضرورت ہوتی تو اس کی مدد کے لیے ساتھ چل پڑتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر فرمایا کرتے، فضول بات سے پرہیز کرتے، نماز لمبی پڑھاتے اور خطبہ مختصر۔ کسی بیوہ، یتیم یا کمزور کے ساتھ پیدل بھی چلتے، اور ان کا کام پورا کرتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”مدینہ کی عورتوں میں سے کوئی بھی باندی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑتی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے

ساتھ اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے چلے جاتے۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: ''مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''مدینہ کے کسی بھی راستے پر بیٹھ جاؤ، میں وہیں تمہاری بات سنوں گا۔

نماز فجر کے بعد لوگوں سے ملاقات کرتے اور پوچھتے: ''کیا تم میں کوئی بیمار ہے جس کی عیادت کی جائے؟'' اگر جواب آتا کہ نہیں، تو پوچھتے: ''کیا کسی جنازے میں شرکت کرنی ہے؟'' اگر جواب آتا کہ نہیں، تو پوچھتے: ''کیا کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے جو بیان کرنا چاہتا ہو؟''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بیٹھتے تھے، زمین پر کھاتے تھے، بکری خود باندھتے تھے، اور غلام کی طرف سے روٹی کی دعوت بھی قبول فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معمولی لباس پہنتے، اور کم حیثیت لوگوں کی تیمارداری اور خدمت خود فرمایا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی امیر یا غریب کی دعوت رد نہ فرماتے، حتیٰ کہ باسی گھی والی معمولی روٹی کی دعوت بھی قبول فرماتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھا ہوا تھا اور وفات تک وہیں گروی رہا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: ''اگر مجھے بکری کا پاؤں بھی ہدیہ کیا جائے تو میں اسے بھی قبول کرلوں گا، اور اگر اس کی دعوت پر بلایا جائے تو وہاں بھی چلا جاؤں گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج پر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زادِ سفر معمولی، پھٹے پرانے زین والا تھا اور جسم پر چار درہم کی مالیت کی چادر تھی، اور دعا کی: ''اے اللہ! اس حج کو میرے لیے ریاکاری اور شہرت سے پاک کردے۔

یہ اس حال میں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری زمین کی بادشاہت پیش کی

جاچکی تھی، اوراس حج میں آپ نے سو100 اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کیے۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو نہایت عاجزی کے ساتھ اپنی سواری پر جھک گئے یہاں تک کہ مبارک سر، سواری کی گردن سے لگ رہا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر قسم کی سواری استعمال فرماتے؛ کبھی گھوڑا، کبھی اونٹ، کبھی خچر، کبھی گدھا، اور کبھی ننگے پاؤں بغیر چادر اور بغیر ٹوپی کے پیدل چل کر مریضوں کی عیادت کو نکل جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر سادہ گدھے پر بغیر زین کے سوار ہوتے۔ کبھی گھوڑے پر زین کے ساتھ اور کبھی بغیر زین کے بھی سوار ہوتے، کبھی گھوڑے کو دوڑاتے بھی تھے۔

عید کے دن پیدل تشریف لے جاتے اور واپس بھی پیدل آتے۔ چلتے وقت چھڑی یا لاٹھی کا سہارا لیتے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، نہ بگھی تھی، نہ کوئی اونچا سامان۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کسی غلام کو بھی اپنی سواری پر پیچھے بٹھا لیتے، اور کبھی دونوں طرف بیٹھنے والوں کے ساتھ درمیان میں بیٹھتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو قریش کے بچوں نے استقبال کیا۔ آپ نے ایک بچے کو آگے بٹھایا اور دوسرے کو پیچھے۔

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے۔ جب واپسی کا ارادہ فرمایا تو سعد نے ایک گدھا پیش کیا، جس پر ایک نرم چادر بچھی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سوار ہو گئے۔ سعد نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: '' آگے بیٹھ جاؤ۔ میں نے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا: '' یا تو آگے بیٹھو یا چلے

جاؤ۔ آخر کار میں واپس چلا گیا۔

المواہب اللدنیہ میں طبری کے حوالے سے روایت نقل کی گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قباء جانے کے لیے گدھے پر بٹھانے لگے۔ ابو ہریرہ نے بیٹھنے کی کوشش کی مگر گرے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی گرے۔ جب یہ واقعہ بار بار ہوا تو ابو ہریرہ نے کہا: ”نہیں، قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اب میں مزید کوشش نہیں کروں گا۔

کتاب الشفا میں مذکور ہے کہ جب نجاشی کے قاصد آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کی خدمت کی۔ صحابہ نے عرض کیا: ”ہم خدمت کرتے ہیں فرمایا: ”انہوں نے میرے اصحاب کی عزت کی تھی، میں چاہتا ہوں کہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا بدلہ دوں۔

جب شیماء جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن تھیں، قیدیوں کے ساتھ لائی گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا تعارف کروایا تو آپ نے چادر بچھا دی اور فرمایا: ”اگر چاہو تو میرے پاس عزت ومحبت سے رہو، یا چاہو تو میں تمہیں سامان دے کر تمہارے قبیلے میں بھیج دوں۔“ انہوں نے اپنے قبیلے میں جانے کو ترجیح دی تو آپ نے عزت واکرام سے رخصت کیا۔

ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: ”میں نے بچپن میں دیکھا کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر بچھا دی تاکہ وہ بیٹھ جائے۔ پوچھا گیا: ”یہ کون ہے؟“ بتایا گیا: ”یہ حضور کی رضاعی ماں ہیں۔

اسی طرح ایک دن سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے تھے کہ آپ کے رضاعی والد آئے تو آپ نے چادر بچھائی، پھر رضاعی ماں آئی تو دوسرا حصہ بچھا دیا۔ پھر جب رضاعی بھائی آئے تو آپ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور انہیں سامنے بٹھایا۔

المواہب اللدنیہ میں مزید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ثُویبہ کو (جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی ماں تھیں اور ابولہب کی لونڈی تھیں) ہدایا اور کپڑے بھیجا

کرتے تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو پوچھا: "کیا ان کے رشتہ داروں میں سے کوئی باقی ہے؟" کہا گیا کہ کوئی نہیں ہے۔

کمزور و نادار مسلمانوں کو لشکروں میں آگے رکھا کرتے تھے اور ان سے دعا کراتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام اور کنیزیں تھیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے پینے اور لباس میں ان پر کوئی فوقیت نہ رکھتے تھے فقراء و مساکین کے ساتھ کھاتے اور ان کے کپڑوں کی صفائی بھی خود فرماتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کپڑوں میں پیوند لگا لیتے، جوتے خود سِل لیتے اور گھریلو کام بھی خود کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ان سے پوچھا گیا: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: " آپ بھی انسانوں میں سے ایک انسان تھے، اپنے کپڑوں سے جوئیں نکالتے، اپنی بکری کا دودھ دوہتے اور اپنا ذاتی کام خود کرتے تھے۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ حسنِ اخلاق والے تھے، اور جب اپنے گھر میں ہوتے تو زیادہ تر کام خود کرتے، کپڑے سی لیتے، عام لوگوں کی طرح کام کرتے، کسی چیز کو اٹھا لیتے، کسی چیز کو رکھ دیتے، گھر کی صفائی کر لیتے، گوشت کے ٹکڑے کرتے اور خادم کی مدد کرتے تھے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گدھے پر بھی سواری فرماتے تھے، اپنے جوتے خود مرمت کرتے، اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے، اون کا لباس بھی پہنتے، اور فرمایا کرتے: ''جس نے میری سنت سے منہ موڑا، وہ میرے طریقے پر نہیں۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹ کو باندھ دیتے تھے، اپنے اونٹ کو چارہ ڈالتے، خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے، ان کے ساتھ آٹا گوندھتے اور بازار سے اپنی خریدی ہوئی چیز خود اٹھا کر لاتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: میں رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بازار گیا، آپ نے ایک تہبند خریدا اور خود اٹھا لیا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اٹھا لیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس کا سامان ہو، وہی اس کو اٹھانے کا زیادہ حق دار ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی بھی شخص صحابہ کرام کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے تو وہ لوگ آپ کے لیے کھڑے نہ ہوتے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ چیز سرکار کو ناپسند ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طرزِ نشست:

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ باوقار انداز میں بیٹھتے تھے؛ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوتے تو اپنے جسم کے کسی بھی حصے کو اِدھر اُدھر نہیں کرتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس حلم (بردباری)، حیاء، امانت، پاکیزگی، صبر اور سکون کی مجلس ہوتی تھی۔ اس مجلس میں آوازیں بلند نہیں کی جاتیں، نہ ہی عورتوں کا تذکرہ کسی برے انداز میں کیا جاتا، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلِس، ہر طرح کی بے حیائی اور ناشائستگی سے پاک ہوتی تھی۔

اس مجلس میں لوگ آپس میں تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنیاد پر محبت کرتے، ایک دوسرے کے ساتھ عاجزی وانکساری سے پیش آتے، بڑوں کی تعظیم کرتے اور چھوٹوں پر رحم کرتے تھے، ضرورت مندوں کی مدد کرتے تھے، مسافروں کا خیال رکھتے تھے اور ہمیشہ خیر کی رہنمائی کرتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے درمیان ایسے بیٹھتے گویا کہ وہ ان ہی میں سے ایک ہوں۔ کوئی اجنبی شخص آتا تو پہچان نہ پاتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کون ہیں، یہاں تک کہ پوچھنا پڑتا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے لیے کوئی اونچی جگہ بنا دیں تا کہ اجنبی لوگ آپ کو پہچان سکیں۔ آپ نے فرمایا: ''جو مناسب سمجھو کرو۔'' چنانچہ صحابہ نے مٹی کا ایک چھوٹا سا چبوترہ بنا دیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر تشریف فرما ہونے لگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ آپ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھا کرتے تھے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بلغم تھوکتے تو وہ کسی صحابی کے ہاتھ میں گرتا، اور وہ صحابی اس کو اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وضو فرماتے تو صحابہ کرام وضو کا بچا ہوا پانی لینے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرتے اور قریب قریب جھگڑنے لگتے۔

جب صحابہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بات کرتے تو آہستہ بولتے تھے، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھتے تو تعظیم کی وجہ سے نظریں جھکا لیتے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کو کبھی کبھار وعظ و نصیحت فرماتے تھے تا کہ وہ اکتاہٹ کا شکار نہ ہوں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے گرد باندھ کر بیٹھا کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اس طرح بیٹھتے کہ دونوں پنڈلیاں اٹھائے رکھتے اور ہاتھوں سے ان پر گرفت رکھتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مجلس میں کوئی خاص مقام مخصوص نہ تھا، جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے۔ کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا نہیں دیکھا گیا کہ اپنے دونوں پاؤں پھیلائے بیٹھے ہوں کہ دوسروں کے لیے تنگی ہو، ہاں اگر جگہ کشادہ ہو تو اور بات ہے۔

زیادہ تر رُخ قبلہ کی طرف ہوتا۔

حضرت قَیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرفصاء (گھٹنوں کو سینے سے لگا کر) بیٹھے تھے، میں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر خشوع کے ساتھ بیٹھے دیکھا تو خوف سے کانپ اٹھی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لایا گیا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ڈرو نہیں! میں بادشاہ نہیں ہوں، میں تو قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو گوشت کو خشک کر کے کھاتی تھی۔'' پھر فرمایا: ''لوگو! مجھے وحی کی گئی ہے کہ تم سب عاجزی اختیار کرو، کوئی دوسرے پر ظلم نہ کرے، کوئی کسی پر فخر نہ کرے، اور تم سب اللہ کے بندے بن کر بھائی بھائی بن جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں لیٹے ہوئے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا ہوا تھا۔

امام ابوداود نے صحیح سند سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو سورج نکلنے تک اسی جگہ پر چوکڑی مار کر بیٹھے رہتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی مجلس سے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے:

سبحانك اللّٰهم وبحمدك، لا إله إلا أنت، أستغفرك وأتوب إليك۔

اور فرمایا: ''جو شخص بھی اس دعا کو اپنی مجلس سے اٹھتے ہوئے پڑھے، اس مجلس میں اگر کوئی خطا یا لغزش ہو گئی ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس سے اٹھنے لگتے تو دس سے پندرہ مرتبہ استغفار کرتے، اور ابن السنی نے بیس مرتبہ پڑھنے کی روایت بھی نقل کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی جگہ سے اٹھتے تو تھوڑا سا پہلو بدل کر اٹھتے تھے۔

اور جب کھڑے ہوتے تو کسی ایک ہاتھ پر سہارا لے کر کھڑے ہوتے تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تکیہ لگا کر بیٹھنا:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بائیں جانب تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔

اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں، یا رسول اللہ! (ضرور بتایئے)، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔

راوی کہتے ہیں:) اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: ''اور جھوٹی گواہی دینا'' یا فرمایا: ''جھوٹی بات کہنا۔

راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار یہی بات دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے دل میں کہا: کاش اب آپ خاموش ہوجاتے۔

(یعنی شدتِ تاکید کی وجہ سے صحابہ پر خوف طاری ہوگیا۔ مترجم)

چھٹی فصل: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت وشجاعت

سخاوت:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب کبھی کسی نے کچھ مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ''نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب بھی کچھ مانگا جاتا تو آپ عطا فرما دیتے تھے، یہاں تک کہ بسا اوقات سال بھر کے اپنے گھر کے خرچ پر بھی دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اگر سال ختم ہونے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ نہ آتا تو خود محتاج ہو جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب کچھ طلب کیا جاتا تو اکثر وہ کام ضرور کر دیتے تھے۔ اور اگر کبھی ایسا ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز مانگی جاتی اور آپ کا ارادہ وہ دینے کا نہ ہوتا تو خاموش رہتے، اگر دینے کا ارادہ ہوتا تو ''ہاں'' کہہ دیتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ خیر عطا فرمانے والے تھے، اور سب سے زیادہ سخاوت کا مظاہرہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہِ رمضان میں کرتے تھے، یہاں تک کہ رمضان مکمل ہو جاتا۔ جبریل امین علیہ السلام رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور قرآن کریم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سناتے۔ جب جبریل امین علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ ہو جاتی تھی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ طلب کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: ''میرے پاس اس وقت کچھ نہیں، لیکن تم میرے ذمے لے لو (یعنی اُدھار لے لو)، جب میرے پاس آئے گا تو ادا کر دوں گا۔'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! آپ نے اسے دے دیا جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وہ چیز لازم نہیں کی جو آپ کے بس میں نہ ہو۔'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عمر کا یہ کہنا ناگوار گزرا۔ اس موقع پر ایک انصاری صحابی نے کہا: ''یا رسول اللہ! خرچ کرتے رہیے اور عرش والے (یعنی اللہ تعالیٰ) سے کمی کا اندیشہ نہ کیجیے۔'' یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا دیے، اور ان کے چہرہ مبارک پر خوشی ظاہر ہوئی اور فرمایا: ''مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مال آتا تو نہ اسے رات تک روکتے اور نہ ہی دوپہر کے آرام تک ملتوی کرتے، بلکہ جتنا جلد ممکن ہوتا تقسیم کر دیتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہ تو دینار ٹھہرتے تھے اور نہ درہم۔ اگر کچھ بچ جاتا اور اس وقت تک کوئی لینے والا نہ ملتا اور رات آ جاتی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر نہ جاتے جب تک وہ مال کسی مستحق کو نہ دے دیتے۔

ایک بار ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کچھ مانگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنی زیادہ بکریاں عطا فرمائیں جو دو پہاڑوں کے درمیانی جگہ کو بھر دیتی تھیں۔ وہ شخص اپنی قوم کے پاس واپس گیا اور کہا: ''اسلام قبول کر لو، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر عطا کرتے ہیں جیسے اس شخص کو فقر کا خوف ہی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی لوگوں کو سو، سو اونٹ عطا فرمائے، اور حضرت صفوان بن اُمیہ کو بھی تین بار سو سو اونٹ عطا فرمائے۔

یہ سخاوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ تھی حتیٰ کہ بعثت سے پہلے بھی یہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان تھی۔

ورقہ بن نوفل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا: ''آپ بوجھ اٹھاتے ہیں

(دوسروں کے کام کرتے ہیں) اور مفلس ونادار لوگوں کے لیے کماتے ہیں۔

اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا تھا: ''خوش ہو جایئے! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ذلیل نہیں کرے گا، کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کے لیے کماتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں، اور مصیبت زدگان کی مدد کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اتنا دیا کہ وہ اس کا بوجھ نہ اٹھا سکے۔

ایک موقع پر نوے ہزار درہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے، جو چٹائی پر ڈال دیے گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر سب تقسیم کر دیے، یہاں تک کہ کوئی سائل ایسا نہ رہا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالی واپس کیا ہو۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ حنین سے واپس آئے تو دیہاتی عرب آکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مانگنے لگے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک درخت کی طرف دھکیل دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چادر مبارک کھینچ لی گئی۔ آپ نے فرمایا: ''میری چادر مجھے واپس کرو! اگر میرے پاس اس قدر مال ہوتا جتنا ان درختوں کے کانٹوں کے برابر ہو تو میں تمہیں دے دیتا، پھر تم نہ مجھے بخیل پاؤ گے، نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہوازن کے چھ ہزار قیدیوں کو واپس کر دیا۔

المواہب اللدنیہ میں ابن فارس نے نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس غزوۂ حنین کے دن ایک عورت آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلاتے وقت کی باتیں یاد دلائیں (کیونکہ وہ قبیلہ ہوازن سے تھیں)، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی چیزیں واپس کر دیں اور بہت زیادہ عطائیں بھی فرمائیں۔ اس دن کی عطاؤں کی قیمت تقریباً پانچ لاکھ درہم شمار کی گئی۔

ابن دِحیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ”یہ جود وسخاوت کی انتہا ہے جس کی مثال دنیا میں کہیں سننے میں نہیں آئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحفہ قبول فرمایا کرتے تھے اوراس کے بدلے میں عطا بھی فرمایا کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک چادر لے کر آئی اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ! یہ چادر میں آپ کے پہننے کے لیے لائی ہوں۔“ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے قبول فرمالیا کیونکہ آپ کو اس کی ضرورت تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ چادر پہن لی۔

پھر ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ چادر پہنے ہوئے دیکھا اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ! یہ چادر بہت خوبصورت ہے، کیا آپ مجھے عنایت فرما دیں گے؟“ حضور نے فرمایا: ”ہاں۔

پھر جب حضور اٹھے تو صحابہ کرام نے اس صحابی کو ملامت کی اور کہا: ”تم نے اچھا نہیں کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس چادر کی ضرورت تھی اور تم نے اسے مانگ لیا، حالانکہ تم جانتے ہو کہ حضور سے جب بھی کوئی چیز مانگی جاتی ہے تو وہ انکار نہیں کرتے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت رحم دل تھے، اور آپ کے پاس جو بھی آتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے کوئی وعدہ کرتے تو ضرور پورا فرماتے، بشرطیکہ وہ چیز آپ کے پاس موجود ہوتی۔

شجاعت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ بہادر اور دلیر تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: ”میں نے خود جنگ بدر کے دن یہ دیکھا کہ ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پناہ لیتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمن کی طرف ہم سب سے زیادہ قریب ہوتے تھے۔ اور اس دن سب سے زیادہ سخت

لڑائی کرنے والے بھی آپ ہی تھے۔''

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت ہے: ''جب جنگ کی شدت بڑھ جاتی اور دونوں لشکر آمنے سامنے آجاتے تو ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پناہ لیتے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمن کے سب سے زیادہ قریب ہوتے۔

کہا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کم بولتے، زیادہ گفتگو نہ فرماتے تھے۔ لیکن جب قتال کا حکم دیتے تو پورے عزم کے ساتھ تیار ہو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ بہادر تھے، اور جنگ میں وہی شخص بہادر سمجھا جاتا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہو، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود دشمن کے قریب ہوتے تھے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: ''جب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی دشمن کی جماعت سے ٹکراتے تو سب سے پہلے وار کرنے والے آپ ہی ہوتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ گرفت (پکڑ) بھی بہت زیادہ تھی۔ جب مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ آور ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری سے اتر آئے اور کہنے لگے: ''میں نبی ہوں، اس میں کوئی جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔'' اس دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ بہادر کوئی نظر نہ آیا۔

ایک شخص نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: ''کیا تم لوگ جنگ حُنَین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھاگ گئے تھے؟'' حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''ہاں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بھاگے۔ دشمن (ہوازن) کے پاس تیرانداز تھے۔ جب ہم ان پر حملہ آور ہوئے تو وہ پسپا ہو گئے، اور ہم مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے تو انہوں نے تیراندازی شروع کر دی۔

پھر حضرت براء نے کہا: ''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ

اپنی سفید خچری پر سوار تھے اور ابوسفیان بن حارث اس کی لگام تھامے ہوئے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے

انا نبی لاکذب۔۔۔أنا ابن عبدالمطلب

ترجمہ: میں نبی ہوں، اس میں کوئی جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

اور اس دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ بہادر کوئی نہ تھا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ''جب مسلمان اور کافر آمنے سامنے آئے تو مسلمان پیچھے ہٹنے لگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خچری کو کفار کی طرف بڑھاتے جارہے تھے، اور میں لگام تھامے ہوئے اسے روکنے کی کوشش کررہا تھا کہ کہیں یہ زیادہ نہ بڑھ جائے، اور ابوسفیان بن حارث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔''

اُبیّ بن خلف کا واقعہ یہ ہے کہ جب وہ جنگ بدر کے دن قیدی بنا تو اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: ''میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے میں روزانہ ایک فرق (تقریباً سولہ کلو) دانہ کھلاتا ہوں تاکہ اسی پر بیٹھ کر آپ کو قتل کروں۔'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ان شاء اللہ، میں ہی تمہیں قتل کروں گا۔''

جب جنگ اُحد کے دن اُبیّ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف حملہ آور ہوا تو کچھ صحابہ نے اس کے راستے میں آکر رکاوٹ ڈالنی چاہی، مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسے آنے دو۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک نیزہ لیا اور اسے اتنے زور سے جھٹکا دیا کہ آپ کے اردگرد کے لوگ اس جھٹکے سے بکھر گئے، جیسے کسی اونٹ پر ذباب (چھوٹے سرخ یا نیلے رنگ کے کیڑے) بیٹھے ہوں اور وہ اپنے جسم کو جھٹک دے۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُبیّ بن خلف پر ایک نیزہ مارا جو اس کی گردن پر لگا اور وہ گھوڑے سے لڑھکتا رہا۔ (کچھ روایتوں میں ہے کہ اس کی پسلی ٹوٹ گئی تھی)۔

وہ واپس قریش کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھے قتل کر دیا!'' قریش کہنے لگے: ''تمہیں تو کچھ زیادہ زخم نہیں آیا۔'' مگر ابیؔ کہنے لگا: ''کیا تم نے نہیں سنا کہ اس نے کہا تھا: 'میں تمہیں قتل کروں گا۔' قسم ہے اللہ کی! اگر محمد مجھ پر تھوک بھی دیتے تو وہی مجھے ہلاک کرنے کے لیے کافی ہوتا۔'' اور بالآخر وہ مکہ واپسی کے راستے میں سِرف نامی مقام پر مر گیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ سخی، اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔

ایک مرتبہ رات کے وقت اہلِ مدینہ کسی آواز سے خوف زدہ ہو گئے، لوگ اس آواز کی طرف روانہ ہوئے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب سے پہلے اس آواز کی طرف پہنچ چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے ملے اور فرمایا: ''گھبراؤ نہیں، گھبراؤ نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ننگے گھوڑے پر سوار تھے، جس پر زین بھی نہیں تھی، اور آپ کی گردن پر تلوار لٹکی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح تیز رفتار) پایا۔

اس گھوڑے کا نام المندوب تھا۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ اہلِ مدینہ ایک مرتبہ خوف زدہ ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس گھوڑے پر سوار ہوئے جو پہلے آہستہ چلنے والا (قطوف) سمجھا جاتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آئے تو فرمایا: ''ہم نے تمہارا گھوڑا نہایت تیز رفتار پایا۔

اس کے بعد وہ گھوڑا ایسا تیز رفتار ہو گیا کہ کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔

چھٹا باب:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت، نماز، روزہ اور قراءت

پہلی فصل: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت اور نماز کے بیان میں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور سب سے زیادہ اس سے خشیت رکھنے والا ہوں۔

صحیح بخاری میں روایت ہے: ''میں اللہ کو تم سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور اسی لیے تم سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا ہوں۔

اسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم وہ سب کچھ جان لیتے جو میں جانتا ہوں، تو تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے، اگر تم وہ کچھ دیکھ لیتے جو میں نے دیکھا ہے تو تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے۔

صحابہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! آپ نے کیا دیکھا؟''

فرمایا: ''میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا ہے۔''

حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی دیر تک نماز پڑھتے کہ آپ کے قدموں پر ورم آ جاتا۔''

عرض کیا گیا: ''اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے صدقے میں اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے ہیں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

علامہ باجوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس پر قدیم وجدید زمانے کے لوگوں نے اشکال کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو معصوم تھے، آپ پر کوئی گناہ نہیں تھا، تو پھر آپ کو اس قدر مشقت والی عبادت کی کیا ضرورت تھی؟

اس کا سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ ''حسنات الأبرار سیئات المقرّبین'' کے قاعدے پر ہے۔

یعنی جو عمل عام نیک لوگوں کے لیے بہت اعلیٰ ہوتا ہے، وہ اللہ کے مقربین کے مقام کے لحاظ سے کمی شمار ہوتا ہے، کیونکہ انسان کی بندگی، اللہ تعالیٰ کی عظمت اور شان کے مقابلے میں ہمیشہ ناقص رہتی ہے۔

اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عبادات میں اعلیٰ ترین درجے پر تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ''پاک ہے تو، اے اللہ! ہم تیری عبادت کا حق ادا نہ کر سکے، میں تیری ثنا کا شمار نہیں کر سکتا، تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے اپنی تعریف خود فرمائی۔

اسی وجہ سے کہا گیا کہ مغفرت کی دو قسمیں ہیں:

اوّل: عوام کی مغفرت: یعنی ان کے گناہوں کی معافی۔

دوم: خواص کی مغفرت: یعنی ان کی عبادت میں جو کمی ہو جاتی ہے، اس سے درگزر فرمانا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رات میں عبادت کرنا:

حضرت اسود بن یزید رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں: ''میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟''

انہوں نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے شروع حصے میں سو جاتے،

پھر اٹھ کر نماز ادا کرتے۔ جب سحری کا وقت ہوتا تو وتر پڑھتے، پھر بستر پر آ جاتے۔ اگر آپ کو اپنی اہلیہ کی حاجت پیش آتی تو ان کے پاس جاتے۔ جب اذان سنتے تو فوراً اٹھ کر اگر غسل کی حاجت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضو کر کے مسجد تشریف لے جاتے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''میں نے ایک رات اپنی خالہ آم المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گزاری۔

میں بستر کے عرض (چوڑائی) میں لیٹ گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طول (لمبائی) میں لیٹے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ آدھی رات یا اس کے قریب وقت ہو گیا۔

پھر آپ بیدار ہوئے، چہرے سے نیند کے آثار صاف کیے اور سورۃ آلِ عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں: إِنَّ فِي خَلْقِ السَّماواتِ وَالأَرْضِ......آخر تک۔

پھر ایک مشکیزے سے وضو فرمایا، پھر نماز شروع کی۔

میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں جانب آ کھڑا ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا، پھر میرے دائیں کان کو پکڑ کر مروڑا اور مجھے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔

پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر دو، پھر دو...... یہاں تک کہ چھ مرتبہ دو رکعتیں پڑھیں (یعنی بارہ رکعتیں)، پھر وتر پڑھا۔

پھر لیٹ گئے یہاں تک کہ اذان ہو گئی۔ پھر اٹھے، دو ہلکی رکعتیں پڑھیں اور مسجد تشریف لے گئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز سے پہلے وضو فرمایا کرتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں تیرہ

رکعتیں پڑھتے تھے: دس نفل، تین وتر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اگر کسی رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیند کی وجہ سے رات کی نماز نہ پڑھ پاتے تو دن میں بارہ رکعتیں ادا فرماتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے جو شخص رات کی نماز پڑھنے لگے تو پہلے دو ہلکی رکعتیں ادا کرے۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز دیکھی۔ آپ نے دو ہلکی رکعتیں پڑھیں، پھر دو بہت لمبی رکعتیں، پھر دو تھوڑی چھوٹی رکعتیں، پھر دو مزید چھوٹی، حتیٰ کہ بارہ رکعتیں ادا کیں اور آخر میں وتر ادا کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''رمضان میں بھی اور رمضان کے علاوہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے؛ چار رکعتیں (جن کی خوبصورتی اور طوالت کا پوچھو ہی مت)، پھر چار رکعتیں (جن کی خوبصورتی اور طوالت کا پوچھو ہی مت)، پھر تین رکعت وتر۔''

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رات کی نماز پڑھی۔ آپ نے ابتدا میں فرمایا:

''اللہ أکبر ذو الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمۃ۔''

پھر آپ نے سورۃ البقرہ مکمل پڑھی، رکوع اتنا طویل کیا جتنا قیام تھا، اور فرمایا: ''سبحان ربی العظیم۔''

پھر جب کھڑے ہوئے تو قیام بھی اتنا ہی طویل جتنا رکوع، فرمایا: ''لربی الحمد۔'

سجدہ بھی قیام کے برابر طویل کیا اور فرمایا: ''سبحان ربی الأعلی۔''

پھر دو سرے سجدے کے درمیان بھی دیر تک بیٹھے اور دعا کی۔

اسی طرح آپ نے سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدہ یا سورۃ الانعام کی

تلاوت فرمائی۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کی صرف ایک ہی آیت پر قیام فرمایا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ مسلسل قیام میں کھڑے رہے یہاں تک کہ مجھے بُرے خیال کا اندیشہ ہوا۔ ان سے پوچھا گیا: وہ کیا خیال تھا؟ انہوں نے کہا: میرا ارادہ ہوا کہ بیٹھ جاؤں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (اکیلا) کھڑا چھوڑ دوں۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی رات کی نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے اور اسی حال میں قرآن کی تلاوت کرتے تھے، پھر جب اس کی قراءت میں سے تقریباً تیس یا چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو اٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور کھڑے ہو کر تلاوت مکمل کرتے، پھر رکوع اور سجدہ کرتے۔ دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے۔

عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفل نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا: ”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی رات بھر طویل قیام کرتے اور کبھی طویل قعود کرتے۔ اگر قیام کرتے تو قیام ہی کی حالت میں رکوع اور سجدہ کرتے، اور اگر بیٹھ کر تلاوت کرتے تو رکوع اور سجدہ بھی بیٹھ کر ہی کرتے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے اور سورت کو ترتیل سے اس قدر طویل کرتے کہ وہ سورت کسی دوسری طویل سورت سے بھی زیادہ طویل ہو جاتی۔

اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: قسم ہے اُس ذات کی

جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ کی زیادہ تر نماز بیٹھ کر ہونے لگی تھی، البتہ فرض نمازیں قیام کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی نماز کو کبھی ترک نہیں فرماتے تھے۔ اگر بیماری یا کسی کمزوری کی وجہ سے قیام نہ کر سکتے تو بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں ظہر سے پہلے، دو رکعتیں اس کے بعد، مغرب کے بعد دو رکعتیں، اور عشاء کے بعد دو رکعتیں ان کے گھر میں پڑھی ہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کے وقت سورج نکلنے سے پہلے دو ہلکی رکعتیں ادا کرتے تھے۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی دو رکعتیں نہ سفر میں چھوڑتے اور نہ حضر میں، نہ صحت کی حالت میں اور نہ بیماری کی حالت میں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آٹھ رکعتیں محفوظ کی ہیں: دو رکعتیں ظہر سے پہلے، دو رکعتیں بعد میں، دو رکعتیں مغرب کے بعد، اور دو رکعتیں عشاء کے بعد۔ ابن عمر فرماتے ہیں: حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے فجر کی دو رکعتوں کے بارے میں خبر دی، کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ رکعتیں پڑھتے نہیں دیکھا تھا۔

معاذہ رحمہا اللہ فرماتی ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ ضحیٰ پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! چار رکعتیں پڑھتے اور جتنا اللہ چاہتا، اس سے زیادہ بھی پڑھ لیتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھ

رکعتیں نمازِ ضحیٰ پڑھتے تھے۔

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی تو اتنی پابندی سے نمازِ ضحیٰ پڑھتے تھے کہ ہم کہتے کہ اب آپ کبھی ترک نہ کریں گے، اور کبھی آپ چھوڑ دیتے تو ہم سمجھتے کہ آپ ضحیٰ کی نماز پڑھتے ہی نہیں۔

ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوالِ آفتاب کے وقت چار رکعتوں کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اس وقت ان چار رکعتوں کا ہمیشہ اہتمام فرماتے ہیں؟ فرمایا: اس وقت آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور وہ دروازے اس وقت تک بند نہیں کیے جاتے جب تک ظہر کی نماز ادا نہ کر لی جائے، تو میں چاہتا ہوں کہ میرے نیک اعمال اسی وقت آسمان کی طرف بلند ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا ہر رکعت میں قرآن پڑھتے ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے کہا: کیا ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے، غسل فرمایا اور آٹھ رکعتیں ادا کیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر ہلکی نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا، البتہ آپ رکوع اور سجدے مکمل کرتے تھے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ مکمل اور بہترین نماز پڑھتے تھے لیکن سب سے زیادہ ہلکی نماز بھی آپ ہی کی ہوتی تھی۔

ابو وائل لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے لیے سب سے زیادہ ہلکی نماز پڑھتے، اور اپنے لیے سب سے زیادہ طویل نماز ادا فرماتے تھے۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے اپنے گھر میں نماز پڑھنے اور مسجد میں نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دیکھتے ہو کہ میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے، لیکن مجھے اپنے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت مسجد میں نماز پڑھنے کے، سوا اس کے کہ وہ فرض نماز ہو۔ تا کہ گھر میں برکت نازل ہو، فرشتے آئیں اور شیطان دور رہو۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سردی زیادہ ہوتی تو نماز جلدی ادا فرماتے، اور جب گرمی زیادہ ہوتی تو ٹھنڈک کے وقت نماز پڑھتے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نمازیوں میں ہوتے تو سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے ہوتے اور جب ذاکرین میں ہوتے تو سب سے زیادہ ذکر کرنے والے ہوتے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی مشکل یا غم آتا تو نماز پڑھتے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی جگہ اترتے تو وہاں دو رکعتیں ادا کیے بغیر روانہ نہ ہوتے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ مہاجرین اور انصار آپ کے قریب نماز پڑھیں تا کہ آپ کی سنتوں اور افعال کو محفوظ کر سکیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مصلے سے مسواک اور کنگھی کو جدا نہیں فرماتے تھے۔

امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار کرتے اور پھر یہ دعا پڑھتے

اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

❁ ❁❁❁

دوسری فصل: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزوں کا بیان

حضرت عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزوں کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کبھی) مسلسل روزے رکھتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب آپ افطار نہیں کریں گے، اور (کبھی) مسلسل افطار کرتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد کسی مہینے کے پورے روزے نہیں رکھے سوائے رمضان کے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزوں کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کبھی) مہینے کے اتنے روزے رکھتے کہ ہم سمجھتے کہ آپ پورے مہینے روزہ رکھیں گے، اور (کبھی) افطار کرتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب اس مہینے میں روزہ نہیں رکھیں گے۔ اور (نماز کے بارے میں فرمایا:) رات میں جب بھی آپ کو دیکھنا چاہتے تو کبھی قیام کرتے دیکھتے اور کبھی آرام کرتے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو مہینے مسلسل روزہ رکھتے نہیں دیکھا، سوائے شعبان اور رمضان کے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعبان کے مہینے میں زیادہ روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعبان کے تقریباً پورے مہینے روزہ رکھتے، بلکہ فرمایا کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے مہینے کا روزہ رکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینے کے شروع میں تین دن روزہ رکھتے تھے، اور جمعہ کے دن کا روزہ چھوڑنا کم ہی

ہوتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاص طور پر پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور پیر اور جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں، اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس حال میں پیش کیا جائے کہ میں روزے سے ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر اور جمعرات کے دن زیادہ روزہ رکھتے تھے۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! (اس کی وجہ؟) فرمایا: '' کیونکہ ان دنوں میں اعمال اللہ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں، تو ہر مسلمان کی مغفرت کر دی جاتی ہے سوائے ان دو کے جن کے درمیان قطع تعلق ہو، ان کے متعلق کہا جاتا ہے: ''ان دونوں کو مؤخر کرو یہاں تک کہ وہ صلح کر لیں''۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ تر ہفتہ اور اتوار کے دن روزہ رکھتے اور فرماتے: '' یہ دونوں دن مشرکین کی عید کے دن ہوتے ہیں، اس لیے میں پسند کرتا ہوں کہ ان دنوں میں ان کی مخالفت کروں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی مہینے کے شروع میں ہفتہ، اتوار اور پیر کے دن روزہ رکھتے، اور اگلے مہینے میں منگل، بدھ اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے۔

حضرت معاذہ رحمہا اللہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا: ''کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مہینے تین دن روزہ رکھتے تھے؟ فرمایا: ہاں میں نے عرض کیا: کون سے دن؟ فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ مہینے کے شروع میں روزہ رکھیں یا درمیان میں یا آخر میں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سفر ہو یا حضر، ایام بیض (یعنی مہینے کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخ) کے روزے ترک نہیں کرتے تھے۔

اور ایام بیض کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ ان راتوں میں چاند مکمل طور پر روشن ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور اس کا حکم بھی دیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عاشوراء کا روزہ قریش جاہلیت میں رکھتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی رکھتے تھے جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے عاشورا کا روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی حکم دیا پھر جب رمضان فرض ہوا تو عاشوراء کا روزہ چھوڑ دیا گیا، اب جو چاہے رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوالحجہ کی ابتدائی نو تاریخوں کے روزے رکھتے، عاشوراء کا روزہ رکھتے، اور ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھتے: مہینے کے پہلے پیر، پھر جمعرات، اور پھر اگلے ہفتے کا پیر۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھا کہ آپ تازے کھجور سے افطار کریں۔ اور اگر رطب نہ ہوتے تو کسی بھی کھجور سے، اور اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی کر افطار فرماتے۔ اور جب افطار فرماتے تو وتر کی مقدار یعنی تین، پانچ یا سات رکھتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھا کہ تین کھجوروں پر افطار فرمائیں، یا ایسی چیز سے جس پر آگ نہ لگی ہو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز مغرب سے قبل رطب سے افطار فرماتے، اگر رطب نہ ہوتے تو کھجور سے، اور اگر کھجور بھی نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کسی کے یہاں افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے: ''تمہارے یہاں روزہ داروں نے افطار کیا، نیکو کاروں نے تمہارا کھانا کھایا، اور تم پر فرشتوں نے دعا کی۔

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے یہاں افطار فرماتے تو دعا فرماتے: ''تمہارے یہاں روزہ داروں نے افطار کیا، اور تم پر فرشتوں نے صلاۃ (دعائے رحمت) پڑھی۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افطار فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

ذَہَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالَی۔

پیاس جاتی رہی، رگیں تر ہوگئیں، اور اجر ثابت ہو گیا، اگر اللہ نے چاہا''۔

معاذ بن زہرۃ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ، وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ۔

''اے اللہ! میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا۔''

اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی أَعَانَنِی فَصُمْتُ، وَرَزَقَنِی فَأَفْطَرْتُ۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میری مدد فرمائی، تو میں نے روزہ رکھا، اور مجھے رزق دیا، تو میں نے افطار کیا۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ، وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ، فَتَقَبَّلْ مِنِّی إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِیعُ الْعَلِیمُ۔

''اے اللہ! میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا، تیرے ہی رزق سے افطار کیا، پس اسے مجھ سے قبول فرما، بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

اور علقمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص دنوں میں کوئی عبادت کرتے تھے؟

انہوں نے فرمایا: نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مستقل مزاجی والا تھا۔ اور تم میں سے کون ہے جو وہ عبادت کر سکے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے؟

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، اور میرے پاس ایک عورت بیٹھی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ کون ہے؟'' میں نے کہا: یہ فلاں عورت ہے جو رات بھر نماز پڑھتی رہتی ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: » تم پر اتنا عمل فرض ہے جتنا تم کر سکتے ہو، اللہ تعالیٰ تو کبھی اکتائے گا نہیں یہاں تک کہ تم خود ہی اکتا جاؤ۔

اور اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ عمل زیادہ پسند تھا جس پر اس کا کرنے والا ہمیشگی اختیار کرے۔

ابو صالح رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ اور حضرت امّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کون سا عمل سب سے زیادہ پسند تھا؟

انہوں نے فرمایا: ''وہ عمل جو مستقل کیا جائے، اگرچہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین میں سب سے زیادہ محبوب وہ عمل تھا جس پر اس کا کرنے والا ہمیشگی برتے۔

❁ ❁❁❁

تیسری فصل: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے مسواک کی، پھر وضو فرمایا اور نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سورۃ البقرہ سے قراءت کا آغاز فرمایا۔ جب کسی رحمت والی آیت پر آتے تو رک کر دعا مانگتے، اور جب کسی عذاب والی آیت پر آتے تو رک کر اللہ کی پناہ طلب کرتے۔ پھر آپ رکوع میں گئے اور رکوع اتنی دیر کیا جتنا قیام کیا تھا، اور رکوع میں یہ فرمایا

سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ

پاک ہے وہ ذات جو جبروت (غلبہ وقہر)، ملکوت (ساری کائنات کی بادشاہی)، کبریائی اور عظمت والی ہے۔

پھر آپ سجدے میں گئے اور سجدے میں بھی اتنی ہی دیر ٹھہرے اور وہی دعا فرماتے۔ پھر سورۃ آل عمران کی تلاوت فرمائی اور ہر رکعت میں یہی عمل کرتے رہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی خوف والی آیت پر پہنچتے تو اللہ کی پناہ مانگتے، جب کسی رحمت والی آیت پر پہنچتے تو دعا کرتے، اور جب کسی ایسی آیت پر پہنچتے جس میں اللہ کی تسبیح ہوتی تو اللہ کی تسبیح بیان کرتے۔

حضرت ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہنم کے ذکر والی آیت پر پہنچتے تو فرماتے:

وَيْلٌ لِأَهْلِ النَّارِ، أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ النَّارِ

ہلاکت ہے دوزخیوں کے لیے، میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جہنم سے۔

یعلیٰ بن مملک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قراءت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: آپ کی قراءت صاف صاف اور واضح تھی، حرف بہ حرف۔

قتادہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قراءت کیسی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ حضور کھینچ کر قرآن پڑھتے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قراءت میں آیتوں کو ٹکڑوں میں پڑھتے، جیسے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

(پھر وقف کرتے)، پھر فرماتے: الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (پھر وقف کرتے)،

پھر فرماتے: مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آہستہ پڑھتے تھے یا بلند آواز سے؟ تو انہوں نے فرمایا: دونوں طرح پڑھتے تھے، کبھی آہستہ اور کبھی بلند۔ میں نے کہا: اللہ کا شکر ہے جس نے اس میں وسعت رکھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں قراءت کرتے وقت کبھی آواز بلند کرتے اور کبھی آہستہ۔

حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''میں رات کے وقت اپنی چھت پر ہوتی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قراءت سنتی۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح مکہ کے دن اونٹنی پر سورۃ الفتح

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا O لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔

پڑھتے تھے اور ترجیع کے ساتھ پڑھتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر میں قراءت فرماتے تو آپ کی آواز حجرے میں رہنے والے سنتے تھے لیکن گھر سے باہر نہیں جاتی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آیت پڑھتے: أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى

تو فرماتے: بَلَى (کیوں نہیں! اللہ ضرور زندہ کرنے پر قادر ہے)۔

اور جب یہ آیت پڑھتے: أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ

تو فرماتے: بَلَى (کیوں نہیں! اللہ سب سے بڑا حاکم ہے)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سورۃ اعلیٰ کی تلاوت فرماتے اور اس آیت پر پہنچتے: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى

تو فرماتے: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى (پاک ہے میرا رب جو سب سے بلند ہے)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب آپ سورہ فاتحہ کے آخر میں پڑھتے:

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔

تو فرماتے: آمِین اور آپ کے قریب والے لوگ اسے سن لیتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن سے کم میں پورا قرآن نہیں پڑھتے تھے جب آپ قرآن ختم کرتے تو اپنے اہل خانہ کو جمع کر کے دعا کرتے۔ اور جب ختم کرتے تو قرآن کے آغاز سے پانچ آیات پڑھتے۔

ساتواں باب:

حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متفرق حالات، مخصوص اذکار، اور تین سو تیرہ جامع احادیث

پہلی فصل: حضور کے متفرق حالات

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب الشفا میں ذکر فرمایا ہے کہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ختنہ شدہ اور ناف کٹی ہوئی حالت میں پیدا ہوئے۔

اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''میں نے اپنے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالکل صاف ستھرا پیدا ہوتے دیکھا، اس پر ذرا سا بھی میل یا گندگی نہ تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے یہاں تک کہ خراٹے کی آواز سنائی دی، پھر اٹھ کر نماز پڑھی اور وضو نہ فرمایا۔

عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محفوظ تھے (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنابت اور دیگر ناپاکیوں سے محفوظ رکھا تھا)۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضاء حاجت کے لیے جاتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کا فضلہ اور پیشاب نگل لیتی، اور اس کے بدلے وہاں سے خوشبو اٹھتی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپ بیت الخلا جاتے ہیں مگر ہمیں آپ کی طرف سے کوئی گندگی نظر نہیں آتی؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يا عائشه! أو ما علمت أنّ الأرض تبتلع ما يخرج من الأنبياء، فلا يرى منه شيء۔

اے عائشہ! کیا تمہیں علم نہیں کہ زمین انبیا کے فضلات کو نگل لیتی ہے، اس لیے ان

میں سے کچھ نظر نہیں آتا۔

علما کے ایک گروہ نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیشاب اور فضلے کے پاک ہونے کا قول اختیار کیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے کبھی کوئی ناپسندیدہ یا بدبودار چیز ظاہر نہیں ہوئی۔

اسی باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسدِ مبارک کو غسل دیا تو فرمایا: ''میں دیکھنے لگا کہ حضور کے جسد اطہر سے کیا نکلتا ہے (یعنی میت سے جو عام طور پر نجاست وغیرہ نکلتی ہے) تو میں نے کچھ نہیں پایا۔

میں نے کہا "اے حبیبِ خدا! آپ زندہ بھی پاک تھے اور فوت ہو کر بھی پاک ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ مبارک سے ایسی خوشبو آئی جو پہلے کبھی کسی نے نہ سونگھی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کو بوسہ دیا تو یہی کہا تھا۔

اسی طرح مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون پیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر فرمایا: لن تصیبه النار۔ ''اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پچھنا کیا ہوا خون پی لیا، تو حضور فرمایا: ويل لك من النّاس، وويل لهم منك۔ ''لوگوں کے لیے بھی خطرہ ہے اور تیرے لیے بھی۔

لیکن آپ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔

اور روایت میں ہے کہ ایک عورت (حضرت ام ایمن) نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیشاب پی لیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: لن تشتكي وجع بطنك أبدا'' اب کبھی تمہیں پیٹ درد کی شکایت نہیں ہوگی۔

نہ تو کسی کو کلی کرنے کا حکم دیا، اور نہ کسی کو اس فعل سے منع فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعابِ مبارک:

مسند احمد و سنن ابن ماجہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر کے کنویں میں لعاب دہن ڈالا، اس کے بعد مدینہ میں اس سے زیادہ میٹھا پانی کسی کنویں کا نہ رہا۔

ایک بار پانی کی بالٹی لائی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پی کر باقی پانی کنویں میں ڈال دیا، تو کنویں سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔

بیہقی میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عاشورہ کے دن اپنی اولاد اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بچوں کو بلاتے، ان کے منہ میں لعاب ڈال دیتے اور ماؤں سے فرماتے: لا ترضعنھنّ إلی اللّیل "انہیں رات تک دودھ نہ پلانا۔

بس وہ لعابِ دہن ان کے لیے کافی ہو جاتا۔

معجم طبرانی کی روایت ہے کہ عمیرہ بنت مسعود اور ان کی بہنیں بیعت کے لیے حاضر ہوئیں، اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گوشت چبا رہے تھے۔ آپ نے چبایا ہوا گوشت ان کو دے دیا، انہوں نے کھا لیا، تو ان کے منہ سے کبھی بدبو نہ آئی۔

عتبہ رضی اللہ عنہ کی پیٹھ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن ڈال کر ہاتھ پھیرا، تو وہ اتنی خوشبودار ہو گئی کہ پہلے کبھی ایسی خوشبو نہ دیکھی گئی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جب پیاس کی شدت کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک چسوائی، جس سے پیاس جاتی رہی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت داری:

قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے "الشفا" میں عبداللہ بن ابی الحمساء رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے کہ: ''میں نے بعثت سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تجارت کی اور کچھ دین باقی رہ گئے۔ میں نے وعدہ کیا کہ فلاں جگہ آکر ادا کر دوں گا، مگر بھول گیا۔ تین دن بعد یاد آیا تو وہاں گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہیں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا{{ :یا فتی، لقد شققت علیّ، أنا ہنا منذ ثلاث أنتظرك ''اے لڑکے! تو نے مجھے مشقت میں ڈال دیا، میں تین دن سے یہاں تیرا انتظار کررہا ہوں۔

دیگر عاداتِ مبارکہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ جھوٹ سے نفرت تھی۔ جب آپ اپنے گھر والوں میں کسی کو جھوٹ بولتے دیکھتے تو تب تک ناراض رہتے جب تک وہ توبہ نہ کر لیتا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے دروازے پر آتے تو دروازے کے سامنے نہیں بلکہ دائیں یا بائیں طرف سے کھڑے ہو کر فرماتے: السلام علیکم، السلام علیکم۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مالِ غنیمت آتا تو اسی دن تقسیم فرما دیتے، شادی شدہ افراد کو دو حصے اور غیر شادی شدہ کو ایک حصہ دیتے۔

اگر قیدی لائے جاتے اور وہ خاندان والے ہوتے تو انہیں تقسیم نہ فرماتے تاکہ خاندان نہ بکھرے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی آدمی کے چہرے پر خوشی دیکھتے تو اس کا ہاتھ پکڑ لیتے۔

جب کسی کا بُرا نام سنتے تو بہتر نام رکھ دیتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فالِ نیک کو پسند فرماتے تھے اور بدشگونی سے منع کرتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اچھے نام پسند تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر کسی کو اوندھے منہ لیٹا دیکھتے تو پاؤں سے ٹھوکر دیتے

اورفرماتے: ’’ہی أبغض الرقدۃ إلی اللہ تعالی‘‘ یعنی لیٹنے کا یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کوسب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکاح کی ترغیب دیتے اور رہبانیت (بغیر نکاح کے رہنے) سے سختی سے منع فرماتے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کوئی اسلام قبول کرتا تو اسے ختنہ کروانے کا حکم دیتے، چاہے وہ اسّی (۸۰) برس کا ہی کیوں نہ ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑوں کو دُبلے کرنے (یعنی دوڑ کے قابل بنانے کے لیے مخصوص طریقہ سے تیار کرنے) کا معمول رکھتے۔

اس کا طریقہ یہ تھا کہ گھوڑے کو پہلے اچھی طرح کھلایا پلایا جاتا تاکہ وہ فربہ ہو جائے، پھر خوراک کم کر دی جاتی تاکہ اس کا گوشت سخت اور مضبوط ہو جائے اور وہ دوڑنے کے قابل ہو جائے بعض کے نزدیک اس کا طریقہ یہ تھا کہ گھوڑے کو کم خوراک دے کر بند کمرے میں رکھا جاتا، اس پر کپڑا ڈالا جاتا تاکہ وہ پسینہ پسینہ ہو، اس کا گوشت سخت ہو اور وہ دوڑ میں طاقتور ہو جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ’’شِکال‘‘ قسم کے گھوڑے پسند نہیں تھے۔

شِکال سے مراد ایسا گھوڑا ہے جس کے ایک ہاتھ اور دوسری جانب کا پاؤں سفید ہو، مثلاً دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں سفید یا بایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں سفید ہو۔

اس کی ناپسندیدگی کی وجہ بعض علماء نے یہ بتائی کہ وہ گھوڑا مشلول (یعنی لنگڑا) لگتا ہے اور چلنے پھرنے میں دشواری کا اندیشہ ہوتا ہے۔

کچھ علما کا کہنا ہے کہ اگر ایسا گھوڑا سفید پیشانی والا ہو، تو اس کی کراہت باقی نہیں رہتی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب منبر پر چڑھتے تو سلام کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خطبہ دیتے تو فرماتے: أما بعد۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دیتے تو عصا یا عنزہ (چھوٹے نیزے) پر ٹیک لگاتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریض کی عیادت تین دن بعد فرمایا کرتے تھے۔(یعنی فوری نہیں جاتے، تین دن بعد جا کر بیمار کی کیفیت دریافت کرتے)۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی فریقِ مقدمہ (مدعی یا مدعا علیہ) کو مہمان بناتے تو دوسرا فریق بھی ساتھ ہوتا تا کہ انصاف برابر رہے۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو ہدیہ دینے کی ترغیب دیتے تھے، کیونکہ تحفہ دینے سے لوگوں کے درمیان محبت اور تعلق بڑھتا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جھولوں کو کاٹ دینے کا حکم دیتے تھے۔

مراد یہ کہ ان جھولوں کو ختم کرنے کا حکم دیتے جو بچوں کو کھیل کود میں مشغول رکھنے کے لیے گھروں میں یا بازاروں میں لگائے جاتے تھے، تا کہ انہیں عبادت، علم یا دیگر نفع بخش کاموں کی طرف متوجہ کیا جائے۔ مترجم۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى بہت پسند تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقہ دینے کی ترغیب دیتے اور سوال کرنے سے منع فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ راتوں کو مسلمانوں کے امور پر مشورہ کرنے کے لیے دیر تک جاگتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اچھے خواب پسند تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا یا کہاوت فرمایا کرتے: اشتدّی أزمة تنفرجی. یعنی: "تنگی شدت اختیار کرے گی، پھر کھل جائے گی۔

(مراد یہ کہ سختی اور مصیبت کے بعد آسانی آتی ہے۔)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرید وفروخت بھی فرمایا کرتے تھے، لیکن خریدنا زیادہ

ہوتا تھا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت سے پہلے بکریاں چرائیں، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے تجارت کے سفر کیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہن کے ذریعے اور بغیر رہن کے قرض لیا، اشیاء ادھار لی، دوسروں کی ضمانت دی، اور اپنے نام کی زمین وقف کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسّی (۸۰) سے زیادہ مرتبہ قسم کھائی، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تین جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قسم کھانے کا حکم دیا:

قُلْ إِي وَرَبِّي.

قُلْ بَلَى وَرَبِّي.

قُلْ بَلَى وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ.

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی اپنی قسم میں استثناء (اِن شاء اللہ کہنا) کرتے، کبھی کفارہ دیتے، اور کبھی قسم پر قائم رہتے۔

کسی شاعر نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کی تو آپ نے اس پر انعام دیا، لیکن دوسروں کے لیے (یعنی غیر شعرا کے لیے) مدح پر انعام دینے سے منع فرما دیا، اور حکم فرمایا کہ مدّاحوں کے منہ پر مٹی پھینکی جائے (یعنی حد سے بڑھ کر مدح سرائی کرنے والوں کی مذمت فرمائی)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قسم کھاتے تو فرمایا کرتے: وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکثر قسمیں یہ ہوتیں:

لَا وَمُصَرِّفِ الْقُلُوبِ.

دلوں کے پھیرنے والے کی قسم!

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت تاکید کے ساتھ قسم کھاتے تو فرماتے:

لَا وَالَّذِی نَفْسُ أَبِی الْقَاسِمِ بِیَدِہٖ۔

اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی قسم میں یہ بھی فرماتے

لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ۔

دلوں کو پلٹنے والے کی قسم)۔)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی بات پر قسم کھا لیتے تو اُس پر قائم رہتے اور اُسے پورا کرتے؛ یہاں تک کہ کفارہ کا حکم نازل ہوا (تو پھر کفارہ ادا فرما دیتے)۔

اور جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی خبر میں دیر محسوس کرتے تو شعر کے ذریعے فرمایا کرتے:

ستُبدِی لكَ الأيّامُ ما كُنتَ جاہِلاً

ويَأتيكَ بالأخبارِ مَن لَم تُزوِّدِ

ترجمہ: عن قریب زمانہ تمہارے سامنے وہ باتیں کھول دے گا جن سے تم بے خبر ہو، اور تمہارے پاس خبریں وہ لوگ بھی لائیں گے جنہیں تم نے سفر کے لیے زادِراہ بھی نہیں دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ شعر پڑھا:

کفی بالإسلام والشّیب للمرء ناہیا

ترجمہ: اسلام اور بڑھاپا کسی شخص کو (برائیوں سے رکنے کے لیے) کافی نصیحت کرنے والے ہیں۔

اس شعر کا اصل مصرعہ یوں ہے:

کفی الشّیب والإسلام للمرء ناہیا

لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس ترتیب سے پڑھا جیسے پہلے مذکور ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَما عَلَّمْناهُ الشِّعْرَ وَما يَنْبَغِي لَهُ

ترجمہ: اور ہم نے اُسے شعر نہیں سکھایا اور نہ ہی یہ اس کے لائق تھا۔ (یٰسین: 69)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا کہ آپ سفر کے لیے جمعرات کے دن روانہ ہوں۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے، جس کا نام نکلتا، اس کو ساتھ لے جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر میں ہوتے تو قافلے کے پیچھے رہتے، تا کہ کمزوروں کو سہارا دے سکیں اور ان کے پیچھے سواری پر سوار کرا دیں، اور ان کے لیے دعا بھی فرماتے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوتے اور دو رکعت نفل نماز ادا فرماتے، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے، اس کے بعد اپنی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے۔

رات کے وقت اچانک گھر والوں کے پاس نہ آتے (بلکہ اطلاع دے کر آتے)۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی پسند تھا کہ جب غزوہ کے لیے نکلیں تو جمعرات کے دن نکلیں۔

جب لشکر کو رخصت کرتے تو فرماتے:

»أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِينَكُمْ، وَأَمَانَتَكُمْ، وَخَوَاتِيمَ أَعْمَالِكُمْ«۔

ترجمہ: میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تمہارے دین کو، تمہاری امانتوں کو اور تمہارے اعمال کے انجام کو۔

لشکر یا مہم پر کسی کو روانہ کرتے تو صبح کے وقت روانہ فرماتے۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو امیر بناتے تو تاکید فرماتے کہ خطبات کو مختصر رکھو اور کلام کم کرو، کیونکہ بعض بیان جادو کی طرح اثر رکھتے ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تو اس کا نام چھپا کر کسی

اورمبہم کا نام بتاتے۔

آپ کو پسند تھا کہ دشمن سے زوال کے وقت (دوپہر کے قریب) مقابلہ ہو۔

اور جنگ کے دوران آواز بلند کرنا ناپسند فرماتے تھے۔

جب عید کے دن کسی راستے سے آتے تو واپسی پر دوسرے راستے سے جاتے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو سر جھکا لیتے، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی سر جھکا لیتے، جب وحی ختم ہو جاتی تو سر اٹھاتے۔

جب رمضان آتا تو ہر قیدی کو آزاد فرما دیتے اور ہر سوالی کو کچھ نہ کچھ عطا فرماتے۔

رمضان کے مہینے میں اپنی کمر کس لیتے اور اپنی راتوں میں آرام نہ فرماتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔

رمضان آتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ بدل جاتا (متاثر ہوتا)، نماز میں اضافہ کرتے، دعا میں مشغول رہتے، اور آپ کا رنگ خوف اور خشیت الٰہی کی وجہ سے شفق کی طرح سرخی مائل ہو جاتا۔

رمضان کے آخری عشرے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمر کس لیتے، رات بھر عبادت کرتے اور اپنے اہل خانہ کو بھی بیدار کرتے۔

جب مقیم ہوتے تو رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرماتے، اور اگر سفر کی وجہ سے کسی سال اعتکاف نہ ہوتا تو اگلے سال بیس دن اعتکاف فرماتے۔

جب جمعہ کی رات ہوتی تو فرماتے: ہذہ لیلۃ غرّاء، ویوم أزہر۔

ترجمہ: یہ رات چمکدار ہے اور یہ دن روشن۔

سردی کے موسم میں جمعہ کی رات گھر میں تشریف فرما ہوتے، اور جب گرمی کا موسم آتا تو جمعہ کی رات باہر تشریف لے جاتے۔

علامہ عزیزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کا مطلب غالباً یہی ہے کہ عام لوگ سردیوں میں گھروں کے اندر رہتے اور گرمیوں میں باہر نکلتے تھے۔

دوسری فصل: ان بعض اذکار اور دعاؤں کا بیان جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخصوص اوقات میں پڑھا کرتے تھے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیاں (باطن) اوپر کی طرف کرتے، اور جب کسی چیز سے پناہ مانگتے تو ہاتھوں کی پشت (ظاہر) اوپر کی طرف کرتے۔

جب کوئی مصیبت آتی تو دعا کرتے ہوئے اپنے ہاتھ اس قدر بلند کرتے کہ بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی۔

جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تو ہاتھ اس وقت تک نیچے نہ کرتے جب تک ان کو اپنے چہرے پر پھیر نہ لیتے۔

جب کسی شخص کے لیے دعا کرتے تو دعا کا آغاز خود اپنی ذات سے فرماتے۔

جب کسی کے لیے دعا فرماتے تو وہ دعا اس پر اور اس کی اولاد اور اس کی نسل پر بھی اثر انداز ہوتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی دعا یہ تھی

یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ، ثَبِّتْ قَلْبِی عَلَی دِینِكَ۔

(اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ)

لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ یہ دعا بکثرت کیوں پڑھتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: ”کوئی انسان ایسا نہیں جس کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان نہ ہو، جسے چاہے سیدھے راستے پر رکھے اور جسے چاہے گمراہ کر دے“۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی دعا یہ بھی تھی:

رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً، وَفِی الآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے:

سخت آزمائش

بدبختی کے پہنچنے سے

برے فیصلے سے

دشمنوں کی خوشی سے

بزدلی سے

بخل سے

بدترین عمر سے

سینے کے فتنے سے

قبر کے عذاب سے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنّات اور انسان کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے، یہاں تک کہ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل ہوئیں، تو آپ نے انہی سے حفاظت کی دعا مانگنی شروع کر دی اور باقی دعاؤں کو چھوڑ دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچانک موت سے پناہ مانگا کرتے تھے اور پسند فرماتے کہ موت سے پہلے کچھ دن بیمار رہوں؛ تا کہ موت کی تیاری ہو سکے۔

جب صبح یا شام ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْأَلُكَ مِنْ فُجَاءَةِ الْخَیْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فُجَاءَةِ الشَّرِّ۔

اے اللہ! میں تجھ سے اچانک آنے والی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اچانک آنے والی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ بندہ نہیں جانتا کہ صبح وشام کیا اچانک اس پر وارد ہوسکتا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی فرماتے:

أَصْبَحْنَا عَلَى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ، وَكَلِمَةِ الْإِخْلَاصِ، وَدِينِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، وَمِلَّةِ أَبِينَا إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔

ہم اسلام کی فطرت پر، اخلاص کے کلمہ پر، اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین پر اور اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر صبح کرتے ہیں، جو یکسو اور مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔

جب آپ پر غم یا پریشانی آتی تو فرماتے:

حَسْبِيَ الرَّبُّ مِنَ الْعِبَادِ، حَسْبِيَ الْخَالِقُ مِنَ الْمَخْلُوقِينَ، حَسْبِيَ الرَّازِقُ مِنَ الْمَرْزُوقِينَ، حَسْبِيَ الَّذِي هُوَ حَسْبِي، حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ، حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ، وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ۔

جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو آسمان کی طرف سر اُٹھاتے اور فرماتے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ۔

اور جب دعا میں زیادہ گڑگڑاتے تو کہتے: يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ۔

اور جب غم یا فکر آتی تو کہتے:

يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ، بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ۔

جب کوئی بہت بڑی مصیبت آتی تو فرماتے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ، وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی چیز خوفزدہ کرتی تو فرماتے:

اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّي، لَا شَرِيكَ لَهُ۔

جب کسی کام کا ارادہ کرتے تو کہتے:

اَللّٰهُمَّ، خِرْ لِي وَاخْتَرْ لِي۔

(اے اللہ! میرے لیے بہتر چناؤ فرما اور خود میرے لیے انتخاب فرما)

جب کوئی معاملہ پیش آتا تو اللہ کے سپرد کر دیتے، اپنی طاقت وقوت سے دستبردار ہو جاتے اور اللہ سے ہدایت اور استقامت کی دعا کرتے اور گمراہی سے بچنے کی دعا کرتے۔

جب خوشی کی خبر ملتی تو فوراً اللہ تعالیٰ کے شکر میں سجدہ ریز ہو جاتے۔

جب گھر سے نکلتے تو فرماتے:

بِسْمِ اللّٰهِ، تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

اور یہ بھی فرماتے:

اَللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ نَزِلَّ أَوْ نُضِلَّ، أَوْ نَظْلِمَ أَوْ نُظْلَمَ، أَوْ نَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا۔

جب مسجد میں داخل ہوتے تو کہتے:

أَعُوذُ بِاللهِ العَظِيمِ، وَبِوَجْهِهِ الكَرِيمِ، وَسُلْطَانِهِ القَدِيمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔

اور فرماتے: ”جو شخص یہ دعا کہے وہ پورے دن شیطان سے محفوظ رہے گا۔“

اور یہ بھی کہتے:

بِسْمِ اللّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، اللهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

اور جب مسجد سے نکلتے تو فرماتے:

بِسْمِ اللّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، اللهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ۔

جب قبرستان میں داخل ہوتے تو فرماتے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَيُّهَا الْأَرْوَاحُ الْفَانِيَةُ، وَالْأَبْدَانُ الْبَالِيَةُ، وَالْعِظَامُ النَّخِرَةُ، الَّتِي خَرَجَتْ مِنَ الدُّنْيَا وَهِيَ بِاللهِ مُؤْمِنَةٌ، اللهُمَّ؛ أَدْخِلْ عَلَيْهِمْ رَوْحًا مِنْكَ

وَسَلَامًا مِنَّا۔

جب قبروں کے پاس سے گزرتے تو فرماتے:

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ، وَالصَّالِحِينَ وَالصَّالِحَاتِ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ۔

تم پر سلام ہو اے مومن مردوں اور مومن عورتوں کے مکانو! اور مسلم مردوں اور مسلم عورتوں کے مکانو! اور نیکوکار مردوں اور نیکوکار عورتوں کے مکانو! اور بے شک ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں۔

جب دفن سے فارغ ہوتے:

اَسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ، وَسَلُوا لَهُ التَّثْبِيتَ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ۔

اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو، اور اس کے لیے ثابت قدمی مانگو، کیوں کہ اب اس سے سوال کیا جا رہا ہے۔

جب تعزیت دیتے:

يَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيُؤْجِرُكُمْ۔

اللہ اس پر رحم فرمائے اور تمہیں اجر عطا فرمائے۔

جب خوشی کی مبارکباد دیتے:

بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمْ، وَبَارَكَ عَلَيْكُمْ۔

اللہ تمہارے لیے برکت عطا فرمائے اور تم پر اپنی برکت نازل فرمائے۔"

جب مریض کی عیادت کرتے:

لَا بَأْسَ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى۔

''کوئی حرج نہیں، ان شاء اللہ یہ بیماری پاکیزگی کا ذریعہ بنے گی۔''

جب صدقہ لانے والوں کے لیے دعا کرتے:

اَللّٰهُمَّ، صَلِّ عَلَى آلِ فُلَانٍ۔

اے اللہ! فلاں کے گھر والوں پر اپنی رحمت نازل فرما۔

جب سفر پر روانہ ہوتے:

اَللّٰھُمَّ! بِكَ أَصُولُ، وَبِكَ أَحُولُ، وَبِكَ أَسِيرُ۔

اے اللہ! تیری مدد سے میں حملہ کرتا ہوں، تیری مدد سے میں حرکت کرتا ہوں، اور تیری مدد سے ہی سفر کرتا ہوں۔

جب جہاد کے لیے نکلتے:

اَللّٰھُمَّ! أَنْتَ عَضُدِي، وَأَنْتَ نَصِيرِي، بِكَ أَحُولُ، وَبِكَ أَصُولُ، وَبِكَ أُقَاتِلُ۔

اے اللہ! تو ہی میرا بازو ہے، تو ہی میرا مددگار ہے، تیری ہی مدد سے میں حرکت کرتا ہوں، تیری ہی مدد سے میں حملہ کرتا ہوں، اور تیری ہی مدد سے میں جنگ لڑتا ہوں۔

جب سفر یا غزوہ یا حج وعمرہ سے واپس آتے تو فرماتے:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، آيِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، سَاجِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ، صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔

اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے حمد ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم واپس آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں، اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد فرمائی، اور لشکروں کو تنہا شکست دی۔

جب رجب کا مہینہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبَ وَشَعْبَانَ، وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ۔

’’اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما، اور ہمیں رمضان تک پہنچا دے۔‘‘

جب مؤذن کی آواز سنتے تو مؤذن کے الفاظ دہراتے، یہاں تک کہ جب مؤذن ''حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ'' کہتا تو آپ فرماتے: »لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ۔

''نہ کوئی طاقت ہے اور نہ کوئی قوت مگر اللہ کے ساتھ۔''

جب مؤذن تشہّد (أشهد أن لا إله إلا الله...) کہتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: وَأَنَا، وَأَنَا۔

''اور میں بھی، اور میں بھی (گواہی دیتا ہوں)۔''

جب مؤذن ''حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ'' کہتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مُفْلِحِينَ۔

''اے اللہ! ہمیں کامیاب بنانے والا بنا دے۔''

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کو دیکھتے تو دعا فرماتے:

اَللّٰهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هٰذَا تَشْرِيفًا وَتَعْظِيمًا وَتَكْرِيمًا وَبِرًّا وَمَهَابَةً۔

اے اللہ! اپنے اس گھر کو مزید عزت، شرافت، عظمت، بزرگی اور ہیبت عطا فرما۔

جب کوئی پسندیدہ چیز دیکھتے تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ۔

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس کی نعمت سے نیکیاں مکمل ہوتی ہیں۔

اور جب کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھتے تو فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ، رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ حَالِ أَهْلِ النَّارِ۔

ہر حال میں اللہ ہی کا شکر ہے، اے رب! میں تجھ سے اہل جہنم کے حال سے پناہ مانگتا ہوں۔

جب بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سنتے تو دعا فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ، وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ، وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ۔

’’اے اللہ! ہمیں اپنے غضب سے قتل نہ کر، اور ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ کر، اور اس سے پہلے ہمیں عافیت عطا فرما۔

جب بادل کی گرج سنتے تو فرماتے:

سُبْحَانَ الَّذِی یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ۔

’’پاک ہے وہ ذات جس کے لیے بادل تسبیح کرتے ہیں۔‘‘

جب بارش دیکھتے تو فرماتے:

اَللّٰھُمَّ صَیِّبًا نَافِعًا۔

’’اے اللہ! اسے نفع بخش بارش بنا۔‘‘

جب ندی نالے بہتے تو فرماتے:

اخْرُجُوا بِنَا إِلَی ہٰذَا الْوَادِی الَّذِی جَعَلَہُ اللّٰہُ طَھُورًا، فَنَتَطَھَّرَ مِنْہُ وَنَحْمَدُ اللّٰہَ عَلَیْہِ۔

آؤ ہم اس وادی میں چلیں جسے اللہ نے پاکیزہ بنایا ہے، تاکہ ہم اس سے طہارت حاصل کریں اور اللہ کا شکر ادا کریں۔

جب شمالی ہوا تیز ہوتی تو فرماتے:

اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِہٖ۔

’’اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے۔‘‘

جب ہوا تیز چلتی تو فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لِقَاحًا لَا عَقِیمًا۔

’’اے اللہ! اسے بابرکت ہواؤں میں سے بنا، بانجھ نہ کر۔‘‘

جب آندھی چلتی تو فرماتے:

اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْأَلُكَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا فِیھَا، وَخَیْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِہٖ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ

شَرِّہَا وَشَرِّ مَا فِیہَا، وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِہِ۔

اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی، اور جو کچھ اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں، اور اس کی برائی اور اس کے ساتھ بھیجی گئی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب تیز ہوا چلتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف رخ کرتے اور دعا کرتے:

اَللّٰہُمَّ إِنِّی أَسْأَلُكَ خَیْرَ ہَذِہِ الرِّیحِ، وَخَیْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِہِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّہَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِہِ، اللّٰہُمَّ اجْعَلْہَا رَحْمَةً، وَلَا تَجْعَلْہَا عَذَابًا، اللّٰہُمَّ اجْعَلْہَا رِیَاحًا، وَلَا تَجْعَلْہَا رِیحًا۔

اے اللہ! میں تجھ سے اس ہوا کی بھلائی، اور جو کچھ اس کے ساتھ بھیجا گیا ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں، اور اس کی برائی اور اس کے ساتھ بھیجی گئی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! اسے ہمارے لیے رحمت بنا اور عذاب نہ بنا۔ اے اللہ! اسے رِیاح (کئی بھلی ہوائیں) بنا اور نہ کہ ایک ہی سخت ہوا۔

جب چاند (ہلال) کو دیکھتے، تو فرماتے:

ہلالُ خیرٍ ورُشدٍ، آمنتُ بالّذی خلقك۔

یہ بھلائی اور ہدایت والا چاند ہے، میں اس ذات پر ایمان لایا جس نے تجھے پیدا کیا۔ تین مرتبہ فرماتے۔

پھر فرماتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی ذہب بشہر کذا وجاء بشہر کذا۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے فلاں مہینے کو رخصت کیا اور فلاں مہینے کو لے کر آیا۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاند دیکھتے تو یہ بھی فرماتے:

اللہمّ أہلّہ علینا بالیمن والإیمان والسّلامة والإسلام، ربّی وربّك اللہ۔

اے اللہ! اس چاند کو ہمارے اوپر برکت، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ ظاہر

فرما، (اے چاند) میرا اور تیرا ربّ اللہ ہی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلمات:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری کلمات میں یہ تھا:

اَلصَّلاۃ... الصّلاۃ، اتّقوا اللّٰہ فیما ملکت أیمانکم۔

یعنی نماز، نماز! اور اپنے ماتحت غلاموں اور کنیزوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔

اور یہ بھی منقول ہے:

قاتل اللّٰہ الیہود والنّصاری؛ اتّخذوا قبور أنبیائہم مساجد، لا یبقینّ دینان بأرض العرب۔

اللہ یہودیوں اور عیسائیوں کو تباہ کرے کہ انہوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا، زمینِ عرب میں دو دین باقی نہ رہیں۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری کلمات میں یہ بھی نقل ہوا:

جلال ربّی الرّفیع، فقد بلّغت۔

میرا ربّ بلند جلال والا ہے، بے شک میں (پیغام) پہنچا چکا۔ (پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا)۔

تیسری فصل: نبی اکرم ﷺ کے تین سو تیرہ جامع کلمات

یہ تعداد انبیائے کرام کی تعداد کے برابر ہے اور اہلِ بدر، جو اسلام کے آسمان کے ستارے ہیں، ان کے عدد کے مطابق ہے۔ میں نے ان احادیث کو القاضی عیاض کی الشفا، علامہ قَسطلانی کی المواہب اللدنیۃ، حافظ سیوطی کی الجامع الصغیر اور الدرر المنتشرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ، اور علامہ مناوی کی کنوز الحقائق وطبقات الاولیاء سے منتخب کیا ہے۔

یہ بات تمام لوگوں کے نزدیک مسلّم ہے، خواہ وہ موافق ہوں یا مخالف، مسلمان ہوں یا غیر مسلم... کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ فصیح وبلیغ تھے۔ اس پر کبھی کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

یہ احادیث ترتیب وار حروفِ تہجی کے مطابق لکھی جارہی ہیں۔

(الف سے شروع ہونے والی احادیث)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

أوتيتُ جوامعَ الكلمِ۔
(مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں۔)
(الفاظ قلیل، معنیٰ کثیر)

اتّقِ اللهَ فيما تعلمُ۔
(جو کچھ تم جانتے ہو اس میں اللہ سے ڈرو۔)

اتّقِ اللهَ في عُسرِكَ ويُسرِكَ۔
(اپنی تنگی اور خوشحالی دونوں میں اللہ سے ڈرو۔)

اتّقوا مواضِعَ التُّهَمِ۔
(شبہ کی جگہوں سے بچو۔)

أتمُّكم عقلاً أشدُّكم للهِ خوفًا۔

(تم میں سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو تم میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو)۔

اجتَنِبوا الخمرَ، فإنَّها مِفتاحُ كلِّ شرٍّ۔

(شراب سے بچو، کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔)

الأجرُ على قدرِ النَّصَبِ۔

(اجر، محنت ومشقت کے بقدر ہے۔)

أجمِلوا فی طلبِ الدنيا، فإنَّ كُلًّا مُيَسَّرٌ لما خُلِقَ له۔

دنیا کی طلب میں اعتدال رکھو، کیونکہ ہر ایک کے لیے وہی آسان کیا گیا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

الإحسانُ أن تعبدَ اللهَ كأنَّك تراه، فإن لم تكن تراه فإنَّه يراك۔

احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت ایسے کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے۔

اختلافُ أمَّتی رحمةٌ۔

(میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔)

اخزنْ لسانَكَ إلَّا مِن خيرٍ۔

(اپنی زبان کو روک کر رکھو، سوائے خیر کی بات کے۔)

أخلِصِ العملَ يُجزِكَ منه القليلُ۔

(عمل خالص اللہ کے لیے کرو، تو تھوڑا عمل بھی تمہارے لیے کافی ہوگا۔)

أدِّ الأمانةَ إلى منِ ائتمنَكَ، ولا تَخُنْ مَن خانَكَ۔

امانت ادا کرو اس شخص کو جس نے تمہیں امانت دی، اور جو تم سے خیانت کرے اس سے تم خیانت نہ کرو۔

أدَّبنی ربِّی فأحسنَ تأديبی۔

(میرے ربّ نے مجھے ادب سکھایا اور خوب ہی خوب سکھایا۔)

إذا أرادَ اللّٰهُ بعبدٍ خیرًا فقهّهُ فی الدِّینِ، وزہّدہُ فی الدُّنیا، وبصّرہُ بعیوب نفسِہِ۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ دیتا ہے، دنیا سے بے رغبت بنا دیتا ہے، اور اس کے نفس کی کمزوریاں اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔

إذا أسأتَ فأحسِن.

(جب تم سے کوئی برائی ہو جائے تو بھلائی کرو۔)

إذا لم تستَحِ فاصنَعْ ما شِئتَ.

(جب تم میں حیا نہ رہے تو جو چاہو کرو۔)

إذا نزلَ القضاءُ عَمِیَ البصرُ.

(جب اللہ کا فیصلہ نازل ہوتا ہے تو نگاہیں اندھی ہو جاتی ہیں۔)

ارحَموا تُرحَموا.

(رحم کرو، تم پر رحم کیا جائے گا۔)

ازہدْ فی الدُّنیا یُحبَّكَ اللّٰهُ، وازہدْ فیما فی أیدی النَّاسِ یُحبَّكَ النَّاسُ.

دنیا سے بے رغبت رہو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور لوگوں کے مال سے بے رغبت رہو لوگ تم سے محبت کریں گے۔

استعینوا علی الحوائجِ بالکتمانِ، فإنَّ کلَّ ذی نعمةٍ محسودٌ.

ضروریات میں کامیابی کے لیے رازداری اختیار کرو، کیونکہ ہر صاحب نعمت پر حسد کیا جاتا ہے۔

استعینوا علی کلِّ صنعةٍ بأہلِہا.

(ہر کام میں اس کے ماہرین سے مدد لیا کرو۔)

استفتِ قلبَكَ وإن أفتاكَ النَّاسُ وأفتوكَ.

(اپنے دل سے فتویٰ طلب کرو، خواہ لوگ تمہیں فتوے دیتے رہیں۔)

أسلِمْ تسلَمْ.

(اسلام قبول کرو، سلامت رہو گے۔)

اسمَحْ يُسمَحْ لكَ.

(دوسروں کے ساتھ نرمی کرو تاکہ تمہارے ساتھ بھی نرمی کی جائے۔)

أصحابی کالنجوم، بأیِّهم اقتدیتم اہتدیتم.

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

أعجلُ الأشياءِ عقوبةً: البغیُ.

(ظلم سب سے جلد سزا دی جانے والی چیز ہے۔)

أعدى عدوِّك: نفسُكَ التی بین جنبیك.

(تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا اپنا نفس ہے جو تمہارے سینے میں ہے۔)

أعظمُ الناسِ خطایا: أكثرُهم خوضًا فی الباطلِ.

لوگوں میں سب سے زیادہ گناہ گار وہ ہے جو فضول باتوں میں زیادہ پڑتا ہو۔

أعظمُ الناسِ خطایا: اللسانُ الكذوبُ.

(سب سے بڑے گناہ گار لوگ وہ ہیں جن کی زبانیں جھوٹی ہوتی ہیں۔)

أعمى العمى: الضَّلالةُ بعدَ الهدى.

(سب سے بڑی اندھی آنکھ وہ ہے جو ہدایت کے بعد گمراہ ہو جائے۔)

اعمَلْ بوجهٍ واحدٍ يَكفِكَ الوجوهَ كلَّها.

(ایک رخ (اخلاص) پر عمل کر، تمام چہروں سے بے نیاز ہو جائے گا۔)

أفضلُ الأعمالِ: سرورٌ تُدخلُه علی مسلمٍ.

سب سے بہتر عمل وہ خوشی ہے جو تم کسی مسلمان کے دل میں داخل کرو۔

أفضلُ الأعمالِ: العلمُ باللهِ تعالى.

(سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔)

أفضلُ الجهادِ: أن تجاهدَ نفسَكَ وهواك.

سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ انسان اپنے نفس اور اپنی خواہشات سے جہاد کرے۔

افتضحوا فاصطلحوا.

(رسوا ہو چکے ہو، اب آپس میں صلح کرلو۔)

أفضلُ الدينِ: الورعُ.

(دین کا بہترین حصہ پرہیز گاری ہے۔)

أفضلُ الصدقةِ: جُهدُ المُقلِّ، وابدأْ بمن تعولُ.

سب سے بہترین صدقہ وہ ہے جو تنگدستی میں دیا جائے، اور اپنے زیر کفالت لوگوں سے شروع کرو۔

أفضلُ الناسِ: أتقاهم للهِ، وأوصلُهم للرَّحمِ.

سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے اور رشتہ داروں سے سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہوں۔

أفلحَ من رُزِقَ لبًّا.

(وہ شخص کامیاب ہوا جسے عقل دی گئی۔)

الاقتصادُ في النفقةِ: نصفُ المعيشةِ، والتوددُ إلى الناسِ: نصفُ العقلِ، وحسنُ السؤالِ: نصفُ العلمِ

خرچ میں میانہ روی آدھی معیشت ہے، لوگوں سے محبت آدھی عقل ہے، اور اچھے طریقے سے سوال کرنا آدھا علم ہے۔

اللهُ في عونِ العبدِ ما دامَ العبدُ في عونِ أخيهِ المسلمِ.

اللہ بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہتا

ہے۔

أمَتُّ أمرَ الجاہلیَّۃِ إلا ما حسَّنہ الإسلامُ.

میں نے جاہلیت کی ہر رسم کو ختم کر دیا، سوائے ان کے جنہیں اسلام نے اچھا قرار دیا۔

أُمِرنا أن نُکلِّمَ الناسَ علی قدرِ عقولِہم.

(ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق گفتگو کریں۔)

إنَّ اللہَ بعثَنی رحمۃً مہداۃً، بعثتُ برفعِ أقوامٍ وخفضِ آخرینَ.

اللہ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا، میں آیا تا کہ کچھ قوموں کو بلند اور کچھ کو پست کر دوں۔

إنَّ اللہَ تجاوزَ لأمتی عن الخطأ والنسیانِ وما أُکرِہوا علیہِ.

اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطا، بھول چوک اور مجبوری میں کیے گئے اعمال کو معاف کر دیا ہے۔

إنَّ اللہَ جعلَ الحقَّ علی لسانِ عمرَ وقلبِہ.

(اللہ نے حق کو عمر کے دل اور زبان پر جاری کر دیا ہے۔)

إنَّ اللہَ لا ینظرُ إلی أجسامِکم ولا إلی صورِکم، ولکن ینظرُ إلی قلوبِکم.

اللہ تمہارے جسموں اور شکلوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

إنَّ اللہَ یحبُّ معالیَ الأمورِ ویکرہُ سَفسافَہا .

اللہ تعالیٰ بلند اخلاق کو پسند کرتا ہے اور گھٹیا باتوں کو ناپسند کرتا ہے۔)

إنَّ اللہَ یحبُّ الرِّفقَ فی الأمرِ کلِّہ.

(اللہ ہر معاملے میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔)

إنَّ اللہَ ینزلُ الرزقَ علی قدرِ المؤونۃِ.

(اللہ تعالیٰ رزق کو اخراجات کے مطابق نازل کرتا ہے۔)

إنّ أخسر النّاس صفقة.. من أذہب آخرتہ بدنیا غیرہ.

سب سے زیادہ گھاٹے والا وہ ہے جو اپنی آخرت کسی اور کی دنیا کے بدلے خراب کردے۔

إنّ الدّین یسر، ولن یشادّ الدّین أحد إلّا غلبہ.

دین آسان ہے، اور جو دین میں سختی کرے گا وہ مغلوب ہوجائے گا۔

إنّ الصّبر عند الصّدمۃ الأولی.

صبر تو پہلی صدمے کے وقت ہوتا ہے۔

إنّك لن تدع للہ شیئا.. إلّا عوّضك اللہ خیرا منہ.

تم اللہ کے لیے کوئی چیز نہیں چھوڑو گے مگر اللہ تمہیں اس سے بہتر عطا کرے گا۔

إنّكم لن تسعوا النّاس بأموالكم.. فسعوہم بأخلاقكم.

تم اپنے مال سے سب لوگوں کی حاجت پوری نہیں کر سکتے، لہٰذا اپنے اخلاق سے ان کے دل جیتو۔

إنّ لصاحب الحقّ مقالا.

حق والے کو بات کرنے کا حق ہے۔

إنّما الأعمال بالنّیّات.

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

إنّما البیع عن تراض.

خرید وفروخت باہمی رضامندی سے ہی جائز ہے۔

إنّما العلم بالتّعلّم، وإنّما الحلم بالتّحلّم.

علم سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے اور حلم (بردباری) حلم اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

إنّما المرء بخلیلہ، فلینظر المرء من یخالل.

آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس ہر ایک کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

إنّ من البيان لسحرا.

بعض کلام میں جادو جیسا اثر ہوتا ہے۔

أنا مدينة العلم، وعلیّ بابها.

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

أنت ومالك لأبيك.

تم اور تمہارا مال تمہارے والد کا ہے۔

أن تفعل الخير خير لك.

تمہارا اچھائی کرنا تمہارے لیے بہتر ہے۔

أنزلوا النّاس منازلهم.

لوگوں کو ان کے مراتب کے مطابق عزت دیا کرو۔

انظری أين أنت منه، فإنّما هو جنّتك ونارك.

دیکھو تم شوہر کے ساتھ کس مقام پر ہو، کیونکہ وہی تمہاری جنت اور تمہاری آگ ہے۔

أنهاكم عن قيل وقال، وكثرة السّؤال.

میں تمہیں "یہ کہا گیا، وہ کہا گیا" اور زیادہ سوال کرنے سے روکتا ہوں۔

ألا لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق.

سن لو! خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

الإسلام حسن الخلق.

اسلام حسنِ اخلاق کا نام ہے۔

الإسلام يجبّ ما قبله، والهجرة تجبّ ما قبلها.

اسلام قبول کرنے سے پچھلے گناہ مٹ جاتے ہیں، اور ہجرت کرنے سے بھی پچھلے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

الإسلام یعلو ولا یعلی.

اسلام غالب ہے، اس پر کوئی چیز غالب نہیں آسکتی۔

إیّاك ودعوۃ المظلوم.

مظلوم کی بددعا سے بچو۔

إیّاك وقرین السّوء، فإنّك بہ تعرف.

برے دوست سے بچو، کیونکہ تم اسی سے پہچانے جاؤ گے۔

إیّاك والخیانۃ، فإنّہا بئست البطانۃ.

خیانت سے بچو، کیونکہ یہ بری ساتھی ہے۔

إیّاك وما یسوء الأذن.

ان باتوں سے بچو جو کان کو بری لگتی ہیں۔

إیّاکم وخضراء الدّمن: المرأۃ الحسناء فی المنبت السّوء.

خوبصورت عورت سے بچو جو بری جگہ سے ہو (یعنی جس کا اخلاق وحسب اچھا نہ ہو)۔

الإیمان نصفان: فنصف فی الشّکر، ونصف فی الصّبر.

ایمان دو حصوں پر مشتمل ہے: آدھا شکر ہے اور آدھا صبر۔

(ب سے شروع ہونے والی احادیث)

البرّ حسن الخلق، والإثم ما حاك فی صدرك وکرہت أن یطّلع علیہ النّاس.

نیکی حسنِ اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تُو پسند نہ کرے کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔

برّوا اباءکم.. تبرّکم أبناؤکم، وعفّوا.. تعفّ نساؤکم.

اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو تاکہ تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ حسنِ سلوک کریں، اور تم پاکدامن رہو تاکہ تمہاری عورتیں بھی پاکدامن رہیں۔

بعثت بمداراة النّاس.

مجھے لوگوں کے ساتھ نرمی اور رواداری کے ساتھ پیش آنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔

البلاء موکّل بالمنطق.

مصیبت انسان کی زبان کے ساتھ لگی رہتی ہے (یعنی زبان کی وجہ سے آتی ہے)۔

البیّنة علی المدّعی، والیمین علی من أنکر.

دعویٰ کرنے والے پر دلیل ہے اور انکار کرنے والے پر قسم ہے۔

(ت سے شروع ہونے والی احادیث)

ترك الشّرّ صدقة.

برائی چھوڑ دینا بھی صدقہ ہے۔

تعرّف إلی اللہ فی الرّخاء.. یعرفك فی الشّدّة، واعلم أنّ ما أخطأك.. لم یکن لیصیبك، وما أصابك.. لم یکن لیخطئك، واعلم أنّ النّصر مع الصّبر، وأنّ الفرج مع الکرب، وأنّ مع العسر یسرا

اللہ کو خوش حالی میں یاد رکھو تاکہ وہ تمہیں تنگ دستی میں یاد رکھے۔ جان لو! جو مصیبت تمہیں نہ پہنچے وہ کبھی تمہیں نہیں پہنچ سکتی، اور جو تمہیں پہنچے وہ کبھی ٹل نہیں سکتی۔ جان لو! مدد صبر کے ساتھ آتی ہے، اور کشادگی تنگی کے ساتھ، اور بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔

تعس عبد الزّوجة.

ہلاک ہو وہ جو اپنی بیوی کا غلام بن جائے (یعنی دین چھوڑ کر اس کی ناروا اطاعت کرے)۔

تمسّكوا بالعروة الوثقى، قول: (لا إله إلّا الله).

مضبوط رسی کو تھام لو، اور وہ (لا إله إلّا الله) کہنا ہے۔

تهادوا تحابّوا.

ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو تا کہ آپس میں محبت پیدا ہو۔

(ث سے شروع ہونے والی احادیث)

ثلاث من كنّ فيه.. وجد حلاوة الإيمان: أن يكون الله ورسوله أحبّ إليه ممّا سواهما، وأن يحبّ المرء لا يحبّه إلّا لله، وأن يكره أن يعود في الكفر كما يكره أن يلقى في النّار.

جس میں یہ تین چیزیں ہوں وہ ایمان کی مٹھاس پا لیتا ہے۔ 1: اللہ اور اس کا رسول اس کے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں، 2: کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لیے، 3: اور کفر میں لوٹنے کو ایسا ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

ثلاث من كنّ فيه حاسبه الله حسابا يسيرا، وأدخله الجنّة برحمته: تعطي من حرمك، وتعفو عمّن ظلمك، وتصل من قطعك

جس میں یہ تین صفات ہوں، اللہ اسے آسان حساب سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ ۱۔ جو تمہیں نہ دے اسے تم دو ۲۔ جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کرو۔ ۳۔ جو تم سے قطع تعلق کرے اس سے تعلق جوڑو۔

ثلاث منجيات: خشية الله تعالى في السّرّ والعلانية، والعدل في الرّضا والغضب، والقصد في الفقر والغنى. وثلاث مهلكات: هوى متّبع، وشحّ مطاع، وإعجاب المرء بنفسه

تین چیزیں نجات دینے والی ہیں: ۱۔ اللہ سے چھپے اور ظاہر میں ڈرنا۔ ۲۔ خوشی اور غصے میں انصاف کرنا ۳۔ اور امیری اور فقیری میں میانہ روی اختیار کرنا۔

اور تین چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں: ۱۔ خواہشات کی پیروی ۲ بخل کی

اطاعت ۳۔اور خود پسندی۔

(ج سے شروع ہونے والی احادیث)

الجار قبل الدّار، والرّفیق قبل الطّریق.

گھر سے پہلے ہمسایہ دیکھو اور سفر سے پہلے ساتھی دیکھو۔

الجماعة رحمة، والفرقة عذاب.

اجتماع رحمت ہے اور تفرقہ عذاب۔

جفّ القلم بما أنت لاق.

قلم لکھ چکا ہے جو کچھ تمہیں پیش آنا ہے۔

الجنّة تحت أقدام الأمّهات.

جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

الجنّة تحت ظلال السّیوف.

جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

(ح سے شروع ہونے والی احادیث)

حبّ الدّنیا..رأس کلّ خطیئة.

دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔

الحبّ فی اللہ والبغض فی اللہ من أفضل الأعمال.

اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے دشمنی بہترین اعمال میں سے ہے۔

حبّك الشّیء یعمی ویصمّ.

کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

الحرب خدعة.

جنگ ایک چال ہے۔

الحسب..المال، والکرم..التّقوی.

حسب مال میں ہوتا ہے اور کرم تقویٰ میں۔

حسبك بالصّحّة والسّلامة داء قا تلا لابن آدم.

صحت اور سلامتی ہی ابن آدم کے لیے ہلاکت کا سامان ہوسکتی ہیں۔

حفّت الجنّة بالمكاره، وحفّت النّار بالشّهوات.

جنت کو ناپسندیدہ چیزوں سے گھیر دیا گیا ہے اور جہنم کو خواہشات سے۔

الحكمة ضالّة المؤمن.

حکمت مؤمن کی گمشدہ میراث ہے۔

الحلال بيّن والحرام بيّن.

حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔

(خ سے شروع ہونے والی احادیث)

خذ الحكمة، ولا يضرّك من أيّ وعاء خرجت.

حکمت لے لو، اس کی پروانہ کرو کہ کہاں سے آئی ہے۔

خصلتان لا يجتمعان إلّا في مؤمن: السّخاء، وحسن الخلق.

دو خصلتیں مؤمن کے سوا کسی میں جمع نہیں ہوتیں: سخاوت اور حسنِ اخلاق۔

خصلتان لا يجتمعان في مؤمن: البخل، وسوء الخلق.

دو چیزیں مؤمن میں جمع نہیں ہوتیں: بخل اور بد خلقی۔

الخلق كلّهم عيال الله، وأحبّهم إلى الله أنفعهم لعياله.

تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کو نفع پہنچائے۔

خير الأمور أوساطها.

بہترین کام وہ ہے جو میانہ روی پر مبنی ہو۔

خير الرّزق ما لا يطغيك ولا يلهيك.

بہترین رزق وہ ہے جو تمہیں نہ سرکش بنائے اور نہ غافل کرے۔

خیر العمل أن تفارق الدّنیا ولسانك رطب من ذكر اللّٰه.

بہترین عمل یہ ہے کہ دنیا سے اس حال میں جاؤ کہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔

خیر کم خیر کم لأہله، وأنا خیر کم لأہلی.

تم میں بہترین وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لیے بہترین ہو، اور میں تم میں سب سے بہتر اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہوں۔

خیر کم خیر کم لأہلی من بعدی.

تم میں بہترین وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل خانہ کے ساتھ بہتر ہو۔

خیر النّاس أنفعهم للنّاس.

سب سے بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند ہو۔

(د سے شروع ہونے والی احادیث)

الدّالّ علی الخیر.. کفاعله، والدّالّ علی الشّرّ.. کفاعله.

جو خیر کی طرف رہنمائی کرے وہ بھی اس خیر کے کرنے والے جیسا ہے، اور جو شر کی طرف رہنمائی کرے وہ بھی اس کے کرنے والے جیسا ہے۔

الدّعاء مخّ العبادة.

دعا عبادت کا مغز ہے۔

دع ما یریبك إلی ما لا یریبك، فإنّ الصّدق طمأنینة، وإنّ الكذب ریبة.

جس چیز میں شک ہو اسے چھوڑ کر اس چیز کی طرف آ جاؤ جس میں شک نہ ہو، کیونکہ سچ میں اطمینان ہے اور جھوٹ میں شک وشبہ ہے۔

الدّنیا سجن المؤمن وجنّة الكافر.

دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔

الدّنیا عرض حاضر، یأکل منہا البرّ والفاجر، والآخرۃ.. وعد صادق، یحکم فیہا ملك عادل، یحقّ الحقّ ویبطل الباطل، فکونوا أبناء الآخرۃ، ولا تکونوا أبناء الدّنیا، فإنّ کلّ أمّ یتبعہا ولدہا

دنیا ایک موجود چیز ہے، جس سے نیک اور بد دونوں فائدہ اٹھاتے ہیں، اور آخرت ایک سچا وعدہ ہے، جس میں ایک عادل بادشاہ فیصلہ کرے گا، جو حق کو حق کرے گا اور باطل کو باطل۔ پس آخرت کے بیٹے بنو، دنیا کے نہیں، کیونکہ ہر بچہ اپنی ماں کے پیچھے ہی چلتا ہے۔

الدّنیا کلّہا متاع، وخیر متاعہا: المرأۃ الصّالحۃ.

دنیا ساری کی ساری سامانِ عارضی ہے اور اس کا سب سے اچھا سامان نیک بیوی ہے۔

الدّنیا مزرعۃ الآخرۃ.

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

دوروا مع کتاب اللہ حیثما دار.

جہاں کہیں اللہ کی کتاب جائے تم بھی اس کے ساتھ ہو جاؤ۔

الدّین النّصیحۃ.

ترجمہ: دین خیر خواہی کا نام ہے۔

دین المرء عقلہ، ومن لا عقل لہ لا دین لہ.

ترجمہ: انسان کا دین اس کی عقل کے مطابق ہوتا ہے، اور جس کے پاس عقل نہیں، اس کا کوئی دین نہیں۔

(ذ سے شروع ہونے والی احادیث)

ذکر اللہ.. شفاء القلوب.

ترجمہ: اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے۔

الذّنب لا ینسی، والبرّ لا یبلی، والدّیّان لا یموت.. فکن کما شئت.

ترجمہ: گناہ نہیں بھلایا جاتا، نیکی کبھی ضائع نہیں ہوتی، اور فیصلہ کرنے والا (اللہ) کبھی نہیں مرتا۔ پس جو چاہے کرو۔

ذہب حسن الخلق بخیر الدّنیا والآخرۃ.

ترجمہ: حسنِ اخلاق دنیا وآخرت کی بھلائی لے گیا (یعنی حاصل کرنے کا ذریعہ بن گیا)۔

ذو الوجہین لا یکون عند اللہ وجیہا.

ترجمہ: دورُخا آدمی اللہ کے نزدیک معزز نہیں ہوتا۔

(ر سے شروع ہونے والی احادیث)

رأس الحکمۃ مخافۃ اللہ.

ترجمہ: حکمت کی بنیاد اللہ کا خوف ہے۔

رأس الدّین الورع.

ترجمہ: دین کی بنیاد پرہیز گاری ہے۔

رأس العقل بعد الإیمان باللہ تعالی.. التّودّد إلی النّاس.

ترجمہ: اللہ پر ایمان کے بعد عقل کی بنیاد لوگوں سے محبت اور حسنِ سلوک ہے۔

رحم اللہ عبدا قال خیرا.. فغنم، أو سکت.. فسلم.

ترجمہ: اللہ اس بندے پر رحم کرے جس نے اچھا کہا اور فائدہ اٹھایا، یا خاموش رہا اور سلامت رہا۔

رضیت لأمّتی ما رضی اللہ لہا.

ترجمہ: میں اپنی امت کے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اللہ نے ان کے لیے پسند فرمایا۔

ریاض الجنّۃ.. المساجد.

ترجمہ: جنت کے باغات مسجدیں ہیں۔

(ز سے شروع ہونے والی احادیث)

زرغبّا تزدد حبّا.

ترجمہ: کبھی کبھار ملاقات کرو تاکہ محبت بڑھ جائے۔

(س سے شروع ہونے والی احادیث)

السّعید..من وعظ بغیرہ.

ترجمہ: خوش نصیب وہ ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرلے۔

السّفر..قطعۃ من العذاب.

ترجمہ: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔

سیّد القوم..خادمھم.

ترجمہ: قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے۔

السّیوف..مفاتیح الجنّۃ.

ترجمہ: تلواریں جنت کی کنجیاں ہیں۔

(ش سے شروع ہونے والی حدیث)

الشّاہد یری ما لا یری الغائب.

ترجمہ: حاضر وہ کچھ دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔

(ص سے شروع ہونے والی احادیث)

الصّبر..خیر مرکب.

ترجمہ: صبر بہترین سواری ہے۔

الصّبر..مفتاح الفرج، والزّہد..غنی الأبد.

ترجمہ: صبر کشادگی کی کنجی ہے اور زہد ہمیشہ کی دولت ہے۔

الصّلاۃ..عماد الدّین.

ترجمہ: نماز دین کا ستون ہے۔

الصّلاۃ..مفتاح کلّ خیر، والنّبیذ..مفتاح کلّ شرّ.

ترجمہ: نماز ہر بھلائی کی کنجی ہے اور نشہ ہر برائی کی کنجی۔

صوموا..تصحّوا.

ترجمہ: روزہ رکھو، صحت مندر ہو گے۔

(ض سے شروع ہونے والی حدیث)

ضالّۃالمؤمن العلم.

ترجمہ: علم مؤمن کی گمشدہ دولت ہے۔

(ط سے شروع ہونے والی احادیث)

طاعۃالمرأۃندامۃ.

ترجمہ: عورت کی ناروا اطاعت پچھتاوا لاتی ہے۔

طوبی لمن شغلہ عیبہ عن عیوب النّاس.

ترجمہ: خوشخبری ہے اس کے لیے جسے اس کی اپنی خامیاں لوگوں کی خامیوں سے روک دیں۔

طوبی لمن طال عمرہ وحسن عملہ.

ترجمہ: خوشخبری ہے اس کے لیے جس کی عمر طویل ہو اور عمل اچھے ہوں۔

(ظ سے شروع ہونے والی حدیث)

ظہرالمؤمن حمی؛إلّا بحقّہ.

ترجمہ: مؤمن کی پیٹھ محفوظ ہے، سوائے اس حق کے جو اس پر واجب ہو۔

(ع سے شروع ہونے والی احادیث)

العدۃ..دین.

ترجمہ: کسی چیز کا وعدہ قرض ہے۔

العزلۃ..سلامۃ.

ترجمہ: تنہائی سلامتی ہے۔

العرق دسّاس.

ترجمہ: نسب کی طرف جھوٹے دعوے (چپکے چپکے آنے) والے ہوتے ہیں۔

عفو الملوك أبقى للملك.

ترجمہ: بادشاہوں کی معافی حکومت کو زیادہ دیر تک قائم رکھنے والی ہے۔

على اليد ما أخذت حتّى تؤدّيه.

ترجمہ: ہاتھ پر وہ چیز واجب ہے جو اس نے لی ہو، جب تک کہ اسے ادا نہ کردے۔

العين حقّ.

ترجمہ: نظر لگنا حق ہے۔

(غ سے شروع ہونے والی حدیث)

.الغنى غنى النّفس، والفقر فقر النّفس.

ترجمہ: حقیقی دولت دل کی دولت ہے، اور حقیقی فقر دل کی غربت ہے۔

(ف سے شروع ہونے والی احادیث)

الفتنة نائمة، لعن الله من أيقظها .

ترجمہ: فتنہ سویا ہوا ہے، اللہ کی لعنت ہو اس پر جو اسے جگائے۔

فعل المعروف يقي مصارع السّوء .

ترجمہ: نیکی کرنا بری موت سے بچاتا ہے۔

.في كلّ ذات كبد حرّى أجر .

ترجمہ: ہر پیاسے جاندار کو پانی پلانے میں اجر ہے۔

(ق سے شروع ہونے والی احادیث)

القريب من قرّبته المودّة، وإن بعد نسبه.

ترجمہ: رشتہ دار وہ ہے جسے محبت قریب کردے، خواہ نسب کتنا ہی دور ہو۔

قل: امنت بالله ثمّ استقم.

ترجمہ: کہو: میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر ثابت قدم رہو۔

قلّة العيال.. أحد اليسارين.

ترجمہ: کم اہل وعیال ہونا دونوں آسانیوں میں سے ایک آسانی ہے

قل الحقّ، وإن كان مرّا.

ترجمہ: سچ کہو، چاہے وہ کڑوا ہی کیوں نہ ہو۔

قليل تؤدّي شكره.. خير من كثير لا تطيقه.

ترجمہ: تھوڑا سا جس کا شکر ادا کرسکو بہتر ہے، اس سے زیادہ جو تمہارے بس سے باہر ہو۔

القناعة.. كنز لا يفنى.

ترجمہ: قناعت ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔

.قيّد.. وتوكّل.

ترجمہ: پہلے باندھو (وسیلہ اختیار کرو) پھر توکل کرو۔

(ک سے شروع ہونے والی احادیث)

كفى بالمرء إثما.. أن يضيّع من يقوت.

ترجمہ: آدمی کے لیے اتنا ہی گناہ کافی ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت لوگوں کو ضائع کرے۔

كفى بك إثما.. ألا تزال مخاصما۔

ترجمہ: تمہارے گناہ کے لیے یہی کافی ہے کہ تم جھگڑالو بنے رہو۔

كفى بالدّهر واعظا، وبالموت مفرّقا.

ترجمہ: زمانہ نصیحت کے لیے کافی ہے اور موت جدائی کے لیے کافی ہے۔

كلّ آت قريب.

ترجمہ: جو کچھ آنے والا ہے وہ قریب ہے۔

كلّ الصّيد فى جوف الفراء.

ترجمہ: سارا شکار ایک ہی جال میں ہے۔

فراء کا مطلب ہے جنگلی گدھا (حمار الوحش)، اور یہ دراصل عربوں کا ایک پرانا مشہور مثل ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک عرب شخص کا شکار اس کے ساتھیوں کے شکار کے مقابلے میں دیر سے آیا، لیکن جب آیا تو وہ ایک جنگلی گدھے کا شکار لے کر آیا، جو اس کے ساتھیوں کے شکار سے کہیں بڑا اور قیمتی تھا۔ گویا وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ "حمار وحشی تمام شکاروں سے بڑا اور بہتر ہے، اور باقی سب اس کے سامنے چھوٹے ہیں۔

كلّكم راع، وكلّكم مسؤول عن رعيّته.

ترجمہ: تم سب نگہبان ہو اور تم سب اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہو۔

كلّ المسلم على المسلم حرام؛ دمه، وماله، وعرضه.

ترجمہ: ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔

كلّ معروف صدقة.

ترجمہ: ہر نیکی صدقہ ہے۔

كلّ مؤذ.. فى النّار.

ترجمہ: ہر تکلیف پہنچانے والا جہنم میں ہوگا۔

.كلّ ميسّر لما خلق له.

ترجمہ: ہر شخص کے لیے وہ کام آسان کیا گیا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا۔

كلّموا النّاس بما يعرفون، ودعوا ما ينكرون.

ترجمہ: لوگوں سے ایسی بات کرو جو وہ سمجھتے ہوں اور وہ بات چھوڑ دو جسے وہ نہ سمجھیں۔

كما تدين.. تدان.

ترجمہ: جیسے کروگے ویسا بھروگے۔

كما تكونوا يولّى عليكم.

ترجمہ: جیسے تم ہوگے ویسے ہی تم پر حکمران مقرر کیے جائیں گے۔

كن في الدّنيا كأنّك غريب، أو عابر سبيل، وعدّ نفسك من أهل القبور.

ترجمہ: دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی اجنبی یا راہ چلتا مسافر، اور خود کو اہلِ قبور میں شمار کرو۔

الكَيِّسُ من دانَ نفسَهُ وعملَ لما بعدَ الموتِ، والعاجِزُ.. من أتبعَ نفسَهُ هواها، وتمنَّى على اللهِ الأمانيَّ

ترجمہ: عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے، اور کمزور وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کے پیچھے لگ جائے اور اللہ سے صرف آرزوئیں کرے۔

(ل سے شروع ہونے والی احادیث)

لدوا للموت، وابنوا للخراب.

ترجمہ: پیدا ہو رہے ہو موت کے لیے، اور عمارتیں بنا رہے ہو ویرانی کے لیے۔

لستُ من الباطلِ، ولا الباطلُ مني.

ترجمہ: میں باطل سے نہیں ہوں اور باطل مجھ سے نہیں۔

ليس الخبرُ.. كالمعاينةِ.

ترجمہ: خبر سننا، دیکھنے کے برابر نہیں۔

(م سے شروع ہونے والی احادیث)

ماءُ زمزمَ.. لِما شُرِبَ له.

ترجمہ: زمزم کا پانی جس نیت سے پیا جائے، اسی کے لیے مفید ہے۔

ما آمن بالقرآن.. من استحلّ محارمه.

ترجمہ: وہ قرآن پر ایمان نہیں لایا جو اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھے۔

ما أعطِي عبدٌ شيئا .. شرا من طَلاقةٍ في لسانِه.

ترجمہ: بندے کو کوئی چیز زبان کی بے لگامی سے زیادہ بری نہیں دی گئی۔

ما تشاور قومٌ إلا ہُدُوا.

ترجمہ: جس قوم نے مشورہ کیا وہ ضرور راہ پاتی ہے۔

ما جُمع شيء إلى شيء .. أحسن من حلمٍ إلى علمٍ.

ترجمہ: دو چیزوں میں سب سے خوبصورت جوڑ علم کے ساتھ حلم (بردباری) کا ہے۔

ما خابَ من استخارَ، ولا ندمَ من استشارَ، ولا عالَ من اقتصدَ.

ترجمہ: جس نے استخارہ کیا ناکام نہ ہوا، جس نے مشورہ کیا پچھتایا نہیں، اور جس نے میانہ روی اختیار کی وہ کبھی محتاج نہ ہوا۔

ما رآہ المسلمون حسناً .. فھو حسنٌ عند اللهِ.

ترجمہ: جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

ما ضاق مجلسٌ بمتحابّينَ.

ترجمہ: دو محبت کرنے والوں کے لیے کوئی مجلس تنگ نہیں ہوتی۔

ما قلّ وكفى خير مما كثر وألهى.

ترجمہ: تھوڑا اور کافی ہونا بہتر ہے اس سے کہ زیادہ ہو اور غافل کردے۔

ما كان الرفقُ في شيءٍ .. إلا زانَه.

ترجمہ: نرمی جس چیز میں بھی ہو اسے خوبصورت بنا دیتی ہے۔

ما كان الفحشُ في شيءٍ .. إلا شانَه.

ترجمہ: بے حیائی جس چیز میں بھی ہو اسے بدنما بنا دیتی ہے۔

ما ہلك امرؤ .. عرف قدرَہ.

ترجمہ: جو شخص اپنی قدر پہچان لے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔

ما ہو بمؤمنٍ.. من لا یأمن جارُہ بوائقَہ.

ترجمہ: وہ مؤمن نہیں جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

متُ مسلمًا ولا تبالِ.

ترجمہ: مسلمان ہوکر مرجا اور پرواہ نہ کر۔

المجالسُ.. بالأمانۃِ.

ترجمہ: مجلسیں امانت ہوتی ہیں (یعنی مجلس کی بات باہر بیان نہ کی جائے)۔

محرِّمُ الحلالِ.. کمحلِّ الحرامِ.

ترجمہ: حلال کو حرام کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے حرام کو حلال کرنے والا۔

المرءُ کثیرٌ بأخیہ.

ترجمہ: آدمی اپنے بھائی کے ساتھ زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔

مداراۃُ الناسِ صدقۃٌ.

ترجمہ: لوگوں سے نرمی اور حسنِ سلوک صدقہ ہے۔

المرءُ.. مع من أحبَّ.

ترجمہ: انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

المستشارُ.. مؤتَمنٌ.

ترجمہ: جس سے مشورہ لیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے۔

المسلمُ.. أخو المسلمِ، لا یظلِمہ ولا یُسلِمُہ.

ترجمہ: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے دشمن کے حوالے کرے۔

المسلمُ من سلم المسلمونَ من لسانِہ ویدِہ، والمہاجرُ من ہجرَ ما حرَّمَ اللہُ.

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جنہیں اللہ نے حرام کیا ہے۔

مع كلِّ فرحةٍ ترحةٌ.

ترجمہ: ہر خوشی کے ساتھ کوئی نہ کوئی غم بھی ہوتا ہے۔

مفتاحُ الجنةِ.. لا إله إلا اللهُ.

ترجمہ: جنت کی کنجی ''لا إله إلا الله'' ہے۔

ملاكُ الدينِ.. الورعُ.

ترجمہ: دین کی بنیاد تقویٰ (پرہیزگاری) ہے۔

المكرُ والخديعةُ.. في النارِ.

ترجمہ: مکر اور دھوکہ جہنم میں لے جانے والے ہیں۔

من أبطأ به عملُه.. لم يُسرِع به نسبُه.

ترجمہ: جسے اس کے عمل نے پیچھے رکھا، اس کا نسب اسے آگے نہ بڑھا سکے گا۔

من اتقى الله.. كفَّ لسانَه، ولم يشفِ غيظَه.

ترجمہ: جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اپنی زبان کو روکے رکھتا ہے اور اپنے غصے کو پورا نہیں کرتا۔

من اتقى الله.. وقاه كلَّ شيءٍ.

ترجمہ: جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اسے ہر چیز سے محفوظ رکھتا ہے۔

من أحبَّ أن يعلمَ منزلتَه عند الله.. فلينظرْ منزلةَ اللهِ عندَه.

ترجمہ: جو یہ جاننا چاہے کہ اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ کیا ہے تو دیکھے کہ وہ خود اللہ کے ساتھ کیسا تعلق رکھتا ہے۔

من أحبَّ دنياه أضرَّ بآخرته، ومن أحبَّ آخرته أضرَّ بدنياه؛ فآثِروا ما يبقى على ما يفنى۔

ترجمہ: جو دنیا سے محبت کرے گا وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچائے گا، اور جو آخرت سے محبت کرے گا وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچائے گا؛ پس جو باقی رہنے والا ہے اسے ترجیح دو اس پر جو فنا ہو جانے والا ہے۔

من أحبَّ شيئًا.. أكثرَ من ذكرِه.

ترجمہ: جو کسی چیز سے محبت کرتا ہے وہ اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔

من أحبَّ قومًا.. حشرَه اللهُ في زمرتهم.

ترجمہ: جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے اللہ اسے انہی کے ساتھ اٹھائے گا۔

من أحبَّ لقاءَ اللهِ أحبَّ اللهُ لقاءَه.

ترجمہ: جو اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔

من أحدثَ في أمرِنا هذا ما ليسَ فيه.. فهو ردٌّ.

ترجمہ: جس نے ہمارے دین میں کوئی نیا کام نکالا جو اس میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

من أرضى الناسَ بسخطِ اللهِ وكله اللهُ إلى الناسِ.

ترجمہ: جس نے اللہ کی ناراضی کے بدلے لوگوں کو راضی کیا اللہ اسے انہی لوگوں کے حوالے کر دیتا ہے۔

من أطاعَ اللهَ.. فازَ.

ترجمہ: جو اللہ کی اطاعت کرے وہ کامیاب ہوا۔

من أعانَ ظالمًا سلَّطه اللهُ عليه.

ترجمہ: جو کسی ظالم کی مدد کرے گا، اللہ اس کو اسی پر مسلط کر دے گا۔

من بثَّ لم يصبر.

ترجمہ: جو اپنے راز افشا کرتا ہے وہ صبر نہیں کر پاتا۔

من بُورِكَ له في شيءٍ.. فليلزَمه.

ترجمہ: جس چیز میں برکت دی جائے، اسی کو لازم پکڑو۔

من تأنَّى.. أصابَ أو كادَ، ومن عجِلَ.. أخطأ أو كادَ.

ترجمہ: جو ٹھہراؤ سے کام لے وہ درست نشانے پر پہنچے یا قریب پہنچے، اور جو جلدی کرے وہ خطا کرے یا قریب ہوجائے۔

من تشبَّه بقومٍ فهو منهم.

ترجمہ: جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔

من تعلَّق بشيءٍ وُكِلَ إليه.

ترجمہ: جو کسی چیز پر بھروسہ کرے اللہ اسے اسی کے حوالے کر دیتا ہے۔

من حسنِ إسلامِ المرءِ.. تركُه ما لا يعنيه.

ترجمہ: آدمی کے اسلام کی خوبصورتی یہ ہے کہ وہ فضول باتوں کو چھوڑ دے۔

من رتعَ حولَ الحمى.. يُوشِك أن يواقِعَه.

ترجمہ: جو ممنوعہ حدود کے قریب جائے گا قریب ہے کہ اس میں پڑ جائے۔

من رضي بقسمةِ الله استغنى.

ترجمہ: جو اللہ کی تقسیم پر راضی ہوجائے وہ غنی ہوجاتا ہے۔

من رضي عن الله رضي اللهُ عنه.

ترجمہ: جو اللہ سے راضی ہوجائے اللہ اس سے راضی ہوجاتا ہے۔

من سرّته حسنته وساءته سيّئته.. فهو مؤمن.

ترجمہ: جسے اپنی نیکی خوش کرے اور برائی غمگین کرے، وہ مؤمن ہے۔

من صمت.. نجا.

ترجمہ: جو خاموش رہا، نجات پا گیا۔

من ضمن لي ما بين لحييه وما بين رجليه.. ضمنت له على الله الجنة.

ترجمہ: جو مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے، میں اس کے لیے

جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

من عمل بما علم.. ورّثه الله علم ما لم يعلم.

ترجمہ: جو اپنے علم پر عمل کرے، اللہ اسے وہ علم عطا فرمائے گا جو اسے معلوم نہیں تھا۔

من غشّنا.. فليس منّا.

ترجمہ: جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

من فارق الجماعة شبرا.. فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه.

ترجمہ: جو جماعت سے بالشت بھر بھی جدا ہوا، گویا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے اتار دیا۔

من كثّر سواد قوم.. فهو منهم.

ترجمہ: جو کسی قوم کی جماعت کو زیادہ کرے (یعنی ان کے ساتھ مل جائے)، وہ انہی میں شمار ہوتا ہے۔

من كنت مولاه.. فعليّ مولاه.

ترجمہ: جس کا میں مولا ہوں، علی بھی اس کا مولا ہے۔

من لا يرحم لا يُرحم.

ترجمہ: جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

من لم يكن ذئبا.. أكلته الذئاب.

ترجمہ: جو خود بھیڑیا نہ بنے، اسے بھیڑیے کھا جاتے ہیں۔

من مزح.. استخفّ به.

ترجمہ: جو زیادہ مزاح کرتا ہے، اسے لوگ ہلکا سمجھتے ہیں۔

من نوقش الحساب.. عذّب.

ترجمہ: جس کا حساب میں باریک بینی سے سوال جواب ہوا، وہ عذاب میں مبتلا ہوگا۔

منهومان لایشبعان: طالب علم، وطالب دنیا.

ترجمہ: دو حرص کرنے والے کبھی سیر نہیں ہوتے: ایک علم کا طلبگار، دوسرا دنیا کا طلبگار۔

المؤمن.. مرآة المؤمن.

ترجمہ: مؤمن مؤمن کا آئینہ ہے۔

المؤمن.. من أمنه الناس علی أنفسهم وأموالهم.

ترجمہ: مؤمن وہ ہے جس پر لوگ اپنی جان ومال کے حوالے سے امان پاتے ہیں۔

المؤمن.. یسیر المؤنة.

ترجمہ: مؤمن کم خرچ ہوتا ہے (زندگی میں سادہ اور قناعت پسند ہوتا ہے)۔

المؤمنون.. کرجل واحد.

ترجمہ: سارے مؤمن ایک ہی جسم کی مانند ہیں۔

من کان آخر کلامه (لا إله إلا الله).. دخل الجنة.

ترجمہ: جس کا آخری کلام لا إله إلا الله ہوگا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(ن سے شروع ہونے والی احادیث)

النّاس بزمانهم.. أشبه منهم بآبائهم.

ترجمہ: لوگ اپنے زمانے کے ساتھ زیادہ مشابہ ہوتے ہیں بنسبت اپنے آباؤ اجداد کے۔

النّاس.. کأسنان المشط.

ترجمہ: لوگ کنگھی کے دانتوں کی طرح برابر ہیں۔

النّاس.. معادن فی الخیر والشّرّ.

ترجمہ: لوگ خیر وشر میں کانوں (معادن) کی طرح ہوتے ہیں۔

نحن.. أهل بیت لایقاس بنا أحد.

ترجمہ: ہم اہل بیت ایسے ہیں کہ ہمارا کسی سے موازنہ نہیں ہوسکتا۔

نحن.. بنو عبد المطلب سادات أہل الجنة.

ترجمہ: ہم بنی عبد المطلب اہل جنت کے سردار ہیں۔

النّدم.. توبة.

ترجمہ: ندامت ہی توبہ ہے۔

النّساء.. حبائل الشيطان.

ترجمہ: عورتیں شیطان کے جال ہیں۔

نعم الصّهر.. القبر.

ترجمہ: بہترین داماد قبر ہے۔

نيّة المؤمن.. خير من عمله.

ترجمہ: مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے۔

(ھ سے شروع ہونے والی احادیث)

الهدية.. تعور عين الحكيم.

ترجمہ: ہدیہ دانا کی آنکھ کو اندھا کر دیتا ہے۔

ہما جنتك ونارك يعني: الوالدين.

ترجمہ: والدین تمہاری جنت بھی ہیں اور جہنم بھی۔

الهمّ.. نصف الهرم.

ترجمہ: فکر وغم بڑھاپے کا آدھا حصہ ہے۔

(و سے شروع ہونے والی احادیث)

وجدت النّاس اخبر تقله.

ترجمہ: میں نے لوگوں کو ایسا پایا کہ جسے زیادہ آزماؤ گے، اسے کم پسند کرو گے۔

الوحدة خير من جليس السّوء.

ترجمہ: تنہائی بری صحبت سے بہتر ہے۔

الودّ والعداوة.. يتوارثان.

ترجمہ: محبت اور دشمنی نسل در نسل منتقل ہوتی رہتی ہیں۔

الورع سيّد العمل.

ترجمہ: پرہیزگاری سب اعمال کی سردار ہے۔

الولد.. ثمرة القلب.

ترجمہ: اولاد دل کا پھل ہے۔

الولد.. مبخلة، مجبنة، محزنة.

ترجمہ: اولاد انسان کو کنجوس، بزدل اور غمگین بنا دیتی ہے۔

الولد للفراش، وللعاہر الحجر.

ترجمہ: بچہ بستر والے (شوہر) کا ہوتا ہے اور زنا کار کے لیے پتھر (سزا) ہے۔

ويل للشّاكّين فی الله.

ترجمہ: ہلاکت ہے اللہ تعالیٰ کی ذات میں شک کرنے والوں کے لیے۔

(لا سے شروع ہونے والی احادیث)

لا إله إلّا الله.. كنز من كنوز الجنّة.

ترجمہ: ”لا إله إلّا الله“ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

لا إيمان.. لمن لا أمانة له.

ترجمہ: اس شخص کا ایمان نہیں جس میں امانت داری نہ ہو۔

لا تجتمع أمّتی علی ضلالة.

ترجمہ: میری امت گمراہی پر اکٹھا نہیں ہوگی۔

لا تختلفوا.. فتختلف قلوبكم.

ترجمہ: اختلاف نہ کرو، ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔

لا تسبّوا الدّنيا.. فإنّها مطيّة المؤمن.

ترجمہ: دنیا کو برا نہ کہو، یہ مؤمن کے لیے سواری ہے۔

لا تصحب.. إلّا مؤمنا، ولا يأكل طعامك.. إلّا تقيّ.

ترجمہ: صرف مؤمن کو دوست بناؤ اور تمہارے کھانے میں صرف پرہیزگار شریک ہو۔

لا خير.. في صحبة من لا يرى لك مثل ما ترى له.

ترجمہ: اس کی دوستی میں کوئی خیر نہیں جو تمہیں وہ مقام نہ دے جو تم اسے دیتے ہو۔

لا ضرر.. ولا ضرار.

ترجمہ: نہ خود کو نقصان پہنچاؤ اور نہ دوسروں کو۔

لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق.

ترجمہ: خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

لا عقل كالتّدبير، ولا ورع كالكفّ، ولا حسب.. كحسن الخلق.

ترجمہ: عقل سے بہتر کوئی تدبیر نہیں، پرہیزگاری سے بہتر کوئی روک نہیں، اور حسب سے بہتر اچھے اخلاق ہیں۔

لا فقر أشدّ من الجهل، ولا مال أعزّ من العقل، ولا وحشة أشدّ من العجب.

ترجمہ: جہالت سے بڑھ کر کوئی فقر نہیں، عقل سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں، اور خود پسندی سے بڑھ کر کوئی وحشت نہیں۔

لا يجني على المرء.. إلّا يده.

ترجمہ: انسان پر اس کے اپنے عمل کی ہی پکڑ آتی ہے۔

لا يحلّ لمسلم.. أن يروّع مسلما.

ترجمہ: کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو ڈرائے۔

لا يزال الرّجال بخير.. ما لم يطيعوا النّساء.

ترجمہ: مرد خیر پر رہیں گے جب تک عورتوں کی ہر بات نہ مانیں۔

لا یشکر اللہ.. من لا یشکر النّاس.

ترجمہ: جو لوگوں کا شکرادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکرگزار نہیں۔

لا یغنی حذر.. من قدر.

ترجمہ: احتیاط تقدیر سے بچا نہیں سکتی۔

لا یلدغ المؤمن.. من جحر مرّتین.

ترجمہ: مؤمن ایک ہی سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا۔

لا یکون الرّجل من المتّقین حتّی یدع ما لا بأس فیہ، حذرا ممّا بہ بأس.

ترجمہ: آدمی متقی نہیں بن سکتا جب تک شک والی چیزیں اس خوف سے نہ چھوڑ دے کہ کہیں وہ حرام میں نہ پڑ جائے۔

لا یؤمن أحدکم.. حتّی یحبّ لأخیہ ما یحبّ لنفسہ.

ترجمہ: تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے کرتا ہے۔

لا یؤمن أحدکم.. حتّی یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ.

ترجمہ: تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں جب تک اس کی خواہش میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو۔

لا یؤمن عبد.. حتّی یکون قلبہ ولسانہ سواء.

ترجمہ: کوئی بندہ مؤمن نہیں جب تک اس کا دل اور زبان برابر نہ ہو جائیں۔

(ی سے شروع ہونے والی احادیث)

یا ابن آدم، ارض من الدّنیا.. بالقوت، فإنّ القوت لمن یموت کثیر.

ترجمہ: اے آدم کے بیٹے! دنیا میں بقدر ضرورت پر راضی ہو جا، کیونکہ مرنے والے کے لیے یہی بہت ہے۔

يا أبا بكر، ما ظنّك باثنين الله ثالثهما .

ترجمہ: اے ابوبکر! دو آدمیوں کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ہو؟ (یہ قول غارِ ثور میں فرمایا)۔

يا أبا ذرّ، جدّد السّفينة، فإنّ البحر عميق.

ترجمہ: اے اباذر! کشتی درست کرلو، سمندر گہرا ہے۔

يا أنس، أطب كسبك.. تستجب دعوتك.

ترجمہ: اے انس! اپنی کمائی کو پاک کرلو، دعا قبول ہوگی۔

يا حرملة، ائت المعروف واجتنب المنكر.

ترجمہ: اے حرملہ! نیکی کرو اور برائی سے بچو۔

يا حبّذا كلّ ناطق عالم، وكلّ مستمع واع.

ترجمہ: کیا ہی عمدہ ہے وہ بولنے والا جو عالم ہو اور وہ سننے والا جو سمجھ دار ہو۔

يا حذيفة، عليك بكتاب الله.

ترجمہ: اے حذیفہ! تم اللہ کی کتاب کو لازم پکڑو۔

يا عبادة، اسمع وأطع في عسرك ويسرك.

ترجمہ: اے عبادہ! آسانی اور مشکل دونوں میں سنو اور اطاعت کرو۔

يا عقبة، صل من قطعك، وأعط من حرمك.

ترجمہ: اے عقبہ! اس سے تعلق جوڑو جو تم سے کاٹے، اور اسے دو جو تمہیں محروم کرے۔

يا عليّ، لا ترج إلّا ربّك، ولا تخف إلّا ذنبك.

ترجمہ: اے علی! صرف اپنے رب سے امید رکھو اور صرف اپنے گناہ سے ڈرو۔

يا عمرو، نعمّا بالمال الصّالح للرّجل الصّالح.

ترجمہ: اے عمرو! نیک آدمی کے لیے نیک مال بہترین چیز ہے۔

يا عمّ رسول الله، أكثر من الدّعاء بالعافية.

ترجمہ: اے اللہ کے رسول کے چچا! عافیت کی دعا بہت زیادہ مانگا کرو۔

يا فاطمة، كوني له أمة.. يكن لك عبدا.

ترجمہ: اے فاطمہ! اپنے شوہر کی خدمت گزار بنو، وہ تمہارا خادم بن جائے گا۔

يبصر أحدكم القذى في عين أخيه.. وينسى الجذع في عينه

ترجمہ: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا دیکھ لیتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتیر بھول جاتا ہے۔

يسّروا ولا تعسّروا، وبشّروا ولا تنفّروا.

ترجمہ: آسانی پیدا کرو، سختی نہ کرو، خوش خبری دو، نفرت نہ پھیلاؤ۔

اليمين الفاجرة تدع الدّيار بلاقع.

ترجمہ: جھوٹی قسمیں گھروں کو ویران کر دیتی ہیں۔

اليوم.. الرّہان، وغدا.. السّباق، والغاية.. الجنّة، والهالك.. من دخل النّار.

ترجمہ: آج کوشش ہے، کل دوڑ ہے، اور منزل جنت ہے، اور ہلاک ہونے والا وہ ہے جو جہنم میں داخل ہوا۔

يا أيّها النّاس، ألا تستحيون؟! تجمعون ما لا تأكلون، وتبنون ما لا تسكنون۔

ترجمہ: اے لوگو! کیا تم شرم نہیں کرتے؟ ایسی چیزیں جمع کرتے ہو جو خود نہیں کھاتے، ایسی عمارتیں بناتے ہو جن میں خود نہیں رہتے۔

يا أيّها النّاس، أفشوا السّلام، وأطعموا الطّعام، وصلوا الأرحام، وصلّوا والنّاس نيام.. تدخلوا الجنّة بسلام

ترجمہ: اے لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، رشتہ داروں سے تعلق جوڑو، اور رات

کو جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو، اس طرح سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

يا معاذ . ، قال: لبّيك يا رسول الله وسعديك. قال: يا معاذ . ، قال: لبّيك يا رسول الله وسعديك، قال: يا معاذ . ، قال: لبّيك يا رسول الله وسعديك، (ثلاثا) ، قال: ما من عبد يشهد ألا إله إلّا الله، وأنّ محمّدا عبده ورسوله صدقا من قلبه.. إلّا حرّمه الله على النّار . . قال: يا رسول الله؛ أفلا أخبر بها النّاس فيستبشروا؟ قال: إذا يتّكلوا . . فأخبر بها معاذ - عند موته - تأثّما .

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ

معاذ نے کہا: لبیک یا رسول اللہ تین مرتبہ فرمایا پھر فرمایا: جو بندہ سچے دل سے گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اللہ اس پر جہنم کو حرام کر دیتا ہے۔ معاذ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو یہ خوش خبری نہ دے دوں؟

فرمایا: نہ کہو ورنہ وہ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ معاذ نے یہ بات اپنی وفات کے وقت بتائی تا کہ علم چھپانے کا گناہ نہ ہو۔

آٹھواں باب:

رسول اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاج، عُمر، وصالِ مبارک اور خواب میں زیارت کے بیان میں

پہلی فصل: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبی تعلیمات

رسولِ اکرم، نورِ مجسم، شفیعِ اُمم، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی بیمار ہوتے تو آپ اپنے اوپر ''معوّذات'' پڑھ کر پھونکتے اور اپنے ہاتھ سے اپنا جسم مبارک مسح فرماتے۔

''معوّذات'' سے مراد: سورۂ فلق، سورۂ ناس اور سورۂ اخلاص ہیں۔

اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوتے تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ پر دم کرتے اور یوں کہتے

بِسمِ اللّٰہِ یُبرِیكَ، مِن کُلِّ دَاءٍ یَشفِیكَ، وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ، وَشَرِّ کُلِّ ذِی عَینٍ

(اللہ کے نام سے، وہ تمہیں شفا دے، ہر بیماری سے تمہیں شفا دے، اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے، اور ہر نظر لگانے والے کے شر سے بچائے)

اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوتی تو آپ ''شونیز'' کی ایک چٹکی ناک کے ذریعے کھینچتے اور اس پر شہد ملے پانی کو نوش فرماتے۔

''شونیز'' سے مراد: کلونجی (یعنی حبۂ سودا) ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خالی پیٹ شہد ملے پانی کو پینا پسند فرماتے۔

اور جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا آپ کے کسی صحابی کو آنکھوں میں تکلیف ہوتی، تو آپ یہ دعا فرماتے:

اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِی بِبَصَرِی، وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنِّی، وَأَرِنِی فِی العَدُوِّ ثَأْرِی، وَانْصُرْنِی عَلَی مَنْ ظَلَمَنِی۔

اے اللہ! مجھے میری بینائی سے فائدہ دے، اور اسے میرے بعد باقی رکھنے والا بنا، اور مجھے دشمن میں میرا بدلہ دِکھا، اور جو مجھ پر ظلم کرے اس پر میری مدد فرما۔

علامہ ابن منظور نے ''لسان العرب'' میں یہ الفاظ ذکر کیے:

اَللّٰهُمَّ! أَمْتِعْنِی بِسَمْعِی وَبَصَرِی، وَاجْعَلْهُمَا الْوَارِثَ مِنِّی۔

اے اللہ! مجھے میرے کان اور آنکھ سے فائدہ دے، اور انہیں میرے بعد باقی رکھ۔

ابن شُمَیل نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا: ''یعنی ان دونوں کو میرے ساتھ صحیح و سالم حالت میں باقی رکھ حتیٰ کہ میں وفات پا جاؤں۔

اور بعض نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ بڑھاپے اور جسمانی طاقتوں کے زوال کے وقت بھی ان دونوں قوتوں کا برقرار رہنا مقصود ہے، تاکہ دیگر قوتوں کے ختم ہو جانے کے بعد یہی باقی رہیں۔

اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخار ہوتا تو پانی کا مشکیزہ منگواتے، پھر اسے اپنے سر مبارک پر انڈیلتے اور غسل فرماتے۔

اور جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی زخم، پھوڑا یا کانٹا لگتا تو اس پر مہندی لگا دیا کرتے۔

صحیحین میں حضرت ابو حازم سے روایت ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا: ''اُحد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخم کا علاج کس چیز سے کیا گیا؟''

انہوں نے فرمایا: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کو زخم آیا، آپ کا دندانِ مبارک شہید ہوا، اور سر مبارک پر لگنے والی خود (یعنی لوہے کی ٹوپی) بھی چکنا چور ہو

گئی۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کا خون دھو رہی تھیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ المجید ڈھال کے ذریعے پانی بہا رہے تھے۔

جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیکھا کہ خون مسلسل بہہ رہا ہے، تو انہوں نے ایک چٹائی کا ٹکڑا لے کر اسے جلا دیا، یہاں تک کہ وہ راکھ بن گیا، پھر اس راکھ کو زخم پر لگا دیا، تو خون بند ہو گیا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے سر اور دونوں کندھوں کے درمیان حجامہ کرواتے، اور فرمایا کرتے: ''جس نے ان جگھوں سے خون نکال دیا، اسے اگر کسی اور دوا کا استعمال نہ بھی ہو، تو بھی کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر مبارک میں حجامہ کرواتے اور اس کا نام رکھتے: ''اُمِّ مُغِیث'' (یعنی وہ جگہ جو راحت دینے والی ہے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''اَخدَعَین'' (گردن کی دونوں طرف کی رگیں) اور ''کاہِل'' (کندھوں کے بیچ کی جگہ) میں حجامہ کرواتے، اور 17، 19 اور 21 تاریخ کو حجامہ کروانا پسند فرماتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رات سرمہ لگاتے، ہر مہینے حجامہ کرواتے اور ہر سال دوا نوش فرماتے۔

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجامہ کروایا اور حجام (خون نکالنے والے) کو اس کی اُجرت مرحمت فرمائی۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حجامہ ابو طَیبَہ نے کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دو صاع کھانے کا سامان عطا فرمایا، اور اس کے آقاؤں سے سفارش فرمائی، تو انہوں نے اس سے غلامی کا محصول (ٹیکس) ہلکا کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے بہتر علاج، حجامہ ہے۔''

اور ابن ماجہ نے اپنی ''سنن'' میں روایت کیا ہے کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کبھی سر درد محسوس کرتے تو سرِ مبارک پر مہندی لگاتے، اور فرماتے: یہ ان شاء اللہ تعالیٰ سر درد کے لیے مفید ہے۔''

اور ابوداود نے اپنی ''سنن'' میں ذکر کیا ہے کہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''استعاط'' استعمال کیا۔''

استعاط'' یعنی ناک کے ذریعے دوا لینا، جیسے سونگھ کر کھینچنا یا کوئی سفوف لینا جو ناک سے دماغ تک پہنچے۔

استطراد یعنی ضمناً فائدہ کے لیے اضافہ:

میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہاں ان احادیث کا بھی ذکر کر دوں جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس طبی علاج کے بارے میں ہیں جو آپ نے دوسروں کے لیے تجویز فرمایا، تاکہ فائدہ مکمل ہو جائے۔ ان میں سے اکثر احادیث علامہ ابن القیم کی کتاب ''الهدی النبوی'' سے ماخوذ ہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہر بیماری کی کوئی دوا ضرور ہے۔ پس جب بیماری کو اس کی (مطابق) دوا مل جائے تو اللہ عزّ وجل کے حکم سے شفا حاصل ہوتی ہے۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری، مگر اس کے ساتھ ہی اس کا علاج بھی نازل فرمایا ہے۔

اور مسند امام احمد میں حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھا کہ کچھ اعرابی آئے

اور عرض کیا:

''یارسول اللہ! کیا ہم علاج کریں؟''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! اے اللہ کے بندو، علاج کرو! بے شک اللہ عزّوجل نے کوئی بیماری نہیں رکھی، مگر یہ کہ اس کا علاج بھی پیدا کیا ہے، سوائے ایک بیماری کے۔

صحابہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! وہ کون سی بیماری ہے؟''

آپ نے فرمایا: ''بڑھاپا''۔

ایک روایت میں یوں ہے: ''بیشک اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نازل نہیں فرمائی، مگر اس کا علاج بھی نازل فرمایا؛ جس نے جانا، جان لیا، اور جس نے نہ جانا، وہ لاعلم رہا۔

اور مسند احمد اور سنن (ابوداود، ترمذی وغیرہ) میں حضرت ابوخزامہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! ہم دم کرتے ہیں، دوا استعمال کرتے ہیں، اور کچھ بچاؤ کی تدبیریں اختیار کرتے ہیں......تو کیا یہ اللہ کی تقدیر کو روک سکتی ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ سب اللہ کی ہی تقدیر میں شامل ہیں۔

اور صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ''اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا، حرام چیزوں میں نہیں رکھی۔

اور سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گندی (حرام) دوا کے استعمال سے منع فرمایا۔

اور صحیح مسلم میں حضرت طارق بن سوید جُعفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ''انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شراب کے بارے میں سوال کیا، تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔

اس نے عرض کی: ''میں تو اسے دوا کے لیے بناتا ہوں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''وہ دوا نہیں بلکہ بیماری ہے۔

اور سنن میں روایت ہے: ''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شراب کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا وہ دوا میں شامل کی جا سکتی ہے؟

تو آپ نے فرمایا: ''وہ بیماری ہے، دوا نہیں۔

اور روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے شراب کے ذریعے علاج کیا، اللہ تعالیٰ اسے شفا عطا نہ فرمائے۔

اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: ''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے، یا کوئی مریض آپ کے پاس لایا جاتا، تو آپ یہ دعا فرماتے: أَذْهِبِ الْبَأْسَ، رَبَّ النَّاسِ، اشْفِ وأَنْتَ الشَّافِي، لا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

اے انسانوں کے رب! تکلیف کو دور فرما، شفا عطا فرما، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری ہی شفا ہے جو کامل ہے، ایسی شفا عطا فرما جو کسی بیماری کو باقی نہ چھوڑے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے روایت ہے: ''جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ خانہ کو بخار یا شدید بیماری ہوتی، تو آپ شوربہ بنانے کا حکم فرماتے، پھر انہیں اسے پینے کا حکم دیتے۔

اور فرمایا کرتے: ''یہ شوربہ رنجیدہ دل کو تقویت دیتا ہے، اور بیمار دل سے غم و بیماری کو ایسے دور کر دیتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے چہرے سے میل کچیل کو پانی سے دھو کر دور کر دیتا ہے۔

اور سنن میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایت ہے

تمہیں اس چیز کا استعمال کرنا چاہیے جو بظاہر ناپسند ہو مگر فائدہ مند ہے: اور وہ ہے تلبینہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی گھر والے کو بیماری ہوتی تو ہنڈیا چولہے پر اس وقت تک رہتی جب تک کہ وہ شخص

شفایاب نہ ہوجائے یا وفات نہ پا جائے۔

اور انہی سے روایت ہے کہ: ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی جاتی کہ فلاں شخص بیمار ہے اور کھانے سے جی چراتا ہے، تو آپ فرماتے: ''تلبینہ لاؤ اور اسے پلاؤ۔

اور آپ فرماتے: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! یہ (تلبینہ) تمہارے پیٹ کو ایسے صاف کرتا ہے جیسے تم اپنے چہرے کو پانی سے دھو کر میل کچیل صاف کر دیتے ہو۔

تلبین یا تلبینہ سے مراد وہ پتلا شوربہ ہے جس کا قوام دودھ جیسا ہوتا ہے۔

امام ہَروی فرماتے ہیں: ''اسے ''تلبینہ'' اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ اپنے رنگ اور لطافت میں دودھ سے مشابہت رکھتا ہے۔

یہ مریض کے لیے مفید غذا ہے؛ وہ پتلا اور اچھی طرح پکا ہوا ہونا چاہیے، نہ کہ گاڑھا اور نیم پکا۔

اگر تم تلبینہ کی فضیلت جاننا چاہتے ہو، تو جَو کا پانی (ماء الشعیر) جسے عرفِ عام میں ستو یا جو کا شوربہ کہا جاتا ہے، اس کی فضیلت کو جان لو، کیونکہ تلبینہ اسی سے تیار ہوتا ہے۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''تلبینہ مریض کے دل کو تقویت دینے والی چیز ہے اور غم کا کچھ حصہ زائل کر دیتا ہے۔

اور ترمذی و ابن ماجہ نے حضرت عقبہ بن عامر جُہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے مریضوں کو کھانے پینے پر زبردستی نہ کرو، بے شک اللہ عزّ وجل خود انہیں کھلاتا اور پلاتا ہے۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ خانہ میں سے کوئی بیمار ہوتا، تو آپ ان پر معوذات (یعنی سورۃ الاخلاص، الفلق، الناس) پڑھ کر دم فرماتے۔

اور صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک بخار یا بخار کی شدت جہنم کی تپش میں سے ہے، پس اسے ٹھنڈے پانی سے بجھاؤ۔

اور ابو نعیم وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسی کو بخار ہو تو اس پر تین راتوں تک سحر کے وقت ٹھنڈے پانی سے چھڑکاؤ کرو۔

اور ابن ماجہ کی ''سنن'' میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بخار جہنم کی دھونکنیوں میں سے ایک دھونکنی ہے، اسے ٹھنڈے پانی سے دور کرو۔

اور مسند احمد وغیرہ میں حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بخار آگ کا ایک حصہ ہے، اسے ٹھنڈے پانی سے بجھاؤ۔

اور سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ: ''بخار کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا گیا، تو ایک شخص نے اس کو برا کہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بخار کو برا نہ کہو، کیونکہ یہ گناہوں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جیسے آگ لوہے کی میل کچیل کو صاف کر دیتی ہے۔

اور ترمذی نے ''جامع'' میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بخار، آگ کا ایک ٹکڑا ہے، اسے پانی سے بجھاؤ۔

جب بخار ائے تو بہتے ہوئے دریا کی طرف جاؤ اور اس کے بہاؤ کی طرف چہرہ کرتے ہوئے کہو بِسۡمِ اللّٰهِ، اللهُمَّ اشۡفِ عَبۡدَكَ، وَصَدِّقۡ رَسُولَكَ۔ (اللہ کے نام سے، اے اللہ! اپنے بندے کو شفا دے، اور اپنے رسول کی بات سچ کر دکھا)

یہ دعا فجر کے بعد طلوعِ آفتاب سے پہلے کرے، اور تین دن تک دریا میں تین تین بار ڈبکی لگائے۔

اگر تین دن میں شفا نہ ہو، تو پانچ دن کرے

اگر پانچ دن میں شفا نہ ہو، تو سات دن کرے

اگر سات میں بھی نہ ہو، تو نو دن کرے۔

بیشتر اوقات نو دن سے آگے نہیں جاتی، ان شاء اللہ۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: ''ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: ''میرے بھائی کو پیٹ کا درد ہے۔''

ایک روایت میں ہے: ''اسے اسہال ہو گیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اسے شہد پلاؤ۔

وہ گیا اور پلایا، پھر آیا اور عرض کیا: ''شہد پلایا، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔

ایک روایت میں ہے: ''اس سے اسہال اور زیادہ ہو گیا۔'' (یہ عمل دو یا تین مرتبہ ہوا)

ہر بار آپ فرماتے: ''اسے شہد پلاؤ۔

تیسری یا چوتھی بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ نے سچ فرمایا اور تمہارے بھائی کے پیٹ نے جھوٹ بولا!'' پھر اسے شہد پلایا گیا اور وہ اللہ کے حکم سے شفا یاب ہو گیا۔

اور ابن ماجہ کی ''سنن'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے: ''جو شخص ہر مہینے تین صبحیں شہد چاٹے، اسے کوئی بڑی مصیبت لاحق نہیں ہوگی۔''

اور ایک دوسرے اثر میں ہے: ''تم دو شفا بخش چیزوں کو لازم پکڑو: شہد اور قرآن۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''طاعون اللہ کا عذاب ہے، جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ اور تم سے پہلے لوگوں پر بھیجا گیا تھا۔ جب تم کسی علاقے میں اس (طاعون) کے بارے میں سنو، تو وہاں داخل نہ ہو، اور اگر کسی علاقے میں طاعون پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو، تو وہاں سے بھاگ کر مت نکلو۔

یہ حدیث حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

اور سنن ابوداود میں مرفوع روایت ہے: ''بیماری والے مقام کے قریب جانا ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''شفا تین چیزوں میں ہے: شہد پینے میں، حجامہ کروانے میں، اور آگ سے داغنے (کَی) میں۔ مگر میں اپنی اُمت کو داغنے (کَی) سے منع کرتا ہوں۔

اور ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب میں (شبِ معراج) آسمانوں سے گزرا، تو کوئی بھی فرشتہ ایسا نہ تھا جس نے مجھ سے نہ کہا ہو: اے محمد! اپنی اُمت کو حجامہ کا حکم دیں۔

اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ فرشتوں نے کہا: ''اے محمد! حجامہ کو لازم پکڑیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''تم جس بہترین چیز سے علاج کرتے ہو، وہ حجامہ اور فصد ہے۔

اور ایک اور حدیث میں ہے: ''بہترین دوا حجامہ اور فصد ہے۔''

ترمذی نے اپنی ''جامع'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بہترین دن جن میں تم حجامہ کرواؤ وہ ہیں:

سترہویں، انیسویں، اوراکیسویں (قمری مہینے کی تاریخیں)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے: ''جوشخص بدھ یا ہفتہ کے دن حجامہ کروائے اوراسے سفید داغ یا برص لاحق ہوجائے، تو وہ خود کو ملامت کرے (کہ اس نے ممانعت کے باوجودایسا کیا)۔

دارقطنی نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''میرے جسم میں خون کا جوش (یعنی بلغم یا غلیظ خون کی زیادتی) ہورہا ہے، تو میرے لیے کوئی حجام تلاش کرو، مگر نہ وہ بچہ ہواور نہ بوڑھا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''حجامہ حافظے کو مضبوط کرتا ہے، عقل مند کی عقل کو اور بڑھاتا ہے۔ پس اللہ کے نام سے حجامہ کرواؤ، اور جمعرات، جمعہ، ہفتہ اوراتوار کو ہرگز نہ کرواؤ، اور پیر کے دن حجامہ کرواؤ، اور یادرکھو کہ جوجذام یا برص آتا ہے وہ بدھ کے دن آتا ہے۔

اورسنن ابوداود میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ''آپ منگل کے دن حجامہ کروانے کو ناپسند کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''منگل کا دن خون کا دن ہے، اوراس دن ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ جس میں خون نہیں رک سکتا۔

اورترمذی اورابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: ''تم قبض کشا دوا کے لیے کیا استعمال کرتی ہو؟

انہوں نے عرض کیا: ''شبرم (ایک جڑی بوٹی)۔''

توآپ نے فرمایا: ''یہ گرم ہے، بہت گرم۔''

پھرانہوں نے کہا: ''میں سَنا بھی استعمال کرتی ہوں۔''

توآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اگرموت کے سوا کسی چیز سے شفا ہوتی، تو

وہ سَنا ہوتی۔''

اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن اُمِّ حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جو دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھنے والے صحابہ میں سے تھے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم سَنا اور سَنُّوت کا استعمال کیا کرو، کیونکہ ان دونوں میں ہر بیماری سے شفا ہے، سوائے "سام" کے۔''

صحابہ نے پوچھا: ''یا رسول اللہ! سام کیا ہے؟''

آپ نے فرمایا: "موت۔''

''سَنا'' حجاز کا ایک پودا ہے، اور اس کی بہترین قسم مکہ مکرمہ کی ہے "سَنُّوت" کے بارے میں اقوال مختلف ہیں، مگر زیادہ قرین قیاس قول یہ ہے کہ: ''یہ وہ شہد ہے جو گھی کے مشکیزے یا ڈبے میں موجود ہوتا ہے۔

اور ترمذی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ذات الجنب (پھیپھڑوں کی جھلی یا پسلیوں کی جھلی کی سوجن) کے علاج کے لیے سمندری قسط (ایک دوا) اور زیتون کا استعمال کرو۔

صحیحین میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

''تمہارے علاجوں میں سب سے بہتر علاج: حجامہ (پچھنے لگوانا)، قُسط بحری (ایک قسم کی جڑ کا سفوف) ہے، اور یہ کہ بچوں کو عُذْرَہ (حلق کی سوجن یا درد) کی وجہ سے انگلیوں سے دبا کر اذیت نہ دو۔''

اور سنن و مسند میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ: '' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ ان کے پاس ایک بچہ تھا جس کی دونوں نتھنوں سے خون بہہ رہا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ کیا ہے؟''

لوگوں نے کہا: ''اسے عُذْرَہ ہے یا سر درد ہے۔''

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم پر افسوس! اپنی اولاد کو ہلاک نہ کرو۔ جو عورت بھی دیکھے کہ اس کے بچے کو عُذْ رَہ ہے یا سر درد ہے تو وہ قسط ہندی (یعنی قسط کی جڑ) لے، اسے پانی میں گھس کر نرم کرے، پھر بچے کو ناک کے ذریعے سونگھائے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پر عمل کروایا تو وہ بچہ تندرست ہو گیا۔

عُذْ رَہ" اس مرض کو کہتے ہیں جو حلق میں خون کے ابھار یا سوجن کی صورت میں ہوتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک قسم کا پھوڑا ہے جو کان اور حلق کے درمیان نمودار ہوتا ہے اور اکثر بچوں کو ہوتا ہے۔

قُسط بحری" دراصل قسط ہندی ہی ہے، اس کے سفید رنگ والے حصے میں بہت سے فوائد موجود ہیں۔

پہلے لوگ بچوں کا علاج لہات (گلے کے نرم گوشت) کو انگلیوں سے دبا کر کرتے تھے یا بچوں کے گلے میں کچھ تعویذ نما چیزیں لٹکا دیتے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ان تکالیف سے منع فرمایا اور ایسا طریقہ بتایا جو بچوں کے لیے نہایت مفید اور آسان ہے۔

سَعُوط" وہ دوا ہے جو کسی کو ناک کے ذریعے اس وقت پلائی جائے جب وہ اپنی پیٹھ کے بل لیٹا ہوا اور اس کے دونوں کندھوں کے نیچے کچھ رکھا جائے تاکہ سر نیچے کی طرف ہو جائے۔

ایسے میں دوا دماغ تک پہنچ جاتی ہے اور چھینک کے ذریعے مرض کو باہر نکال دیتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضرورت کے وقت ''سَعُوط'' کے استعمال کو پسند فرمایا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظرِ بد سے بچنے کے لیے دَم کرنے کا حکم دیا کرتے

تھے۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نظرِ بد حق ہے، اور اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے سکتی تو وہ نظرِ بد ہی ہوتی۔

اور سنن ابوداود میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے: ''عائن (نظر لگانے والا) شخص کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ وضو کرے، پھر اس کے وضو کا پانی جسے نظر لگی ہو، اس پر بہایا جاتا تھا۔''

امام زہری نے کہا: ''نظر لگانے والے شخص سے ایک برتن لیا جاتا، وہ اس میں اپنا ہاتھ ڈالتا، کلی کرتا، پھر وہ کلی اسی برتن میں ڈال دیتا، پھر اپنا چہرہ دھوتا، پھر بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ پر پانی ڈالتا، پھر دائیں سے بائیں پر، پھر بائیں سے دائیں کہنی پر، پھر دائیں سے بائیں کہنی پر، پھر بائیں ہاتھ سے دائیں پاؤں پر، پھر دائیں ہاتھ سے بائیں پاؤں پر، پھر بائیں سے دائیں گھٹنے پر، پھر دائیں سے بائیں گھٹنے پر، پھر اپنا تہبند (ازار) اندر سے دھوتا۔

یہ سب پانی زمین پر نہ رکھا جاتا بلکہ فوراً اس شخص کے سر پر جو متاثر ہوا ہو، پیچھے سے ایک ہی بار میں بہا دیا جاتا۔

یہ دعائیں نظرِ بد سے بچاتی ہیں:

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلَیْهِ۔

اے اللہ! اس پر برکت نازل فرما۔

ما شاء اللّٰہ، لا قُوَّۃَ إلا باللہ۔

جو اللہ چاہے، اللہ کی توفیق کے بغیر کوئی طاقت نہیں۔

دوسری فصل: رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمرِ مبارک اور وفات

عمر مبارک:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں تیرہ سال تک رہے، ان پر وحی نازل ہوتی رہی، پھر مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال اس حال میں ہوا کہ آپ کی عمر تریسٹھ برس تھی۔

اور ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے منقول ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال اس وقت ہوا جب آپ کی عمر پینسٹھ برس تھی۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض فرمائی جب آپ ساٹھ سال کے ہو چکے تھے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال اس وقت ہوا جب آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔

اور جریر بن حازم الاسدی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک خطبہ میں فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال اس وقت ہوا جب آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی، اور ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کا بھی اسی عمر میں انتقال ہوا، اور میں بھی آج تریسٹھ برس کا ہوں۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول ''میں تریسٹھ برس کا ہوں'' کا مطلب یہ نہیں کہ ان کا بھی وصال اسی عمر میں ہوا، بلکہ اس وقت جب انہوں نے یہ حدیث بیان کی، ان کی عمر تریسٹھ برس تھی۔ بعدازاں وہ اسیّ (۸۰) سال کے قریب عمر پا کر وفات پذیر ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری بار اس وقت دیکھا جب آپ نے پیر کے دن پردہ اٹھایا۔ میں نے آپ کا چہرہ دیکھا، جو ایسا روشن تھا گویا قرآن کے اوراق میں سے کوئی ورق ہو۔

لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔قریب تھا کہ لوگ اپنی جگہ چھوڑ دیں، تو آپ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر رہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ گرایا، اور اسی دن کے آخری حصے میں آپ کا وصال ہو گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ”میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے پایا یا فرمایا: اپنی گود میں آپ نے ایک طشت منگوایا تاکہ اس میں پیشاب کریں، پھر آپ نے پیشاب کیا اور اسی حالت میں وصال فرما گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک اور روایت ہے: ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالتِ نزع میں دیکھا، آپ کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں پانی تھا، آپ اس میں ہاتھ ڈالتے اور اپنے چہرے پر پانی ملتے جاتے اور فرماتے:

”اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَى سَكَرَاتِ الْمَوْتِ۔

(اے اللہ! موت کی سختیوں پر میری مدد فرما)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ”اُس سختی کے بعد میں کسی کی موت کو آسان نہیں سمجھتی، جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت دیکھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو لوگ دفن کے بارے میں اختلاف کرنے لگے۔

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک بات سنی تھی، جو کبھی نہیں بھولا: کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کی روح قبض نہیں فرماتا مگر اس جگہ، جہاں وہ دفن ہونا پسند کرتا ہے۔

لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی جگہ دفن کرو جہاں ان کا بستر تھا۔

حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات کے بعد بوسہ دیا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، آپ کے چہرہ مبارک کے درمیان میں بوسہ دیا، آپ کے بازو مبارک تھامے اور کہا:

''وانبیّاہ، واصفیّاہ، واخلیلہ۔''

(ہائے میرے نبی، ہائے میرے برگزیدہ، ہائے میرے محبوب دوست)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو ہر چیز روشن ہوگئی، اور جب آپ کا وصال ہوا تو ہر چیز تاریک لگنے لگی۔

ہم ابھی قبر میں مٹی ڈال ہی رہے تھے کہ دلوں کی حالت بدل گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال پیر کے دن ہوا۔

حضرت محمد الباقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تابعی) فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال پیر کے دن ہوا، سارا دن اور رات اسی حال میں گزر گئی، اور پھر رات کو دفن کیا گیا۔

حضرت سالم بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرض میں بے ہوشی ہوئی، جب افاقہ ہوا تو پوچھا: ''کیا نماز کا وقت ہوگیا؟

عرض کیا گیا: ''جی ہاں۔''

آپ نے فرمایا: ''بلال سے کہو اذان دے اور ابوبکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

پھر دوبارہ بے ہوشی ہوئی، جب افاقہ ہوا تو پھر یہی سوال اور حکم دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: ''میرے والد نرم دل ہیں، جب وہ امامت کے لیے کھڑے ہوں گے تو رونے لگیں گے۔ کسی اور کو حکم دے دیں۔''

پھر جب افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: ''بلال کو کہو اذان دے، ابوبکر کو کہو نماز پڑھائیں، تم یوسف کی ساتھیوں جیسی ہو۔ (یعنی تم عورتوں کی فطرت کے مطابق ظاہر کچھ کرتی ہو، دل میں کچھ اور ہوتا ہے۔

پھر بلال نے اذان دی، ابوبکر نے نماز پڑھائی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت کچھ سنبھلی، تو فرمایا: ''دیکھو، کوئی ہے جس کے سہارے میں مسجد تک جا سکوں؟

تو برِیرہ اور ایک اور شخص آئے، آپ ان کے سہارے مسجد گئے۔

جب حضرت ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے، مگر آپ نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں، یہاں تک کہ انہوں نے نماز مکمل کر لی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر میں نے کسی کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا، تو میں اسے اپنی تلوار سے مار دوں گا۔

(یہ شدتِ غم کا اظہار تھا)

لوگ کہنے لگے: ''سالم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی (ابوبکر) کے پاس جاؤ اور انہیں بلاؤ۔

میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا، جو مسجد میں تھے، میں روتا ہوا پہنچا۔

انہوں نے پوچھا: ''کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے؟
میں نے عرض کیا: ''عمر کہہ رہے ہیں، اگر کوئی رسول اللہ کے وصال کا ذکر کرے گا تو میں اسے مار دوں گا۔''
انہوں نے فرمایا: ''چلو۔''
جب حضرت ابو بکر تشریف لائے، تو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد جمع تھے۔
انہوں نے فرمایا: ''مجھے راستہ دو''، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جھکے، حضور کو بوسہ دیا اور آیت تلاوت کی: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ ''یقیناً آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھی موت آنی ہے، اور ان سب کو بھی۔'' (الزمر:30)
پھر لوگوں نے پوچھا: ''اے رسول اللہ کے ساتھی! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا؟
انہوں نے فرمایا: ''ہاں!''
لوگوں کو یقین آ گیا۔
پھر انہوں نے پوچھا: ''کیا رسول اللہ پر نماز پڑھی جائے گی؟''
ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''ہاں!''
پوچھا: ''کیسے؟''
فرمایا: ''لوگ گروہ در گروہ آئیں، تکبیر کہیں، نماز پڑھیں، دعا کریں، پھر باہر نکل جائیں۔''
پوچھا: ''کیا حضور کو دفن کیا جائے گا؟''
فرمایا: ''ہاں! اسی جگہ جہاں اللہ نے آپ کی روح قبض فرمائی، کیونکہ اللہ تعالیٰ حضور کی روح مبارک کو پاک جگہ ہی قبض فرمائے گا۔
لوگوں نے مان لیا۔

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے اہلِ بیت غسل دیں۔

مہاجرین جمع ہوئے، مشورہ کرنے لگے اور کہا کہ ''چلو ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس چلیں تاکہ وہ بھی خلافت کے معاملے میں شامل ہوں۔''

انصار نے کہا: ''ایک امیر ہم میں سے ہو، اور ایک تم میں سے۔''

تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''کون ہے جو ان تین فضیلتوں کا حامل ہو؟''

وہ دوسرا جن کے ساتھ وہ غار میں تھے، اور جن سے اللہ نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۔

(غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے) (التوبہ:40)

یہ دونوں کون تھے؟؟؟

پھر انھوں نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ تھاما اور بیعت کی، پھر تمام لوگوں نے بھی بیعت کی، یہ ایک خوبصورت اور اچھی بیعت تھی۔

باجوری نے کہا:

پہلی فضیلت: یہ کہ وہ (حضرت ابوبکر) ان دو میں سے ایک ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے: ''جب وہ دونوں غار میں تھے۔''

دوسری فضیلت: صحبت کا ثبوت ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: ''جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے: غم نہ کر''۔

تو اللہ نے انھیں (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضور کا) ''ساتھی'' کہا، پس جس نے اس کی صحبت کا انکار کیا، وہ کافر ہوا، کیونکہ وہ قرآن کا مخالف ہے۔

تیسری فضیلت: معیت کا ثبوت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔

پس ان کے لیے ان فضائل کا ثابت ہونا ان کی خلافت کے سب سے زیادہ حق دار ہونے کی دلیل ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کی شدت کومحسوس کیا، تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے میرے والد کی تکلیف۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''آج کے بعد تمہارے والد کو کوئی تکلیف نہ ہوگی؛ بے شک تمہارے والد پر وہ وقت آ چکا ہے جو کسی کو نہیں چھوڑے گا، ملاقات کا وقت قیامت کے دن ہے۔''

امام غزالی نے ''احیاء العلوم'' میں نقل کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس داخل ہوئے، ہماری ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر، جب فراق کا وقت قریب تھا۔ آپ نے ہماری طرف دیکھا، آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، پھر فرمایا: ''مرحبا! اللہ تمہیں زندہ رکھے، اللہ تمہیں پناہ دے، اللہ تمہاری مدد کرے۔

میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں، اور تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

میں تمہارے لیے اس کی طرف سے ایک کھلا ڈرانے والا ہوں۔

خبردار! اللہ پر اس کے مُلک اور بندوں میں سرکشی نہ کرنا۔

اب وقت قریب ہے، واپسی اللہ کی طرف ہے، سدرۃ المنتہیٰ کی طرف، جنت الماٴویٰ کی طرف، اور اس بھرے ہوئے جام کی طرف۔

تو تم میری طرف سے اپنے اوپر اور اپنے بعد جو میرے دین میں آئیں، ان پر سلام اور اللہ کی رحمت کہہ دینا۔

روایت ہے کہ: ''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا وقت آیا، تو آپ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا: ''میرے بعد میری امت کا کون ہوگا؟

تو اللہ تعالیٰ نے جبریل کو وحی کی: ''میرے محبوب کو خوشخبری دے دو کہ میں ان کی امت کو ضائع نہ کروں گا، اور ان کو خوشخبری دے دو کہ وہ زمین سے سب سے پہلے اٹھائے جائیں گے، اور وہ سب کے سردار ہوں گے، اور جنت دوسری امتوں پر حرام ہے جب تک ان کی امت جنت میں داخل نہ ہو۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اب میری آنکھ ٹھنڈی ہو گئی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ آپ کو سات مشکیزوں سے سات کنوؤں کے پانی سے غسل دیا جائے۔

تو ہم نے ایسا کیا، تو آپ نے راحت محسوس کی، اور آپ باہر تشریف لائے، لوگوں کو نماز پڑھائی، احد کے شہداء کے لیے استغفار کیا، ان کے لیے دعا کی، اور انصار کے حق میں وصیت فرمائی

اب بعد میں اے مہاجرین کے گروہ! تمہاری تعداد بڑھتی جا رہی ہے، جبکہ انصار کی تعداد ویسی ہی ہے جیسی آج ہے۔

انصار میرے رازوں کے امین ہیں، جن کی طرف میں نے پناہ لی، لہٰذا ان کے نیک لوگوں کی عزت کرو، اور ان کے گناہ گاروں سے درگزر کرو۔

پھر فرمایا:

''ایک بندے کو دنیا اور اللہ کے پاس کی چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا، تو اس نے اللہ کے پاس کی چیز کو اختیار کیا۔

یہ سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ رو پڑے، کیونکہ وہ سمجھے کہ آپ اپنی وفات کی خبر دے رہے ہیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' آہستہ اے ابو بکر۔

مسجد کی وہ کھڑکیاں بند کر دو جو لوگوں کے گھروں سے کھلتی ہیں، سوائے ابو بکر کے

دروازے کے۔

میں نے اپنی صحبت میں ابوبکر سے افضل کسی کو نہیں پایا۔''

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں، میرے دن میں، میری گود اور میرے سینے کے درمیان وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ نے میرے اور آپ کے لعابِ دہن کو ایک وقت پر جمع کر دیا۔

میرے بھائی عبدالرحمٰن ہاتھ میں مسواک لیے داخل ہوئے، آپ نے اس کی طرف دیکھا، تو میں نے کہا: کیا میں آپ کو یہ دوں؟

آپ نے سر سے اشارہ کیا: ہاں۔

میں نے آپ کو دیا، آپ نے منہ میں رکھا، لیکن وہ سخت تھی، تو میں نے اسے نرم کیا۔

آپ کے سامنے پانی کا برتن تھا، آپ اس میں ہاتھ ڈالتے اور چہرے پر ملتے اور فرماتے: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک موت کی سختیاں ہیں۔

پھر آپ نے ہاتھ بلند کیا اور فرمایا

''الرفیق الاعلیٰ... الرفیق الاعلیٰ''

میں نے کہا: قسم ہے اللہ کی، اب حضور ہمیں نہیں چنیں گے۔

سعید بن عبداللہ نے اپنے والد سے روایت کی، وہ کہتے ہیں

جب انصار نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض بڑھتا جا رہا ہے۔

تو وہ مسجد کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے اور آپ کو ان کے جمع ہونے اور ان کی فکر کی اطلاع دی۔

پھر فضل رضی اللہ عنہ آپ کے پاس گئے اور ویسا ہی بتایا۔

پھر علی رضی اللہ عنہ گئے اور ویسا ہی کہا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ دراز کیا اور فرمایا: لو۔

تو انہوں نے آپ کا ہاتھ تھام لیا۔

آپ نے فرمایا: ''وہ کیا کہہ رہے ہیں؟

انہوں نے کہا: وہ کہتے ہیں ہمیں ڈر ہے کہ آپ وفات نہ پا جائیں۔

پھر ان کی عورتیں چیخنے لگیں، اس وجہ سے کہ ان کے مرد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے تھے۔

تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے، علی اور فضل پر ٹیک لگائے ہوئے، عباس آپ سے آگے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر باندھا ہوا تھا، اور آپ اپنے قدم گھسیٹتے جا رہے تھے حتیٰ کہ آپ منبر کی نچلی سیڑھی پر بیٹھ گئے۔

لوگ آپ کے اردگرد جمع ہو گئے۔

آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی اور فرمایا: ''اے لوگو! مجھے خبر ملی ہے کہ تمہیں میرے مرنے کا ڈر ہے۔

گویا کہ تم موت کو ناپسند کرتے ہو؟

اور تم اپنے نبی کی موت پر تعجب کرتے ہو؟

کیا مجھ سے پہلے کوئی نبی بھیجا گیا جو زندہ رہا ہو... تو کیا میں تم میں ہمیشہ رہوں گا؟!

خبردار! میں اپنے رب سے ملنے والا ہوں، اور تم بھی اس سے ملنے والے ہو۔

''میں تمہیں اولین مہاجرین کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں، اور مہاجرین کو آپس میں بھی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا

قسم ہے عصر کی، بیشک انسان خسارے میں ہے، سوائے ان کے جو ایمان لائے... آخر آیت تک۔

''اور تمام کام اللہ کے حکم سے ہوتے ہیں،

پس کسی کام میں تاخیر ہونے کی وجہ سے جلد بازی نہ کرنا، کیونکہ اللہ عزوجل کسی کی جلد بازی کی وجہ سے جلدی نہیں کرتا۔

اور جو اللہ سے مقابلہ کرے... وہ مغلوب ہوتا ہے

اور جو اللہ سے چالاکی کرے... اللہ اس کی خفیہ تدبیر فرماتا ہے۔''

''تو کیا اگر تم نے (دینی امور سے) منہ موڑ لیا.. تو زمین میں فساد کرو گے، اور رشتہ داریاں کاٹو گے؟

''میں تمہیں انصار کے بارے میں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں

کیونکہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے تمہارے آنے سے پہلے گھر اور ایمان کی جگہ اختیار کی۔ تو ان سے حسنِ سلوک کرو۔ کیا انہوں نے تمہیں اپنے پھلوں میں شریک نہیں کیا؟

کیا انہوں نے تمہارے لیے اپنے گھروں میں جگہ نہیں بنائی؟

کیا انہوں نے اپنی ضرورت کے باوجود تمہیں اپنے اوپر ترجیح نہیں دی؟'' خبردار! جو بھی کسی معاملے میں دو آدمیوں کے درمیان فیصلے پر مقرر ہو تو اسے چاہیے کہ ان کے نیک سے قبول کرے اور بد سے درگزر کرے۔'' خبردار! ان پر (یعنی انصار پر) زیادتی نہ کرنا۔

خبردار! میں تم سے پہلے (حوض کوثر پر) پہنچنے والا ہوں، اور تم میرے پیچھے آؤ گے۔

خبردار! تمہارا وعدہ میرے ساتھ حوض پر ہے۔

میرا حوض بصریٰ شام سے لے کر صنعاء یمن تک کی مسافت سے زیادہ وسیع ہے، اس میں کوثر کا نالہ بہتا ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، مکھن سے زیادہ نرم، اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، جو اس سے پی لے... اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی، اس کی کنکریاں موتی ہیں، اور اس کی مٹی مشک ہے۔ جسے قیامت کے دن اس سے محروم کر دیا گیا... وہ ساری بھلائی سے محروم ہو گیا۔

خبردار! جو چاہتا ہے کہ کل وہ مجھے اس حوض پر ملے.. تو اسے اپنی زبان اور ہاتھ کو روکنا چاہیے، سوائے اس کے جس کا استعمال درست ہو۔''

عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اے اللہ کے نبی! قریش کے بارے میں بھی وصیت فرما دیجیے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں اس معاملے (یعنی خلافت) کی وصیت قریش کے حق میں کرتا ہوں، کیونکہ لوگ قریش کے تابع ہیں، ان کے نیک لوگ، قریش کے نیکوں کے پیرو ہوتے ہیں، اور ان کے بدکار، قریش کے بدکاروں کی پیروی کرتے ہیں۔ پس قریش! تم لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

اے لوگو! گناہ نعمتوں کو بدل دیتے ہیں اور قسمتوں کو الٹ دیتے ہیں، چنانچہ جب لوگ نیک ہوں، تو ان کے پیشوا بھی نیک ہوتے ہیں، اور جب لوگ بدکار ہوں، تو ان کے رہنما ان کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کر دیتے ہیں، ان کے اعمال کے سبب'' (الأنعام:129)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ''پوچھو اے ابوبکر۔

ابوبکر نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! کیا وقتِ وصال قریب آ گیا؟''

فرمایا: ''ہاں، وقت قریب آ گیا ہے، اور گھڑی نزدیک آ لگی ہے۔''

ابوبکر نے کہا: ''یارسول اللہ! اللہ کے یہاں کی نعمتیں آپ کو مبارک ہوں، مگر میں سوچتا ہوں کہ ہمارا انجام کیا ہوگا؟''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی طرف، اور سدرۃ المنتہیٰ کی طرف، پھر جنت الماٴویٰ کی طرف، فردوسِ اعلیٰ کی طرف، بہترین جام کی طرف، بلند ترین رفیق کی طرف، اور خوش نصیبی و آرام دہ زندگی کی طرف۔

ابوبکر نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپ کو غسل کون دے گا؟''

فرمایا: ''میرے اہلِ بیت میں سے قریبی، پھر ان سے قریب تر مرد۔''

پوچھا: ''آپ کو کس کفن میں لپیٹیں؟''

فرمایا: ''میرے انہی کپڑوں میں، یمنی چادر میں، اور مصری سفید لباس میں۔''

پوچھا: ''ہم آپ پر نماز کیسے پڑھیں؟''

ہم سب روئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی روئے، پھر فرمایا'' ''آہستہ، اللہ تمہیں معاف فرمائے اور تمہیں تمہارے نبی کی طرف سے بہترین جزا دے۔

جب تم مجھے غسل دے دو اور کفن پہنا دو، تو مجھے میرے اسی بستر پر، میرے اسی گھر میں، میری قبر کے کنارے رکھ دینا، پھر تھوڑی دیر کے لیے وہاں سے نکل جانا۔

پھر سب سے پہلے مجھ پر اللہ عزّ وجل اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا، وہی ذات جس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا: ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں تم پر'' (الأحزاب:43)

پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو اجازت دے گا کہ وہ مجھ پر صلاۃ پڑھیں۔

سب سے پہلے مجھ پر جبریل درود و سلام بھیجیں گے، پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر ملک الموت اپنے بے شمار لشکروں کے ساتھ، پھر تمام ملائکہ مجھ پر درود بھیجیں گے۔ علیہم السلام۔

پھر تم آؤ، اور مجھ پر جماعت کی صورت میں درود بھیجو، گروہ در گروہ آؤ، اور مجھ پر سلام بھیجو، مگر مجھے نہ آواز سے اذیت دینا، نہ بلند رونے یا چیخ و پکار سے۔

پہلے امام اور میرے اہلِ بیت کے قریبی افراد آئیں، پھر عورتوں کا گروہ، پھر بچوں کا۔

پوچھا گیا: ''یا رسول اللہ! آپ کو قبر میں کون اتارے گا؟''

فرمایا: ''میرے اہلِ بیت میں سے قریبی افراد، اور بہت سے فرشتے جو تمہیں نظر نہیں آئیں گے، مگر وہ تمہیں دیکھ رہے ہوں گے۔ اب اٹھو اور میری طرف سے بعد والوں کو بھی پیغام پہنچا دو۔

حضرت عبد اللہ بن زمعۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: ''ربیع الاول کے

آغاز میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے لیے اذان دینے کو آئے۔

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ابوبکر سے کہو، وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

میں باہر نکلا، اور دروازے کے پاس حضرت عمر کو چند لوگوں کے ساتھ پایا، ابوبکر وہاں موجود نہ تھے۔

تو میں نے کہا: ''اے عمر! آپ نماز پڑھائیے۔''

چنانچہ حضرت عمر کھڑے ہوگئے، اور جب تکبیر کہی کیونکہ وہ بلند آواز والے تھے۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تکبیر کی آواز سنی، اور فرمایا: ''ابوبکر کہاں ہیں؟ اللہ اور مسلمان اس کے سوا کو نہیں چاہتے۔'' (یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمائی)۔

پھر فرمایا: ''ابوبکر سے کہو، وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! ابوبکر نرم دل آدمی ہیں، جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے لگیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم یوسف کی سہیلیوں جیسی باتیں کرتی ہو! ابوبکر سے کہو، وہ نماز پڑھائیں۔

چنانچہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کے بعد نماز پڑھائی۔

حضرت عمر، عبداللہ بن زمعۃ سے کہا کرتے تھے: ''افسوس! تم نے میرے ساتھ کیا کیا؟ خدا کی قسم! اگر میں یہ نہ سمجھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں (مجھے آگے کرنے کا) حکم دیا ہے

تو میں کبھی ایسا نہ کرتا۔

عبداللہ کہتے: ''میں نے تو آپ سے بہتر کسی کو وہاں نہ پایا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''میں نے ابوبکر کو صرف دنیا سے

بچانے کی خاطر آگے نہ آنے دیا تھا، کیونکہ حکومت ایک خطرناک چیز ہے، اور اس میں ہلاکت کا اندیشہ ہے، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو محفوظ رکھے۔

مجھے ڈر تھا کہ لوگ ایک ایسے شخص کو پسند نہ کریں گے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں، ان کی جگہ نماز پڑھائے۔

ایسا نہ ہو کہ وہ اس پر حسد کریں، اس سے بغض رکھیں، اور بدشگونی لیں۔

مگر معاملہ تو اللہ کا ہے، فیصلہ بھی اللہ کا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو ان تمام دنیاوی اور دینی خطرات سے محفوظ رکھا، جن سے میں ان کے بارے میں اندیشہ رکھتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا دن آیا، تو دن کے آغاز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کچھ بہتری دیکھی گئی۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوش ہو کر اپنے اپنے گھروں اور کاموں کی طرف چلے گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف خواتین کے ساتھ چھوڑ دیا گیا۔

ہم سب اس وقت امید وخوشی کی کیفیت میں تھے جو پہلے کبھی نہ تھی۔ اسی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میرے پاس سے باہر نکل جاؤ، یہ فرشتہ مجھ سے اجازت مانگ رہا ہے۔

چنانچہ گھر میں موجود سب خواتین باہر نکل گئیں، صرف میں (عائشہ) رہ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا، تو آپ اٹھ کر بیٹھے، اور میں گھر کے ایک کونے میں ہو گئی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فرشتے سے طویل بات چیت کی۔

پھر مجھے بلایا، اور دوبارہ اپنا سر میری گود میں رکھ دیا، اور عورتوں سے فرمایا: ''اندر آجاؤ۔

میں نے کہا: ''یہ حضرت جبریل علیہ السلام کی آواز نہیں ہے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں اے عائشہ! یہ فرشتۂ موت (ملک الموت) ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسے میرے پاس بھیجا ہے، اور اسے حکم دیا ہے کہ بغیر اجازت، میرے پاس نہ آئے۔

اگر میں اجازت نہ دوں، تو واپس چلا جائے، اور اگر اجازت دوں، تو اندر آئے، اور اللہ نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ میری روح نہ قبض کرے جب تک میں خود اجازت نہ دوں۔

تو اس نے مجھ سے پوچھا: کیا آپ اجازت دیتے ہیں؟ میں نے جواب دیا: رکو! جب تک جبریل نہ آجائیں، کیونکہ یہی ان کے آنے کا وقت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''ہم سب ایسے معاملے سے دوچار ہوئے جس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہ تھا، نہ کوئی رائے، ہم پر سکتہ طاری ہوگیا، جیسے کسی نے ہمیں زور کی چیخ مار کر ساکت کر دیا ہو، نہ ہم میں سے کوئی کچھ بول سکا، اور نہ کسی کو حوصلہ ہوا کہ کوئی رائے دے، یہ سب اس واقعے کی عظمت اور اس کی ہیبت کی وجہ سے تھا، جس نے ہمارے دلوں کو بھر دیا تھا۔

پھر حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے، سلام عرض کیا، میں نے ان کی آواز پہچان لی، اور گھر والے باہر چلے گئے۔

تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے، اور پوچھتا ہے: ''آپ اپنی طبیعت کیسی محسوس کر رہے ہیں؟ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے، لیکن وہ چاہتا ہے کہ آپ کو مزید عزت دے، اور آپ کی عزت وشرف کو تمام مخلوق پر مکمل کر دے، اور یہ (عیادت) امت کے لیے ایک سنت بن جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں بہت تکلیف میں ہوں۔''

جبریل علیہ السلام نے فرمایا: ''خوش ہو جایئے، اللہ تعالیٰ آپ کو وہ سب کچھ عطا

کرے گا جو اس نے آپ کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے جبریل! ملک الموت نے مجھ پر آنے کے لیے اجازت طلب کی ہے...'' پھر حضرت جبریل علیہ السلام کو پورا واقعہ سنایا۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! آپ کا رب آپ سے ملنے کا مشتاق ہے! کیا اُس نے آپ کو اُس چیز کی خبر نہ دے دی جو وہ آپ کے بارے میں چاہتا ہے؟! ہرگز نہیں! اللہ کی قسم، ملک الموت نے آج تک کسی پر آنے کی اجازت نہ مانگی، اور نہ ہی وہ آئندہ کبھی کسی پر اجازت طلب کرے گا۔ آگاہ رہیں! آپ کا رب آپ کا شرف مکمل فرما رہا ہے، اور وہ آپ سے ملاقات کا مشتاق ہے۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تو پھر یہیں ٹھہرو، یہاں سے نہ جاؤ جب تک وہ (ملک الموت) آ نہ جائے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو اندر آنے کی اجازت دی، اور فرمایا: ''اے فاطمہ! میرے قریب آؤ۔

تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جھک کر قریب ہو گئیں، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے آہستہ کچھ فرمایا۔ جب اُنہوں نے سر اٹھایا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، اور وہ کچھ بولنے کی طاقت نہ رکھتی تھیں۔

پھر فرمایا: ''اپنا سر دوبارہ میرے قریب کرو۔''

تو وہ پھر جھکیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ ارشاد فرمایا، تب اُنہوں نے سر اٹھایا، اور وہ ہنس رہی تھیں، مگر بات کرنے کی طاقت نہ تھی۔ یہ منظر ہمارے لیے نہایت تعجب انگیز تھا۔

بعد میں میں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے ان (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بتایا کہ: 'میں آج وفات پانے والا ہوں'، تو میں رو دی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: 'میں نے اللہ سے دعا کی ہے کہ تم (فاطمہ) میرے اہل بیت میں سب سے پہلے مجھ سے آملو، اور تمہیں میرے ساتھ رکھا جائے'، تو میں خوش ہو کر ہنس دی۔

پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دونوں بیٹوں کو (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب) لے گئیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو چوما۔''

(حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں)

''پھر ملک الموت (حضرت عزرائیل علیہ السلام) تشریف لائے اور اجازت طلب کی؛ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اجازت عطا فرمائی۔

تو ملک الموت نے عرض کیا: ''یا محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اب مجھے میرے رب سے ملا دو ملک الموت نے عرض کیا: ''جی ہاں! آج ہی کے دن آپ اپنے رب سے ملاقات کریں گے۔ یقیناً آپ کا رب آپ سے ملنے کا مشتاق ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے کسی کے بارے میں بھی اتنا تردد نہیں فرمایا، جتنا آپ کے بارے میں فرمایا ہے اور اس نے مجھے کبھی کسی کے پاس داخل ہونے سے نہیں روکا، نہ ہی کسی کے لیے اجازت لینے کا حکم دیا، مگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے مجھے اجازت طلب کرنے کا حکم دیا۔ اور یقیناً آپ کی ساعت (یعنی وصال کی گھڑی) سامنے آچکی ہے۔

پھر وہ باہر نکل گئے۔

اور پھر حضرت جبرائیل اندر تشریف لائے اور فرمایا: ''اب میں زمین پر کسی کے لیے نہیں آوں گا، اب وحی کا سلسلہ بند ہو جائے گا، دنیا لپیٹ دی جائے گی، اور مجھے زمین پر آپ کے سوا کسی سے کوئی غرض نہیں رہی۔ اب میرا کام بس یہی ہے کہ آپ کے ساتھ رہوں، اور اپنی مقرر جگہ پر ٹھہرا رہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! اس وقت گھر میں کوئی ایک بھی شخص ایسا نہ تھا جو ایک لفظ کہنے کی طاقت رکھتا ہو۔ نہ ہم کسی مرد کو بلاتے، کیونکہ جو کچھ ہم سن رہے تھے وہ ہمارے دلوں کو ہلا دینے والا تھا، ہم پر ایک دردناک کیفیت، ایک خوف، اور ادب وہیبت کی حالت تھی۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب گئی، آپ کا سر اپنے سینے کے درمیان رکھا، آپ پر بے ہوشی طاری ہونے لگی، آپ کی پیشانی سے پسینہ ٹپکنے لگا، اتنا پسینہ میں نے کبھی کسی انسان کے جسم سے نہ دیکھا تھا،

میں وہ پسینہ اپنے ہاتھ سے پونچھتی جاتی تھی، اس کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار کوئی چیز نہیں پائی۔

جب آپ ہوش میں آتے تو میں کہتی: ''میرے ماں باپ، جان، اور اہل وعیال آپ پر قربان ہوں؛ آپ کی پیشانی پر اتنا پسینہ کیوں ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! مؤمن کی روح پسینہ بہا کر نکلتی ہے، جبکہ کافر کی روح اس کے منہ کے کونوں سے نکلتی ہے جیسے گدھے کی جان نکلتی ہے۔

اسی وقت ہم سب گھبرا گئے، اور اپنے گھر والوں کو بلایا۔ سب سے پہلا مرد جو آیا وہ میرا بھائی تھا، جسے میرے والد نے بھیجا تھا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال اس سے پہلے ہو چکا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو وہاں اس لیے نہ پہنچنے دیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام موجود تھے۔

جب بھی بے ہوشی طاری ہوتی تو آپ فرماتے: ''بلِ الرفیق الاَعلیٰ'' ترجمہ: ''بلکہ مجھے بلندترین رفیق کے پاس جانا ہے۔

گویا آپ کو بار بار انتخاب کا موقع دیا جا رہا تھا۔

جب زبان میں طاقت ہوتی تو ارشاد فرماتے: ''نماز...نماز۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تم اسی وقت تک قائم رہو گے جب تک باجماعت نماز قائم رکھو گے، نماز نماز آپ وفات تک یہی وصیت فرماتے رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال پیر کے دن، دن چڑھنے کے بعد، دوپہر کے درمیان ہوا۔

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں: ''پیر کا دن میرے لیے سب سے بڑا دن ہے، کیونکہ اس دن میرے والد کا وصال ہوا، اور قیامت تک یہ امت پیر کے دن کسی نہ کسی مصیبت کا شکار ہوتی رہے گی۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کوفہ میں شہید کیا گیا تو حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ''پیر کا دن۔''

میرے دادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال اسی دن ہوا۔

اسی دن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے۔

اسی دن میرے والد (علی) شہید کیے گئے۔

میں نے پیر کے دن جیسا کوئی دن نہیں پایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا، اور رونے کی آواز بلند ہوئی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو کپڑوں سے ڈھانپ دیا گیا تو لوگ گھبراہٹ میں اندر گھس آئے۔

اس وقت اختلاف شروع ہوا:۔

کچھ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا انکار کیا۔

کچھ ایسے تھے کہ صدمے سے گویا ان کی زبان بند ہو گئی۔

کچھ لوگ گھبراہٹ میں الٹی سیدھی باتیں کر رہے تھے۔

کچھ لوگ ہوش میں تھے، اور کچھ بیٹھے رہ گئے۔

عمر بن خطاب اُن لوگوں میں سے تھے جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا انکار کیا، علی ان لوگوں میں تھے جو ساکت بیٹھے رہے، اور عثمان ان لوگوں میں سے تھے جن پر سکتہ طاری ہو گیا، وہ کسی سے بات نہ کر پا رہے تھے، کسی کا سہارا لے کر لائے جاتے اور لے جائے جاتے۔

عمر باہر آئے اور لوگوں سے کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال نہیں ہوا، بلکہ اللہ تعالیٰ انہیں ضرور واپس لوٹائے گا، اور میں ان منافقوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا جو ان کی موت کی تمنا کرتے ہیں۔ اللہ نے حضور سے ویسا ہی وعدہ کیا ہے جیسا حضرت موسیٰ سے کیا تھا، وہ ضرور لوٹ کر آئیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا: ''اے لوگو! اپنی زبانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے روکو۔

قسم ہے! اگر میں نے کسی کو یہ کہتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے ہیں، تو میں اپنی تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔

حضرت علی خاموشی سے گھر میں بیٹھے رہے۔

حضرت عثمان گویا بولنے کی طاقت کھو بیٹھے تھے۔

اس وقت صرف حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عباس کی حالت ایسی تھی جو اعتدال اور سمجھداری کی مثال تھی۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو توفیق اور فہم عطا فرمایا، مگر لوگوں کو سکون اور تسلی صرف حضرت ابو بکر کے کلام سے حاصل ہوئی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ فرمایا تھا

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ، ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ

تَخْتَصِمُونَ۔ (الزمر:30-31)

یقیناً آپ کو بھی موت آنی ہے، اور ان کو بھی، پھر قیامت کے دن تم اپنے رب کے سامنے جھگڑو گے۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی، اس وقت وہ بنی حارث بن خزرج میں تھے، تو فوراً واپس آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر داخل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا پھر آپ پر جھک کر بوسہ دیا، اور فرمایا: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان، اللہ کی قسم! اللہ کبھی آپ کو دو بار موت کا مزہ نہیں چکھائے گا، یقیناً آپ کا انتقال ہو چکا ہے۔

پھر باہر نکلے اور مجمع میں آ کر فرمایا: ''اے لوگو! جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عبادت کی ہو، تو اسے معلوم ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا چکے ہیں، اور جس نے محمد کے رب کی عبادت کی ہے، تو وہ رب ہمیشہ زندہ ہے، اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ، أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللهَ شَيْئًا، وَسَيَجْزِي اللهُ الشَّاكِرِينَ۔ (آل عمران:144)

گویا لوگوں نے یہ آیت اسی دن پہلی بار سنی ہو۔''

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وصال کی خبر ملی، تو آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمرے میں داخل ہوئے، صلاۃ وسلام پڑھنے لگے، آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

اور آپ کی ہچکی یوں بلند ہو رہی تھی جیسے اونٹ جگالی کرتے ہوئے کچھ نکالتا ہے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹایا، پیشانی اور رخسار چومے، چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرا، اور روتے ہوئے فرمایا: ''میرے ماں باپ، جان، اور اہل وعیال

آپ پر قربان ہوں! آپ زندہ بھی پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی پاکیزہ ہیں۔ آپ کی وفات سے وہ تعلق ٹوٹ گیا جو کسی نبی کی وفات سے نہیں ٹوٹا۔

آپ اتنے عظیم ہیں کہ کسی وصف میں سمانا ممکن نہیں۔ آپ اس قدر جلیل القدر ہیں کہ رونا بھی آپ کی قدر کے شایان شان نہیں۔

آپ کو اللہ نے خاص فرمایا یہاں تک کہ آپ لوگوں کے لیے صبر کا سہارا بنے، اور اتنے عام کہ ہم سب آپ کے غم میں برابر ہیں۔

اگر آپ کی وفات آپ کی مرضی سے نہ ہوتی، تو ہم اپنی جانیں قربان کر دیتے، اور اگر آپ نے رونے سے منع نہ کیا ہوتا، تو ہم آنکھوں کے سارے آنسو بہا دیتے۔ ہم اپنے دل کی کسک اور آپ کی یاد کو نہیں روک سکتے یہ دونوں ہمارے ساتھ ہمیشہ رہیں گے۔

اے اللہ! ہمارا سلام اور پیغام اپنے نبی تک پہنچا دے، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنے رب کے پاس ہمیں یاد رکھنا، ہمیں اپنی یاد میں شامل رکھنا۔ اگر آپ نے تسلی نہ چھوڑی ہوتی، تو آپ کے بعد جو وحشت رہ گئی ہے وہ کسی کو جینے نہ دیتی۔

اے اللہ! اپنے نبی کو ہماری طرف سے سلام پہنچا، اور انہیں ہم میں محفوظ رکھ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں داخل ہوکر درود وسلام پیش کیا تو اہلِ بیت کا رونا اس قدر بلند ہوا کہ باہر مسجد تک سنائی دیا۔ جب وہ کوئی چیز سنتے، تو رونا اور بڑھ جاتا۔

اس دوران ایک آواز دروازے سے سنائی دی:

"السلام علیکم یا اہل البیت! ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ۔"

ترجمہ: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تمہیں تمہارے اجر تو قیامت کے دن ہی

پورے ملیں گے، پس جو جہنم سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا، وہی کامیاب ہوا، اور دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے۔[سورۃ آل عمران:185]

''یقین رکھو! اللہ تعالیٰ ہر شخص کے بدل کے طور پر کافی ہے۔

ہر کھوئی ہوئی چیز کے عوض میں وہی کفایت کرنے والا ہے۔

ہر خوف کی گھڑی میں وہی مدد فرمانے والا ہے۔

پس اللہ ہی سے اُمید رکھو۔ اور اُسی پر بھروسہ کرو۔

لوگوں نے اُس کی بات کو غور سے سنا، مگر پہچان نہ پائے اور رونا بند کر دیا۔ مگر جب آواز خاموش ہوئی تو دوبارہ سب رو پڑے۔

پھر ایک اور اجنبی آواز آئی: ''اے اہلِ بیت!

اللہ کو یاد کرو،

ہر حال میں اس کا شکر کرو،

اسی میں تمہارا اخلاص ہے۔

ہر مصیبت کا بدل اللہ کے پاس ہے،

ہر مراد کی تسکین اللہ کے ہاتھ میں ہے،

اللہ کے حکم پر چلو،

اسی کی اطاعت کرو۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''یہ خضر اور الیَسَع علیہما السلام ہیں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔''

حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''پھر جب سب لوگوں کے آنسو تھمے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، جس کا مرکز ومحور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام تھا۔''

آپ نے فرمایا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی، اور تنہا ساری جماعتوں کو شکست دی۔ پس تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کے نبی، اس کے محبوب، اس کے امین، اور برگزیدہ ہیں۔ کتاب، حق کے ساتھ نازل ہوئی، دین، حق کے ساتھ مشروع ہوا، حدیث جیسا بیان فرمایا ویسا ہی ہے، اور اللہ کا ہر قول حق و برحق ہے۔

اے اللہ! اپنے بندے، رسول، نبی، حبیب، اور برگزیدہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا بہترین درود اور رحمت نازل فرما۔

اے اللہ! رسولوں کے سردار، آخری نبی، متقیوں کے امام، پیغمبرِ رحمت، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت بلند فرما، ان کی حجت واضح فرما، ان کا مقام بلند فرما، انہیں مقام محمود عطا فرما جس پر پہلے اور بعد کے سب رشک کریں اور قیامت کے دن ہمیں ان کے اس مقام کا نفع عطا فرما، دنیا و آخرت میں ان کی نیابت ہمارے لیے رکھ، اور انہیں جنت میں وسیلہ اور درجہ عطا فرما۔

اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر برکت و رحمت نازل فرما، جیسے تو نے ابراہیم اور ان کی آل پر برکت و رحمت نازل فرمائی، بیشک تو تعریف کے لائق اور بزرگی والا ہے۔''

پھر فرمایا:

''اے لوگو! جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کی ہو، تو یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا چکے ہیں، اور جس نے اللہ کی عبادت کی ہو، تو بے شک اللہ زندہ ہے، وہ کبھی نہیں مرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے حکم میں پہلے ہی تنبیہ کر دی ہے، لہٰذا تم جذبات میں آ کر بے قراری اور بے صبری کا مظاہرہ نہ کرو۔

بے شک اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وہ مقام چن لیا

ہے جو تمہارے پاس کے مقابلے میں کہیں بہتر ہے، اور انھیں اپنی طرف سے اجرِ عظیم کی طرف بلایا، اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو چھوڑ گئے۔ چنانچہ جو ان دونوں کو تھامے گا، وہ راہِ ہدایت پائے گا، اور جو ان دونوں میں تفریق کرے گا، وہ انکار اور گمراہی کا شکار ہوگا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ۔

(اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے بن جاؤ)

[النساء:135]

تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات شیطان کے وسوسے میں نہ ڈال دے، نہ وہ تمہیں دین سے بہکانے پائے۔ نیکی کے کام میں جلدی کرو تاکہ تم شیطان پر غالب آسکو، اسے مہلت نہ دو، ورنہ وہ تمہیں جالے گا اور تمہیں گمراہ کرے گا۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دے چکے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ''اے عمر! کیا تم ہی وہ ہو جو کہہ رہے تھے: نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت نہیں ہوئے؟! کیا تمہیں یاد نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فلاں دن یہ فرمایا تھا، اور فلاں دن یہ فرمایا تھا؟ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ''

(بے شک آپ کو بھی موت آنی ہے اور ان کو بھی موت آنی ہے۔[الزمر:30]

تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''اللہ کی قسم! ایسا لگ رہا ہے جیسے میں نے یہ آیت آج پہلی مرتبہ سنی ہو، جب یہ معاملہ ہم پر واقع ہوا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کی کتاب اسی طرح نازل ہوئی ہے، اور حدیث بھی اسی طرح ہے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اور بے شک اللہ زندہ ہے، وہ نہیں مرتا۔ بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کی رحمتیں ہوں، ہم آپ کو اللہ کی رضا کے لیے سپرد کرتے ہیں۔

پھر وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھ گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان:

جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کے لیے جمع ہوئے تو کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! ہمیں معلوم نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے غسل دیا جائے؛ کیا آپ کو آپ کے کپڑوں سے الگ کر کے غسل دیں جیسے ہم اپنے مردوں کو دیتے ہیں، یا آپ کو آپ کے کپڑوں میں ہی غسل دیں؟

تو فرمایا: ''اللہ نے ان سب پر نیند طاری کر دی، یہاں تک کہ ان میں سے ہر ایک کی داڑھی اس کے سینے پر تھی، سب سو گئے۔ پھر ایک آواز آئی (جس کا قائل معلوم نہ ہو سکا) اس نے کہا: 'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے کپڑوں میں غسل دو۔' سب جاگ گئے، اور ایسا ہی کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے قمیص میں غسل دیا گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان:

ہم آپ کی قمیص اتارنا چاہتے تھے، تو آواز آئی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے نہ اتارو۔ چنانچہ ہم نے آپ کو اسی قمیص میں غسل دیا، آپ پشت کے بل لیٹے ہوئے تھے، جس عضو کو ہم دھونا چاہتے تھے، وہ خود بخود حرکت کر جاتا یہاں تک کہ ہم فارغ ہو گئے۔ اس دوران ہمیں ایک ہلکی نرم ہوا کی سی آواز سنائی دیتی رہی، اور آواز آتی: 'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نرمی برتو؛ تمہیں کافی کر دیا جائے گا۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی، آپ نے نہ کوئی خزانہ چھوڑا اور نہ ہی کوئی دنیاوی مال۔ آپ نے اپنی زندگی میں اینٹ پر اینٹ یا لکڑی پر لکڑی نہیں رکھی۔ آپ کی وفات میں مکمل عبرت ہے، اور مسلمانوں کے لیے کامل نمونہ موجود ہے۔

تدفین:

حضرت ابوجعفر فرماتے ہیں: ''آپ کی لحد میں وہی بچھونا بچھایا گیا جو آپ کا ذاتی تھا، اور وہ کمبل جسے آپ استعمال کرتے تھے، وہ بھی بچھایا گیا، اور وہی لباس جو بیداری میں پہنتے تھے، وہ بھی۔ پھر آپ کو اسی کفن میں رکھ کر دفن کیا گیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی اکرم، رسولِ محتشم، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت میں سے جس شخص کے دو چھوٹے بچے (فرطان) فوت ہو جائیں، اللہ تعالیٰ ان دونوں کے سبب اسے جنت میں داخل فرماتا ہے۔

یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! اگر کسی کا ایک ہی بچہ فوت ہوا ہو؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے کامیاب عورت! جس کا ایک بچہ فوت ہوا ہو، اس کے لیے بھی (یہ فضیلت ہے)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر عرض کیا: ''یا رسول اللہ! اگر کسی کا کوئی بچہ فوت نہ ہوا ہو؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تو میں اپنی امت کے لیے فرط ہوں (یعنی آگے جانے والا)، اور (یاد رکھو) میری امت کسی ایسی مصیبت سے دوچار نہ ہوگی جو میری وفات جیسی ہو۔

''فرط'' کی لغوی وضاحت:

لفظ ''فرط'' کا اصل معنی ہے: وہ شخص جو قافلے سے پہلے روانہ ہو کر ان کے لیے پانی، چارہ، اور دیگر ضروری اشیاء کی تیاری کرے۔

اس حدیثِ مبارکہ میں ''فرط'' سے مراد وہ بچہ ہے جو والدین سے پہلے فوت ہو

جائے، کیونکہ وہ ان کے لیے قیامت کے دن شفاعت اور نجات کا سامان بنے گا، جیسے سفر میں فرط آگے جا کر سامانِ آرام مہیا کرتا ہے۔

حضرت عمرو بن الحارث (جو امّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں) فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وصال کے وقت اپنے پیچھے صرف یہ چیزیں چھوڑی تھیں اپنا اسلحہ اپنی سواری کا خچر اور ایک زمین جسے آپ نے صدقہ قرار دے دیا تھا۔

انبیائے کرام کی میراث سے متعلق ارشاد:

بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ارشاد روایت کیا ہے: ''ہم انبیاء کا گروہ میراث نہیں چھوڑتے؛ ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

تیسری فصل: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم، خاتم النبیین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا......تو یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کرسکتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا......تو اس نے واقعی مجھے دیکھا، کیونکہ شیطان نہ میری صورت اختیار کرسکتا ہے، نہ میری مشابہت پیدا کرسکتا ہے۔

حضرت یزید فارسی رحمہ اللہ (جو مصاحف لکھا کرتے تھے) بیان کرتے ہیں کہ: ''میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، تو میں نے جا کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا: "میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے: "شیطان میری مشابہت اختیار نہیں کرسکتا، پس جس نے مجھے خواب میں دیکھا، تو اس نے واقعی مجھے ہی دیکھا۔

کیا تم نے جسے خواب میں دیکھا اس کا حلیہ بیان کر سکتے ہو؟''

یزید فارسی رحمہ اللہ نے عرض کیا: ''جی ہاں، میں اس شخص کا حلیہ بیان کرسکتا ہوں "وہ درمیانے قد کے ایک مرد تھے، رنگت گندمی مائل بہ سفیدی، سیاہ چشم مسکراتے ہوئے بہت خوش نظر آتے تھے، چہرہ خوبصورت اور گولائی لیے ہوئے تھا، اور ان کی ڈاڑھی دونوں گالوں سے نیچے سینے تک بھری ہوئی تھی۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ''اگر تم انہیں بیداری میں دیکھتے تو اس سے

بہتر بیان نہ کر سکتے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا...... تو اس نے حق کو دیکھا (یعنی حق ہی نظر آیا، باطل نہ تھا)۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے واقعی مجھے ہی دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔

اور فرمایا: ''مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان ''جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے مجھے ہی دیکھا'' کے بارے میں علامہ باجوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، اس نے واقعی آپ ہی کو دیکھا، یا یوں کہیے کہ اس نے بیداری میں آپ کو دیکھا۔

یہ تعبیر تشبیہ اور تمثیل کے طور پر ہے، یعنی خواب میں آپ کی ذاتِ اقدس کا جو نمونہ نظر آیا، وہی حقیقت میں آپ کی سچائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اگرچہ ممکن ہے کہ خواب میں آپ کے مبارک جسم وحلیہ کا ظاہری نقشہ ہو یا نہ ہو؛ کیونکہ خواب کی صورت رائی کے حال پر منحصر ہوتی ہے، جیسے صاف آئینہ جس میں سامنے والی چیز کا عکس واضح نظر آتا ہے اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختلف لوگوں نے مختلف اوصاف کے ساتھ خواب میں دیکھا، اور یہی معاملہ دیگر انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کے ساتھ بھی ہے۔

علامہ بغوی نے شرح السنۃ میں یہ بات قطعی طور پر کہی ہے۔

اسی طرح چاند، ستارے، اور بارش لانے والے بادل...... ان کی صورت میں بھی شیطان مشابہت پیدا نہیں کر سکتا۔

ابن علّان رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ: ''شیطان اللہ تعالیٰ کی ذات کی بھی مشابہت

نہیں اختیار کرسکتا، جیسے وہ انبیا کی مشابہت اختیار نہیں کرسکتا۔'' یہی جمہور علماء کا قول ہے۔

البتہ بعض علمانے کہا کہ شیطان، اللہ کی مشابہت اختیار کرسکتا ہے۔

اس پر اعتراض یہ ہے کہ اگر شیطان نبی کی مشابہت اختیار نہیں کرسکتا تو اللہ تعالیٰ کی کیسے کرسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ دیا ہے کہ نبی بشر ہے، اور اگر شیطان اس کی صورت میں آئے تو شبہہ پیدا ہوسکتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ جسم اور مادّے سے پاک ہے، لہٰذا اگر کوئی اللہ کی مشابہت کا دعویٰ کرے، تو وہ واضح طور پر باطل اور قابلِ تردید ہوگا۔

یہ گفتگو ''درۃ الفنون فی رؤیۃ العیون'' میں موجود ہے۔

صالحین اور غیر صالحین کے خواب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھنا صرف نیک لوگوں کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ گناہ گاروں کو بھی دیدار ہوسکتا ہے۔

بعض عرفاء کرام، جیسے حضرت شیخ شاذلی اور سیدی علی وفا رحمہما اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری میں دیکھا، اور اس میں کوئی شرعی یا عقلی رکاوٹ نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں پر ایسا انکشاف فرما دیتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے قبرِ انور سے ظاہر ہوجاتے ہیں، اور وہ دل کی آنکھ سے زیارت کرتے ہیں۔ اس معاملے میں نہ فاصلے کی کوئی قید ہے اور نہ قرب کی شرط، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں (اولیاء اللہ) کے لیے حجاب اور پردے ہٹا دیے جاتے ہیں، اس لیے نہ عقل مانع ہے اور نہ شریعت اس سے روکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی ولی کو یہ کرامت عطا فرمائے کہ اس کے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ذات کے درمیان کوئی پردہ باقی نہ رہے۔

میں (مصنف علیہ الرحمہ) نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت

کے بارے میں تفصیل سے اپنی دوسری کتاب ''افضل الصلوٰۃ علیٰ سیّد السادات'' میں لکھا ہے، لہٰذا جو شخص مزید جاننا چاہے، وہ اس کتاب کی طرف رجوع کرے۔

خاتمہ

خاتمہ میں ستّر دعائیں مذکور ہیں، طوالت کے خوف سے ہم نے انھیں نہیں لکھا۔ ان دعاؤں کے لیے اصل کتاب کی طرف رجوع کریں۔ (مترجم)

تمت بالخیر

بحمدہٖ تعالیٰ ''وسائل الوصول الیٰ شمائل الرسول'' کا اردو ترجمہ تقریباً دو مہینے کی قلیل مدّت میں ۱۹ر محرم الحرام ۱۴۴۷ھ بمطابق ۱۴ر جولائی ۲۰۲۵ء بروز دوشنبہ رات ۲ر بجے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

والحمدللہ الذی بنعمتہ تتمّ الصالحات، و بفضلہٖ تفیض البرکات، والصلاۃ والسلام علیٰ خیر البریات، سید السّادات، محمدٍ المبعوث بالهدایات، وعلیٰ آلہ وصحبہ أہل الفضل والمکرمات۔

اللھم اجعل ما کتبناہ فی میزان للفوظ بالجنّات، والنجاۃ من الدرکات۔

وصلِّ اللھم و سلّم علیٰ شفیع البریات، و علیٰ آلہ الطاهرات، وصحبہ السادات، والحمدللہ فی البدء والختام، وھو أرحم الراحمین علی الدوام۔

احمد ادیب مصباحی ابن علامہ احمد حبیب حبیبی قادری

موضع غوثیہ، سرائے عاقل، کوشامبی

یادداشت

Wasail-Ul-Wusool Ila Shamailirrasool

Yoosuf Bin Ismaeel Nabhani
Mufti Ahmad Adeeb Misbahi

دبستانِ نوابیہ عزیزیہ کی اہم مطبوعات



Dabistan-E-Nawwabiya Aziziya Publications

www.dabistanenawwabiya.com

dabistanenawwabiya@gmail.com

دبستانِ نوابیہ عزیزیہ

₹ 300/-

ISBN : 978-93-94037-92-2

9 789394 037922